تحریکِ ختمِ نبوت

ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین

مکتبہ قدوسیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔

- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

انه من سليما ن و انه بسم الله الر حمن الر حيم

تحریک ختم نبوت

حصہ بست و چہارم (۲۴)

(۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء)

تحریک ختم نبوت میں شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسریؒ کی خدمات (۳)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

نام کتاب: تحریک ختم نبوت حصہ بست و چہارم (۲۴)

صفحات: ۳۴۸

مولف: ڈاکٹر محمد بہاءالدین

سال اشاعت: ۲۰۱۳ء

فہرست عنوانات

عرض مولف

نحمدہ و نصلی علی رسو لہ الکر یم

تحریک ختم نبوت کی چوبیسویں جلد حضرت شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناءاللہ امرتسریؒ کی نگارشات پر مشتمل ہے اوراس میں ان کے وہ مضامین شامل ہیں جو ۱۱نومبر ۱۹۱۰ء تا ۶ دسمبر ۱۹۱۲ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر کے مختلف شماروں میں بسلسلہ ردّ قادیانیت شائع ہوئے تھے۔

ان مضامین کے علاوہ اس جلد میں شیخ الاسلام امرتسریؒ کا صحیفہ محبوبیہ نقل کیا گیا ہے جو دسمبر ۱۹۰۹ء میں آپ نے حکیم نورالدین خلیفہ قادیان کے رسالے صحیفہ آصفیہ کے جواب میں لکھا تھا۔ صحیفہ آصفیہ میں حکیم نور الدین صاحب نے حیدرآباد دکن میں سیلاب کی تباہ کاریوں کو مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی کا مصدق قرار دیتے ہوئے نظام حیدرآباد دکن کو قادیانیت میں شمولیت کی دعوت دی تھی۔ نظام دکن کی طرف سے از خود جواب دیتے ہوئے شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ نے مرزا غلام احمد قادیانی اوراس کی پیش گوئیوں کی تغلیط فرمائی تھی۔ میں نے بعض جگہ حواشی میں موقع کی مناسبت سے حضرت شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ کی بعض تحریریں باریک خط میں نقل کردی ہیں۔

صحیفہ محبوبیہ کے بعد اس جلد میں رسالہ فاتح قادیان نقل کیا گیا ہے جو اس مباحثہ کی روداد ہے جو قادیانیوں کے شیر، میر قاسم علی دہلوی، اور شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناءاللہ امرتسری کے مابین اپریل ۱۹۱۲ء میں لدھیانہ کے مقام پر ہوا تھا، اور جس میں ثالث کے فیصلہ کے مطابق شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ کو فاتح قرار دے کر سرپنچ نے قادیانیوں سے تین سو روپیہ بطور تاوان ادا کروایا تھا، اوراسی رقم سے روداد مباحثہ بعنوان فاتح قادیان چھپ کر مفت تقسیم ہوئی تھی۔

زیر نظر جلد میں قادیانیوں کے شیر، میر قاسم علی دہلوی کا چیلنج اس کے ۱۹۱۲ء کے اخبار احمدی دہلی جلد۲

نمبر ۵ سے نقل ہوا ہے جس کے نتیجے میں یہ مباحثہ وقوع پذیر ہوا تھا۔ پھر فریقین کے پرچوں کے علاوہ منصفین کے فیصلے اور سرپنچ کا حتمی فیصلہ، اور شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ کے قلم سے رسالے کا ضمیمہ اور اس رسالے کی طبع ششم پر شیخ الاسلام امرتسریؒ کے پوتے مولانا رضاء اللہ ثنائی مرحوم کا لکھا ہوا دیباچہ بھی نقل ہوا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ مرحوم نے اس رسالے میں یہ بھی بتایا تھا کہ لوگ انہیں فاتح قادیان کیوں کہتے ہیں۔ اور اس کی وجوہات میں آپ نے اپنے حملہ قادیان ۱۹۰۳ء کا مختصراً ذکر کیا ہے جسے ہم نے کتاب کے آخر میں الگ عنوان کے تحت تفصیلاً بیان کر دیا ہے۔

حملہ قادیان کا پس منظر یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے بطور تحدی فرمایا کہ مولوی ثناء اللہ ان کی پیش گوئیوں پر بحث مباحثے کے لئے قادیان نہیں آئیں گے، اور اگر وہ آ جائیں تو پیش گوئیاں غلط ثابت کرنے کی صورت، میں انہیں فی پیش گوئی ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا، اور اپنے مریدوں سے ایک روپیہ فی کس وصول کر کے وہ الگ سے ایک لاکھ روپیہ بھی دیں گے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ نے یہ باتیں بیان کر کے اپنا قادیان تشریف لے جانا، وہاں مرزا صاحب سے خط و کتابت کرنا، مرزا صاحب قادیانی کا حرم سرا میں چھپ جانا، اور مباحثے سے انکار کر دینا، اردو میں بیان کیا گیا ہے، اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اس سلسلے کی اردو، عربی اور فارسی تحریریں میں نے ان کی اعجاز احمدی اور مواہب الرحمان سے نقل کر دی ہیں۔

امید ہے کہ قارئین ان تحریروں سے نفع اور حظ اٹھائیں گے۔

فقیر بارگاہ صمدی ڈاکٹر محمد بہاء الدین

کیا مرزائیوں کو مرزا پر ایمان نہیں

میں ہوا کافر، تو وہ کافر مسلماں ہوگیا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مرزا صاحب قادیانی نے میرے مواخذہ سے تنگ آکر ۱۵/ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار دیا تھا جس کا عنوان تھا:

"مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ"

اس اشتہار میں مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب میری زندگی میں نہ مریں تو میں اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہونگا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ پبلک کو معلوم ہے کہ مرزا صاحب ۲۶/ مئی ۱۹۰۸ء کو اس دنیا سے چل بسے چونکہ ایک قدرتی فیصلہ تھا اس لئے اس کا اثر بھی عام ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ بحمد اللہ ایسا ہی ہوا اس لئے اس کے جواب میں مرزائیوں نے بھی پبلک کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے کی بہت کوشش کی۔ چنانچہ ۱۳/ اکتوبر کے قادیانی بدرؔ میں ایک مضمون نکلا ہے جس کا عنوان ہے:

"کیا دعا والا اشتہار پیش کرنے کا کوئی حق مولوی ثناء اللہ صاحب کو ہے۔"

اس مضمون سے ایڈیٹر نے بڑے زور سے اپنے ناظرین کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ نے چونکہ بعض اشتہارات ایسے شائع کئے ہیں جن میں یہ لکھا ہے کہ مجھے یہ فیصلہ منظور نہیں۔ بلکہ یہ بھی لکھا ہے کہ حرامزادے کی رسی دراز ہے وغیرہ۔ لیکن افسوس ہے کہ دجال مرتے

مر گئے مگر دجل نہ چھوڑا میرے یا میرے کسی دوست (حکیم محمد الدین جن کا وہ نام لیتے ہیں اُن) کے اشتہار سے اصل عبارت مع قید تاریخ نقل نہیں کرتے بلکہ محض ابلہ فریبی سے روایت بالمعنے کر کے دھوکہ دیتے ہیں۔ اور چالا کی سے لکھتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ حلف اُٹھائے کہ اوس نے کوئی تحریر ایسی نہیں شائع کی؟

او مرزائیو! سنو! میں حلفاً کہتا ہوں کہ مجھے اس قسم کی کوئی تحریر یاد نہیں جس میں میں نے لکھا ہو کہ حرامزادے کی رسی دراز ہے۔ اگر تمہارے پاس اس مضمون کا کوئی اشتہار ہے تو اوس کو اصل الفاظ میں نقل کرو اور ڈاکٹر کرم الٰہی صاحب (مرزائی) مقیم امرت سر کی معرفت اصل اشتہار دکھا کر تصدیق بھی کراؤ اوس سے بعد ہمارا مندرجہ ذیل جواب سنو!

ایک طرف مرزا صاحب کا فرمان واجب الاذعان ہو جو خدائی حکم سے شائع ہوا ہو۔ جس کو بطور تحدی مدار فیصلہ قرار دیا ہو دوسری طرف میرا یا کسی اور مخالف کا بیان مخالفانہ اوس کی تکذیب میں ہو تو تم کس کو مانو گے؟ اور کس پر ایمان لاؤ گے؟ (ان کنتم مؤمنین) کس قدر شرم کی بات ہے کہ مرزا صاحب تو خدا کے حکم سے آخری فیصلہ کا اعلان شائع کریں اور خدا اون کی دعا قبول کرنے کا وعدہ کرے (دیکھو اخبار بدر مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء) اس کے مقابلہ میں میں اس کی تکذیب کرنے کو شائع کر دوں کہ میں اس کو نہیں مانتا یہ فیصلہ غلط ہے تو کیا کوئی دانا یا اہل ایمان یہ کہہ سکتا ہے کہ میرے ایسا کہنے سے خدائی حکم ٹل سکتا ہے۔ یا میں خدائی حکم پر غالب آ سکتا ہوں یا میں ایسے شخص کی تحدی کو پا سکتا ہوں جس کے دعاوی یہ تھے کہ:

ان قدمی علیٰ منارۃ ختم علیها کل رفعة"

"میرے پاؤں ایسے منارہ پر ہیں جس پر تمام بلندیاں ختم ہیں۔" (خطبۃ الہامیۃ)

یعنی میں سب سے بلند ہوں۔ جس کا دعویٰ تھا کہ ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اوس سے بہتر غلام احمد ہے

جس کا یہ بھی دعویٰ تھا:

صد حسین ست در گریبانم

ایسے شخص کی مخالفانہ تحدی اور مدار فیصلہ کو میں غلط کروں تو کم سے کم لوگوں کو تو یہ ماننا پڑے گا کہ میں ایسے شخص سے ضرور بڑے رتبہ کا ہوں بلکہ یہ بھی ماننا پڑے گا (معاذ اللہ) کہ میں خدائی حکم کو بھی مٹا سکتا ہوں۔ اسلامی عقیدہ میں تو ایسا سمجھنا یا خیال کرنا کفر ہے۔ مرزائیو! غور سے سنو!

والله غالب على امره

وهو القاهر فوق عباده

ناظرین! آپ لوگ ان دجاجلہ سے ایک ہی بات پوچھو کہ مولوی ثناء اللہ کا حکم خدائی حکم پر غالب ہے، یا خدائی حکم مولوی ثناء اللہ پر غالب ہے؟ صورت اول تو ایمان سے دور ہے۔ صورت ثانیہ میں قطعی فیصلہ ہے۔ فالحمد للہ۔ یہی ایک سوال ہے جو مدار فیصلہ ہے۔

مرزائیو! بس اسی ایک سوال کا جواب تم سے مطلوب ہے دگر ہیچ ؎

بس اک نگاہ پہ ٹھیرا ہے فیصلہ دل کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۸۔ نمبر ۲۔ مورخہ ۸ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۱ر نومبر ۱۹۱۰ء ص: ۱-۲)

قادیانی کذب بیانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان شریف سے اگر کوئی کذب بیانی شائع ہو تو مجھے تعجب نہیں ہوتا۔ کیوں کہ بقول ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج

تا ثریا میرود دیوار کج

قادیانی مشن کی بنیاد ہی جب غلط گوئی اور کذب بیانی پر ہے تو فروع سے کیونکر ممکن ہے کہ راستبازی سے کام لیں یا لے سکیں۔ اوس مرنے والے نے کونسی کسر اٹھا رکھی تھی جو یہ اٹھا رکھیں گے۔

گذشتہ پرچہ اہل حدیث مورخہ ۱۱ر نومبر میں ناظرین نے دیکھا ہوگا کہ ایک صاحب قادیان سے لکھتے ہیں کہ میں نے جو تمہارے فلاں انعامی مضمون کا جواب لکھا ہے اب اوس انعام کا فیصلہ انجمن اتحاد المسلمین میں پیش کر کے انعام دلوا دیں۔

میں نے اس کے جواب میں کہا کہ انجمن اتحاد المسلمین تو اس میں دخیل نہیں ہوسکتی کیوں کہ وہ اس غرض کے لئے نہیں ہاں تم کو اختیار ہے کہ بذریعہ عدالت وصول کرلو۔

اس کے جواب میں وہی مرزائی لکھتا ہے کہ مولوی صاحب نے شریعت کے فیصلہ سے انکار کیا ہے اس لئے میں بھی مجبوراً عدالت میں جاؤنگا۔

یہ صریح کذب بیانی ہے۔ میں نے شریعت کے فیصلہ سے نہ انکار کیا ہے اور نہ کبھی کرونگا، بلکہ ایسا کرنا بے ایمانی سمجھتا ہوں اور سمجھونگا۔ میں نے تو صرف یہ عذر کیا تھا کہ انجمن اتحاد المسلمین اس کا فیصلہ نہیں کرسکتی۔ اس کا نام اگر شرعی فیصلہ سے انکار ہے، تو لیجئے میں اسی انجمن کے تین ممبروں کو نامزد کر کے اقرار کرتا ہوں کہ یہ صاحب جو فیصلہ کر دینگے مجھے منظور ہوگا۔

حکیم نورالدین صاحب خلیفہ قادیانی بھی اس انجمن کے ممبر ہیں لہذا نمبر (۱)

نمبر (۲) جناب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی اس انجمن کے ممبر ہیں۔

نمبر (۳) جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی۔

پس ان تینوں کا بورڈ جہاں چاہو جمع کرا کے فیصلہ کرالو۔ تم نے اپنے دعویٰ کا ثبوت دینا ہے کہ جواب صحیح ہے، میں ثابت کرونگا کہ مرزا آنجہانی کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

اب تو راضی ہو۔ اگر اب تم مجھ کو شریعت کے فیصلہ کا منکر کہہ کر عدالت میں جانا چاہو تو مزے سے جاؤ، مگر یاد رہے۔

ستعلم لیلیٰ ای دین تداینت
وای غریم فی التقاضی غریمہا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۸۔ نمبر ۴۔ مورخہ ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۵ر نومبر ۱۹۱۰ء ص: ۲-۳)

دہلی سے احمدی

شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ بتاتے ہیں کہ دہلی کے میر قاسم علی ایڈیٹر الحق لکھتے ہیں:
جنوری سے میں ایک رسالہ احمدی جاری کرنے والا ہوں جس میں رسالہ مرقع قادیانی اور اہلحدیث (امرتسر) کے اعتراضات کے جوابات دیئے جائیں گے۔
ہم بھی اس رسالہ کا خوشی سے خیر مقدم کرنے کو تیار ہیں، مگر سوال صرف یہ ہے کہ آپ سے پہلے رسالوں اور اخباروں بلکہ مرزا صاحب بانی مشن قادیانی نے اہلحدیث کے مقابلہ میں کیا کامیابی حاصل کی تھی جو آپ اوس سے زیادہ کرینگے۔کیا مرزا صاحب کا اشتہار ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء والا یاد نہیں رہا، جس میں وہ لکھتے ہیں کہ:
مولوی ثناء اللہ اپنے اخبار اہلحدیث میں مجھ کو یہ یہ لکھتا ہے۔ میں اس سے بہت تنگ آ گیا ہوں ۔اب آخری فیصلہ خدا کے سپرد کرتا ہوں کہ اگر مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا سمجھا جاؤں۔
پھر آخر کیا ہوا۔

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر
کذب میں سچا تھا پہلے مرگیا

بہرحال ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ بقول:

''بدر نتواں کرد پسر تمام کند''

شائد آپ ہی کے ہاتھ میں فتحیابی ہو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۸۔نمبر ۴۔مورخہ ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۵/نومبر ۱۹۱۰ء ص:۵)

قدرت ثانیہ

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

آہا خطۂ پنجاب بھی کیسا ہی خوش قسمت ہے۔ خصوصاً اس وقت سے تو اس کے بھاگ جاگ اٹھے ہیں جب سے مرزا (غلام احمد قادیانی) آنجہانی نے دنیا میں آکر پاؤں بطریق دیگر پھیلائے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ جس دن سے مرزا آنجہانی نے پیغمبری کو اختیار کیا، خطۂ پنجاب میں کچھ ایسی آزادی ہوگئی ہے اور ایسی بیحیائی پھیل گئی ہے کہ ایک نہیں، دو نہیں، درجنوں کے درجن پیغمبری، مجددی، نائبی، اور طرح طرح کے دعوے کرنے میں پیش قدم ہیں۔

ہمارے مرزا (قادیانی) نے جب تک رہا بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے۔ طرح طرح کے من گھڑت الہام قادیانی مشین میں ہر روز تراشے جاکر الحکم اور بدر کی نذر ہوتے تھے۔ الہاموں کے کیا ہی کہنے تھے، وہ ایسے کچے اور واہیات ہوتے تھے کہ ایک ذی عقل دیکھ کر اور سن کر قہقہہ لگائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ عقلمند طبائع حیران رہ جاتی تھی کہ یہ کیا کر رہا ہے۔ مرید ایسی پٹی پر چڑھے ہوئے تھے کہ خواہ کیا ہو اٰمنا وصدقنا ان کا تکیہ کلام تھا اور ہے۔ یہ سمجھ کسی کو نہ آتی کہ ہمارے رسول کی عجیب رسالت ہے۔ کیوں کہ آپ کے اکثر الہام طمع نفسانی اور کارشیطانی پر مبنی ہوتے تھے۔ عورتوں کے نکاح میں آنے کے الہام تو درجنوں ہوا کرتے تھے۔ لیکن افسوس کہ عمر نے وفا نہ کی، ورنہ آپ تو مرتے دم تک محمدی بیگم کے منہ کو ترستے گئے۔ مقویات استعمال کر کر کے آپ نے خوب دن گذارے۔ اولاد کی بکثرت ہونے سے بھی آپ کو کچھ تامل ہی ہوا کرتا تھا کہ لوگ کیا کہیں گے کہ دعویٰ نبوت خیالات معرفت الٰہی (بقول خود) پھر کا یہ حال کہ کوئی سال خالی نہیں۔

مگر اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب دانا بہت تھے۔ بات کو جھٹ تاڑ جاتے تھے، اس الزام کی

بریت کے لئے بھی الہامات کو ہی پیش خیمہ قرار دے رکھا تھا (کیوں نہ دیتے الہام گھر کے تھے مول تو تھوڑے ہی لینے ہوتے تھے) پہلے ہی شائع کر دیتے تھے کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی (کیا پورا ہونا تو معلوم ہی ہے) وہ ان صفات سے متصف ہوگا وہ اس کام کے لئے پیدا کیا جاویگا اس سے مجہول اور عقل کے اندھے مریدوں کے جس قدر دل خوش ہوتے تھے ان کے بیان کی ضرورت نہیں لوگوں سے فخر یہ کہتے کہ دیکھو ہمارے حضرت کا یہ الہام بھی پورا ہوگا یعنی قبل از مرگ واویلا۔ واہ بھئی واہ۔

اس میں کلام نہیں کہ آپ کے دن دنیا میں نہایت عیش وعشرت سے گذرے، خوب گذرے۔ مگر مجھے از راہ ہمدردی ترس آتا ہے کہ آپ کا انجام ٹھیک نہ رہا۔ ان کی آخری حالت تو بزبان خود کہہ رہی تھی کہ:

من نکردم شما حذر بکنید

کیوں کہ قوم کے فخر، فاتح قادیان، شیر پنجاب مولانا مولوی محمد ثناء اللہ صاحب کے مقابلہ پر آپ نے جو شرط جانبازی لگائی تھی، جس کے مطابق آپ تمام امیدوں کو منقطع کرتے ہوئے چل دیئے، وہ کچھ کم شرم دہ نہ تھی، جس کا نقشہ اس شعر سے آنکھوں کے آگے جم جاویگا۔

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر
کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

مگر ان کرشن پنتھیوں کو عبرت کہاں؟ خدا ان کی قابل رحم حالت پر فضل وکرم کرے۔ آمین۔

آج مجھے جس پہلو پر روشنی ڈالنے کی ضرورت محسوس ہوئی وہ اور ہے، اور وہ انہی کے ایک صادق مرید کا ذکر خیر ہے۔ اس لئے ہم نے پہلے اس کے مرشد کے ذکر کو کر ثواب کے حاصل کرنے کو مناسب سمجھا جن کی برکت سے اور جن کی جرأت پر اس نے بھی دوکان کھولی ہے۔

ہمیں اس بات کا فخر ہے کہ یہ سعادت ہمارے ضلع کے حصہ میں بھی آئی ہے۔ گورداسپور کا ضلع گو زیادہ خوش قسمت ہے، لیکن شکر ہے کہ ہم دوسرے نمبر سے نیچے نہیں گرے۔ گجرات سے چھ سات کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤں عالمگڑھ ہے۔ وہاں ایک صاحب جن کی عمر پچاس سال سے بھی زیادہ ہوگی، اور وہ سائیں احمد کے نام سے مشہور ہیں، ان حضرت نے یہ مشہور کیا ہے کہ ''قدرت ثانیہ'' ہوں۔

یعنی مرزا صاحب قادیانی پہلی قدرت تھے اور میں قدرت ثانیہ ہوں۔ مجھے آپ کے درشن گجرات میں نصیب ہوئے۔ جب میں نے آپ کو پہلے پہل دیکھا، تو آپ کی لمبی داڑھی اور متبرکانہ صورت پر نہایت ترس آیا۔ اور میں نے تعجب کیا کہ کیسے کیسے آدمیوں کی عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں، اور خدا جانے ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ خالی از ایمان ہو رہے ہیں۔ اس بوڑھے میاں کو دیکھ کر اس وقت جو حالت میری ہوئی اور جس قدر ترس آیا وہ ایک عجیب نقشہ تھا جو کھینچ نہیں سکتا۔ پہلے آپ سے کسی مرزائی نے ہی سوال کیا کیا آپ نے خلیفۃ المسیح کے ہاتھ پر بیعت بھی کی ہے۔ تو تپاک سے اٹھے کہ کیوں کروں وہ خود میری بیعت کرے گا کیوں کہ میں قدرت ثانیہ ہوں اور اس سے اعلیٰ مدارج پر ہوں۔ پھر آپ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ میں الہام کا قائل نہیں ہوں کیا آپ مجھے قائل کر سکتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ میں کس طرح کر سکتا ہوں میرا مالک کریگا۔ پھر سوال کیا گیا کہ آپ بھی مدعی الہام ہیں کہنے لگے کیوں نہیں اب بھی الہام ہو رہا ہے۔ لیکن یہ نہ بتا سکے کہ کیا حالات منکشف ہو رہے ہیں جس سے ثابت ہو گیا کہ آپ ابھی یہ بھی معلوم نہیں کہ الہام کس جانور کا نام ہے۔ میرے خیال میں وہ پہلا ہی دن تھا کہ آپ کے سامنے لفظ الہام پیش کیا گیا۔ ورنہ آپ تو میرے خیال میں الہام کوئی عام شے سمجھتے تھے جو سوتے اوٹھتے بیٹھتے جاگتے چلتے ساتھ ہی رہتی ہے۔ پھر کہنے لگے کہ الہام کوڑیوں کی طرح کر دونگا یعنی سیلاب آیا کریگا۔ پھر کہا میں گجرات کا مالک ہو جاؤنگا۔ اس کی تشریح نہ کر سکے کہ آپ کس دن گجرات میں عہدہ ڈپٹی کمشنری پر مامور ہونگے یا کہ پنجاب کے ہی مالک ہو جاوینگے۔ آپ نے کہا کہ میرا ایک یہ بھی الہام ہے کہ میرے مکانات شکستہ جن کے تیار ہونے کے لئے زر کثیر مطلوب ہے بغیر میری لاگت کے تیار ہو جاوینگے۔ ورہ مجھ پر تائیدایزدی ہو گی قبل اس کے کہ یہ گیا پوری ہو۔ چند مرزائی اسی پر لٹو ہو گئے ہیں اور انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ یہ کچھ ہے واہ رے عقل۔ میں تو حیران ہوں کہ کیا اس پارٹی نے بالکل ہی نبوت اور رسالت کو کھیل سمجھ رکھا ہے کیوں کہ یہ نئے میاں عالمگڑھی اپنے آپ کو کبھی رسول کہتے ہیں کبھی قدرت ثانیہ۔ میرے خیال میں قدرت ثانیہ کے لفظ کو اس بوڑھے میاں نے کسی کے کہنے کہانی پر ہی ورثہ بنا لیا ہے۔ کیوں کہ سوائے اس کے کہ آپ اس کے یہ معنی کریں کہ میں دوسری طاقت اور کچھ شرح طور پر سمجھا کر مطمئن نہ کر سکے۔ کیوں کہ آپ کی تعلیم کا تو یہ حال ہے کہ آپ خود کہتے ہیں کہ میں قرآن بھی نہیں پڑھ سکتا اور نہ

ہی کوئی کتاب دیکھ سکتے ہیں (مجھے ترس آتا ہے کہ آپ کا کام کیسے چلے گا) دیکھئے معنی تو بسم اللہ کے بھی نہیں آتے لیکن نزدیک رہے ہی نہیں ہاتھ رسالت تک مارا ہے۔ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اگر گجرات میں ایک تعلیم یافتہ احمدی ان سوالات کا جواب نہ دیتے جو آپ پر کئے گئے تو قریب تھا کہ آپ تائب ہو کر نجات اُخروی کے حاصل کرنے والے بنتے۔ کیوں کہ جب بہت سے لوگ جمع ہو گئے تو آپ کی حالت نہایت ہی پریشان نظر آرہی تھی پیشانی پر پسینہ کا آنا ہاتھ دیوانوں کی طرح مارنا سر کا گھومنا بتا رہا تھا کہ بیچارہ منہ سے نکال کر پچھتا رہا ہے۔ میرے خیال میں اس بیچارے نے کسی طمع نفسانی پر یہ صدا بلند کی ہے کہ کچھ تعجب نہیں اگر چند عقل کے اندھے میری پیرو بھی ہو جاویں ایک تو وہ کام بنجاوے جس کے لئے یہ قصد کیا ہے دوسرا وہ الہام پورا ہو جاوے گا کہ وہ میرے مکانات بغیر میری لاگت کے تیار ہو جاوینگے۔ یعنی خود ہی عقل کے اندھے چندہ دے کر مکان بنادیگے۔ خود ہی میرے الہام کے قائل ہو کر پختہ عقیدہ کے ہو جاوینگے آہا یہ کیسی عقل کی مار ہے لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ عالمگڑھی میاں کی یہ دوکان نہیں چلے گی کیوں کہ مرزا آنجہانی علم رکھتے تھے اور اون کو ہاتھ پر تیلی کھلانا خوب ہی آتا تھا اور وہ ملمع پر روغن چڑھانا خوب جانتے تھے انہی کی روش پر پہلے کوئی کہہ گیا ہوا تھا کہ ۔ جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ان سے سیکھ جائے۔ للہ ہمیں کوئی اس جدید (نئے) فرقہ سے بغض نہیں ہے بلکہ ہمیں ترس آتا ہے۔ امید ہے خلیفۃ المسیح (حکیم نورالدین صاحب) جواب سے مطمئن فرمادیں گے کہ کیا واقعی آپ کے گرو صاحب کا کوئی اور ایسا الہام ہے جس سے ہر سال رسولوں کا آتا رہنا ثابت ہے (نہیں تو کوئی پیش کر دینگے ہتھ ناٹکی آتی ہے) اور عالمگڑھی بوڑھے کی نسبت کیا فتویٰ ہے کہ وہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کریگا یا آپ ان کے ہاتھ۔ افسوس آپ کی جماعت سے تو انصاف بالکل ہی اوٹھ گیا ہے اور مرزا آنجہانی تو ایسی آزادی کر گئے ہیں کہ ان کی طرح ہر ایک وحی کو اپنا چچیرا بھائی سمجھتا ہے پس ہماری دعا ہے کہ خداوند کریم آپ کو راہ ہدایت پر لاوے اور آپ کی قابل رحم حالت پر ترس کرے اور آپ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کے پیرووں کے زمرہ میں حشر کے دن اٹھنے والے ہوں۔ آمین ثم آمین۔ (راقم آپ کا ایک خیر خواہ۔ خریدار نمبر ۱۷۲۰)۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۸۔ نمبر ۴۔ مورخہ ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۵ نومبر ۱۹۱۰ء ص: ۵-۷)

مولانا شبلی اور قادیانی وفد

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ بتاتے ہیں کہ بدر قادیانی لکھتا ہے کہ:

ہم مولوی شبلی صاحب سے ملنے گئے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا ہم لوگ مرزا صاحب مرحوم کو نبی مانتے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ کیا ہمارا عقیدہ اس معاملہ میں دیگر مسلمانوں کی طرح ہے کہ آں حضرت خاتم النبیین ہیں۔آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں نہ نیا اور نہ پرانا۔ہاں مکالمات الٰہیہ کا سلسلہ برابر جاری ہے اور وہ بھی آں حضرت نبی کریم ﷺ کے طفیل آپ سے فیض حاصل کر کے اس اُمت میں ایسے آدمی ہوتے رہے جن کو الہام الٰہی سے مشرف کیا گیا اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ چونکہ حضرت مرزا صاحب بھی الہام الٰہی سے مشرف ہوتے رہے اور الہام کے سلسلہ میں آپ کو خدا تعالیٰ سے بہت سی آئندہ کی خبریں بھی بطور پیشگوئی کے بتلائی جاتی تھیں جو پوری ہوتی رہیں (جیسی عبداللہ آتھم کی موت اور منکوحہ آسمانی کے نکاح کی) اس واسطے مرزا صاحب ایک پیشگوئی کرنے والے تھے۔اور اس کو عربی لغت میں نبی کہتے ہیں اور احادیث میں بھی آنے والے مسیح موعود کا نام نبی رکھا۔اس پر مولوی شبلی صاحب نے فرمایا کہ بے شک لغوی لحاظ سے یہ ہوسکتا ہے۔اور عربی لغت میں اس لفظ کے یہی معنی ہیں۔لیکن عوام اس مفہوم کو نہ پانے کے سبب گھبراتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ مرزا صاحب کی نبوت کا مسئلہ ہمارے ایسا نہیں کہ شرائط بیعت میں داخل ہو یا بیعت کے وقت اس کا اقرار لیا جاتا ہو یا اُس کا ہم وعظ کرتے پھرتے ہوں۔ہاں جیسا کہ اوپر بیان کیا ہے ایسا ہی ہمارا عقیدہ ہے۔(بدر قادیان ۲۷۔اکتوبر ۱۹۱۰ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

بدر نے اپنے مشن کے اصول کے مطابق نہ صرف مولانا شبلی کو دھوکہ دیا بلکہ اپنے ناظرین کو بھی غلطی میں ڈالا۔ قادیانی مشن اور اوس کے بانی کا ہمیشہ سے یہی دستور رہا کہ ؎

حلف عدو سے قسم مجھ سے کھائی جاتی ہے
الگ ہر ایک سے چاہت بتائی جاتی ہے

اس لئے ہم مرزائی کے اصل حالات اوسی (مشن) کے الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں تاکہ مولانا شبلی اور دیگر ناظرین کو قادیانی مشن کی صدق کلامی کی تصدیق ہو سکے۔

کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنے ابتدائی رسالہ (ازالہ اوہام) میں ایک شعر لکھا تھا جس کا ایک مصرع مرزائیوں کی زبان پر بطور سند بہت کچھ مشہور ہے۔ جو یہ ہے ؎

"من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب"

ناظرین اس مصرعہ کو یاد رکھیں اور اس کا مطلب اور مرزا صاحب کا اصل دعویٰ خود مرزا صاحب کے الفاظ میں سنیں جو اسی (ایڈیٹر بدر) نے عرصہ ہوا شائع کیا تھا۔ لکھا تھا کہ:

(مرزا صاحب نے فرمایا) کہ اس (شعر من نیستم..الخ) کی تشریح کر دینا تھا کہ ایسا رسول ہونے سے انکار کیا گیا ہے جو صاحب کتاب ہو دیکھو جو امور سماوی ہوتے ہیں اون کو بیان کرنے میں ڈرنا نہیں چاہئے اور کسی قسم کا خوف کرنا اہل حق کا قاعدہ نہیں صحابہ کرام کے طرز عمل پر نظر کرو وہ بادشاہوں کے درباروں میں گئے اور جو کچھ ان کا عقیدہ تھا وہ صاف صاف کہہ دیا اور حق کہنے سے ذرا نہیں جھجکے جبھی تو لا یخافون لومۃ لائم کے مصداق ہوئے ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں اصل یہ نزاع لفظی ہے خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے کہ جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو اور اس میں پیش گوئیاں بھی کثرت سے ہوں اوسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں۔ ہاں یہ نبوت تشریعی نہیں۔ جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے ایسے دعویٰ کو ہم کفر سمجھتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے جن پر

کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ صرف خدا کی طرف سے پیشگوئیاں کرتے تھے جن سے موسوی دین کی شوکت وصداقت کا اظہار ہو پس وہ نبی کہلائے۔ یہی حال اس سلسلہ میں ہے بھلا اگر ہم نبی نہ کہلائیں تو اوس کے لئے اور کونسا امتیازی لفظ ہے جو دوسرے ملہموں سے ممتاز کرے دیکھو اور لوگوں کو بھی بعض اوقات سچے خواب آجاتے ہیں بلکہ بعض دفعہ کوئی کلمہ بھی زبان پر جاری ہوجاتا ہے جو سچ نکل آتا ہے یہ اس لئے تا ان پر حجت پوری ہو اور وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم کو یہ حواس نہیں دیئے گئے۔ پس ہم سمجھ نہیں سکتے کہ یہ کس بات کا دعویٰ کرتے ہیں آپ کو سمجھانا تو یہ چاہیئے تھا کہ وہ کس قسم کی نبوت کے مدعی ہیں۔ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے۔ یہودیوں عیسائیوں، ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں تو اسی لئے کہ ان میں اب کوئی نبی نہیں ہوتا۔ اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتا تو پھر ہم بھی قصہ گو ٹھہرے کس لئے اس کو دوسرے دینوں سے بڑھ کر کہتے ہیں۔ آخر کوئی امتیاز بھی ہونا چاہیئے صرف سچے خوابوں کا آنا تو کافی نہیں۔ کہ یہ تو چوہڑے چماروں کو بھی آجاتی ہیں۔ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہونا چاہیئے اور وہ بھی ایسا کہ جس میں پیشگوئیاں ہوں اور بلحاظ کمیت وکیفیت کے بڑھ چڑھ کر ہو۔ ایک مصرعہ سے تو شاعر نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح معمولی ایک دو خوابوں یا الہاموں سے کوئی مدعی رسالت ہو تو وہ جھوٹا ہے۔ ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہو رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں اس لئے ہم نبی ہیں۔ امر حق کے پہونچانے میں کسی قسم کا اخفا نہ رکھنا چاہیئے۔'' (بدر قادیان ۵/مارچ ۱۹۰۸ء)

عبارت مذکورہ بالا صاف بتلا رہی ہے کہ مرزا صاحب کن معنی سے نبوت کی مدعی تھے جس کی سمجھ میں نہ آیا ہو اون کے سمجھانے کو ہم بتلاتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی حضرت موسیٰ، عیسیٰ، محمد رسول اللہ علیہم السلام جیسے نبی نہ تھے مگر حضرت ہارون، زکریا، یحییٰ علیہم السلام جیسے نبی ہونے کے ضرور مدعی تھے چنانچہ اون کے اپنے الفاظ درج ذیل ہیں۔ ایک انگریز قادیان میں گیا۔ اوس نے آپ سے پوچھا کہ:

آپ اپنے نبی ہونے کا ثبوت دیں حضور (مرزا صاحب) نے فرمایا ہمارے نبی ہونے کے وہی

نشانات ہیں جو توراۃ میں مذکور ہیں۔ میں کوئی نیا نبی نہیں پہلے بھی کئی نبی گذرے ہیں

(اخبار بدر قادیان ۹/اپریل ۱۹۰۸ء، صفحہ ۲)

۲۳/جنوری ۱۹۰۸ء کے بدر میں مولوی محمد احسن امروہی کی ایک تقریر نقل کی ہے جو یہ ہے:

''۱۷/جنوری کو آپ (مولانا احسن) نے سورۃ الفجر پر وعظ فرمایا اور منجملہ نکات یہ لطیف نکتہ بھی بیان کیا کہ الفجر رسول کریم ﷺ کا زمانہ ہے خیر القرون تک تین سو برس ہوئے اور دس راتوں سے مراد دس صدیاں لیں تو کل ۱۳۰۰ سو ہوئے۔ اس بعد خدا تعالیٰ والشفع والوتر میں تیرہویں اور چودہویں صدی کی طرف اشارہ فرماتا ہوا واللیل اذا یسر کی خبر دیتا ہے۔ یعنی پھر چودہویں میں آفتاب نبوت طلوع کرے گا۔ اگر اس نبی کی اطاعت نہ کرینگے تو وہی ہوگا جو عادیوں اور فرعونیوں کے ساتھ ہوا۔''

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اس تقریر میں مرزائی نبوت کی تعریف اور اثر (نتیجہ) کا ذکر بھی ہے۔ یعنی آپ کی نبوت پر وہی اثر مرتب ہے جو حضرات انبیاء سابقین کی نبوت پر ہوا تھا کہ اون کی معاندین کو خدا نے تباہ کر دیا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبوت مرزائیہ بھی کسی مجازی یا لغوی معنی سے نہ تھی۔ بلکہ اصلی اور حقیقی شرعی معنی میں تھے۔

اور سنئے محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ کی شادی مرزا صاحب قادیانی کی لڑکی سی ہوئی تھی تو اسی ایڈیٹر بدر نے ۲۷/فروری ۱۹۰۸ء کے بدر میں (صفحہ ۲ پر) لکھا تھا کہ:

''نواب محمد علی خان صاحب کی خوش قسمتی ہے کہ اونکے نکاح میں ایک نبی اللہ کی لڑکی آئی۔''

اور بھی سنئے عام طور پر مرزا صاحب قادیانی نے اپنا رتبہ ان الفاظ میں بتلایا ہے کہ:

''ان قدمی علیٰ منارۃ ختم علیھا کل رفعۃ'' (خطبہ الہامیہ)

یعنی میرے (مرزا کے) یہ قدم ایسے بلند منارہ پر ہیں جہاں پر تمام قسم کی بلندیاں ختم ہو چکی ہیں۔

اہل علم سے ایسے کلام کا مطلب مخفی نہیں کہ تمام اولیاء بلکہ انبیاء سے بھی برتری کا دعویٰ ہے۔ ایک اردو شعر تو اون کا عام زبان زد ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اوس سے بہتر غلام احمد ہے

یہ بھی مرزائی وفد کی دھوکہ دہی ہے جو اوسنے کہا کہ مرزا صاحب کی نبوت کا مسئلہ ہمارے ہاں ایسا نہیں کہ شرائط بیعت میں داخل ہو۔ اوسکو معلوم ہوگا کہ بیعت کرنے میں مرزا صاحب قادیانی کو بجمیع صفات موصوف مانا جاتا تھا تو اس اعلیٰ صفت کمال کو کیوں دخل نہوگا۔ اگر مرزائی بیعت میں نبوت مرزا کو دخل نہیں ہوگا تو اسلام میں رسالت محمدیہ کو بھی دخل نہوگا۔

اسی مسئلہ کے ضمن میں ایک بات بتلانا ہنوز باقی ہے جو دراصل مولوی احسن صاحب امروہی کی تقریر سے پیدا ہوتی ہے کہ اس نبی (مرزا قادیانی) کے مخالف بھی عادیوں اور ثمودیوں کی طرح ہلاک ہونگے اس کے متعلق صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے بڑے سے بڑے رجسٹرڈ مخالف اون کی زندگی میں پنجاب بھر میں تین تھے:

مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی

ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب پٹیالوی

اور خاکسار ابوالوفاء ثناءاللہ امرتسری۔

پہلے بزرگ کی نسبت تو مرزا صاحب قادیانی کی یہ پیشگوئی تھی کہ آخری عمر میں مجھ پر ایمان لاوینگے وہ بھی ہنوز پوری نہوئی۔ دوئم اور سوئم کی بابت پیشگوئی تھی کہ میری زندگی میں مرینگے جیسی یہ پوری ہوئی کل دنیا کو معلوم ہے اس لئے ہمارا حق ہے کہ ہم اپنے ایمان کی کہیں کہ۔

رسول قادیانی کی رسالت
جہالت ہے جہالت ہے جہالت

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۸۔ نمبر ۵۔ مورخہ ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۲ر دسمبر ۱۹۱۰ء ص: ۱-۳)

قادیانی خلیفہ گر پڑے

مبارک!

اخبار بدر قادیانی لکھتا ہے کہ:

جناب امیر المومنین علامہ نورالدین سلمہ رب العالمین جمعہ کے روز (۱۸) نومبر خان محمد علی خان صاحب کے کوٹھی سے واپس آتے ہوئے گھوڑی کے بدکنے کی وجہ سے الحکم پریس کے پاس نیچے آرہے۔ ابرو کے اوپر ایک زخم آیا۔ ہڈی پر ضرب نہیں آئی۔ اور کچھ چوٹیں بھی لگیں مگر الحمدللہ خیرت گذری۔ بہت سال ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں دیکھا کہ مولوی نورالدین صاحب گھوڑی سے گر پڑے۔ جس سے آپ کی صداقت اور اس تعلق کا شدید پتہ چلتا ہے جو حضور کو مولوی صاحب موصوف سے تھا۔''

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

عنوان میں جو ہم نے مبارک کا لفظ لکھا ہے اس لئے لکھا ہے کہ حکیم نورالدین صاحب کا مرزا صاحب قادیانی سے جو روحانی تعلق تھا اوس کا اظہار ہوگیا کہ گرنے والی پیشگوئی صادق آئی۔ الحمدللہ۔

ایں	کرامت	ولی	ماچہ	عجب
گربہ	شاشید	و	گفت	باراں شد

لیکن سوال یہ ہے کہ جناب مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے یہ پیشگوئی کب اور کس تاریخ میں کی تھی، اس کا پورا حوالہ مطلوب ہے۔ ہم اپنے ناظرین کو بارو کراتے ہیں کہ قادیان میں جو ''الہام بافی'' کی مشین تھی یہ اوسی کی کارگاہ سے بنا ہوا الہام یا خواب ہے، اس لئے ہم اس سوال کو حل کرانا چاہتے ہیں۔ کیا بدر وغیرہ اس کی تحقیق کرینگے (شاید)

بہرحال ہم بھی حکیم (نورالدین) صاحب کو زیست کی مبارک دیتے ہیں اور اون کی صحت کے لئے دعا کرتے ہیں کیوں کہ مرزا صاحب قادیانی کے بعد تو الحکم پر بجلی گری تھی جو قریب قریب بند ہے، حکیم صاحب کے بعد تمام قادیان پر بجلی گر کے ایسا کر جائے گی کہ کان لم تغن بالامس (گویا بسے ہی نہ تھے)۔اس لئے قادیانی مشن کی جو کچھ بھی اصلاح ہو سکتی ہے اسی بڑے میاں (حکیم صاحب) کے سامنے ہو سکتی ہے ان سے بعد تو وہ اودھم مچے گی کہ جوتیوں دال بٹنے والی مثال صادق ہوگی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۸۔نمبر ۵۔مورخہ ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۲/دسمبر ۱۹۱۰ء ص:۶-۷)

گھوڑے سے گر پڑے

بدر قادیان نے لکھا تھا کہ خلیفہ قادیانی (حکیم نورالدین) کا گھوڑے پر سے گر پڑنا بھی مسیح موعود (مرزا صاحب قادیانی) کی ایک پیشگوئی کی تصدیق ہے کیوں کہ جناب ممدوح نے ایک خواب بیان کیا تھا کہ مولوی نورالدین گھوڑے پر سے گر پڑے اس کے متعلق اہلحدیث مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۱۰ء میں سوال کیا گیا تھا کہ یہ خواب مرزا صاحب قادیانی کا کہاں مرقوم یا مذکور ہے سوال چونکہ معقول تھا اس لئے معقول پسند بدر نے اس کے جواب کی طرف توجہ کی اور خوب کی۔لکھتا ہے:

> ”حضرت امیر (حکیم نورالدین) گھوڑے سے گر پڑے۔اس پر اہلحدیث استہزا کرتا ہے اور ضرور تھا کہ وہ ایسا کرے۔کاش وہ غور کرتا کہ یہ ایک آیت ہے آیات اللہ سے۔نہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں گھوڑے نہ خلیفۃ المسیح گھوڑیاں رکھتے اور نہ کوئی ایسی ضرورت بالعموم پیش آتی کہ آپ سواری پر جاویں۔کئی سال قبل مامور من اللہ اپنا رؤیاء بیان کرتا ہے کہ ”حضرت مولوی نورالدین صاحب گھوڑے پر سے گر پڑے۔“ (اخبار بدر قادیان ۸/دسمبر ۱۹۱۰ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاءثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

چونکہ دنیا کا ہر ایک واقع آیۃ اللہ ہے، اس لئے ہم مانتے ہیں کہ خلیفہ قادیانی (حکیم نورالدین) کا گھوڑے پر سے گر پڑنا بھی آیۃ اللہ ہے۔ مگر سوال تو آیت مرزا صاحب قادیانی سے تھا کہ اوس مرنیوالے (مرزا قادیانی) نے کب خواب دیکھا؟ اس کا جواب دو۔

بہر حال اس تمہید کے بعد بدرؔ لکھتا ہے:

''یہ ایک ایسا واقعہ تھا کہ اس پر کوئی اُلّو تمسخر کرے؟ ہرگز نہیں، بلکہ ایمان کا تقاضا یہ تھا کہ گردن خدا تعالیٰ کے حضور میں جھک جاتی۔ مگر کیا کہا جاوے آخر خدا کا ارشاد بھی برحق ہے:

بما کذبوا من قبل۔''

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاءثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

کسی امر واقع کے متعلق جو تمام قوم اور مذہب سے تعلق رکھتا ہو سوال کرنا تو اُلّو کا کام نہیں۔ البتہ ایسے معقول سوال کے جواب نہ دینے سے آدمی اُلّو بنا کرتا ہے۔ مگر آپ ایسے اُلّو نہیں کیوں کہ آپ نے سوال کا جواب دیا ہے جو ناظرین کی مزید واقفیت کے لئے درج ذیل ہے۔ بدرؔ لکھتا ہے:

''ذیل میں اس خواب کے گواہ بیان کئے جاتے ہیں اور غالبا یہ خواب چھپ بھی چکا ہے۔ تلاش سے مل جائیگا۔ اور نہ بھی ملے تو بھی اگر صحابہ کرام کا بیان نبی کریم ﷺ کے رؤیاء وکشوف والہامات کے بارے میں قابل تسلیم ہے اور ضروری ہے تو مسیح موعود کے خدّام کی گواہی بھی ماننی پڑیگی اور سلیم الفطرت مانتے ہیں۔''

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاءثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ دعویٰ آپ کا کہ مرزا صاحب قادیانی کے مرید بھی مثل اصحاب رسول اللہ ﷺ کے ہیں درحقیقت آپ کا اپنا اختراع نہیں، بلکہ مرزا صاحب قادیانی ہی کی جودت طبع کا نتیجہ ہے جو کہا کرتے تھے:

''جو میری جماعت میں داخل ہوگا وہ اصحاب رسول اللہ میں شامل ہوگا۔'' (خطبہ الہامیہ)

بہر حال ہمیں اس وقت اصحاب مرزا کی صداقت اور عدم صداقت سے بحث نہیں بلکہ مطلب سعدی

دیگرست۔مگر وہ مطلب راویان کلام کے بعد عرض ہوگا۔بہرحال آپکے راوی حسب ذیل شہادت دیتے ہیں:

''ہم لوگ اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت مسیح موعود کا یہ رؤیاء کہ ''مولوی نورالدین صاحب گھوڑے سے گر پڑے۔'' قبل اس واقعہ کے سنا اور اس پر مذاکرہ ہوتا رہا۔ میں نے تو جنوری ۱۹۰۹ء سے پہلے پہلے سنا تھا اور اس کے متعلق میرے دوستوں میں بہت گفتگو ہوتی رہی۔''

صدرالدین ۴/دسمبر ۱۹۱۰ء،صاحبزادہ محمود احمد صاحب، مفتی محمد صادق عفی عنہ،عبدالرؤف کلرک مدرسہ،محمد اسمٰعیل مولوی فاضل، شیخ عبدالرحیم، غلام نبی،محمد اشرف عفی عنہ،نعمت اللہ خان بدایونی، غلام محمد فسٹ عربک ٹیچر،قاضی امیر حسین منظور محمد پیر۔''

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

بدر (قادیان) کی یہ سعی اور کوشش واقعی قابل داد ہے۔بہرحال اتنا تو معلوم ہوا کہ اڈیٹر بدر نے ہمارا مطالبہ معقول سمجھا،اسی لئے اوس نے بغرض ثبوت یہ شہادت پیش کیں۔لیکن افسوس کہ او سے معلوم نہیں کہ خطاب کس سے ہے۔اے جناب خطاب اہلحدیث سے ہے جو محدثین کے قواعد سے نہ صرف واقف بلکہ اُن کا پابند بھی ہے۔ سنئے یہ روایات بقاعدہ محدثین سب منقطع ہیں (آپ منقطع کو کیا جانیں گے اپنے خلیفہ وقت سے دریافت کیجئے) کیوں کہ اس شہادت میں راویوں نے اپنے بتلانے والے کا نام نہیں بتایا اور یہ بات محدثین کے ہاں مبرہن اور مثبت ہے کہ سواء صحابہ کرام کے باقی لوگوں کی روایات منقطعہ اخبار مردود کی قسم سے ہیں۔

علاوہ اس کے ابھی ایک ضروری مرحلہ باقی ہے۔وہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے عرصہ سے، بلکہ شروع ہی سے یہ التزام کر رکھا تھا کہ الہام اور خواب قلمبند کرلیا کرتے تھے۔جب سے اخبارات اور رسالجات قادیان سے نکلنے شروع ہوئے تھے،تب سے تو کوئی الہام اور خواب بھی درج اخبارت ہونے سے نہ رہ سکتا تھا۔بلکہ مرزا صاحب قادیانی کے جوتیوں کا غلام (یہ لقب ہمارا دیا ہوا نہیں بلکہ اڈیٹر بدر خود اس طرح لکھا کرتا تھا''راقم حضرت کی جوتیوں کا غلام''اہلحدیث) دریافت کرلیا کرتا تھا کہ:

حضور صفحہ خالی ہے کوئی خواب یا الہام ہو تو اطلاع بخشیں۔جواب میں الہام ہوتا تو لکھا جاتا

ورنہ نفی میں جواب ملتا۔

جہاں ایسا التزام ہو، وہاں کیوں کر باور ہوسکتا ہے کہ کوئی الہام خصوصاً ایسا الہام جو حکیم نورالدین جیسے مقرب سے متعلق ہو، شائع نہوا ہو۔

صحابہ کبار بھی چونکہ قرآن شریف کو حفظ کے ساتھ ضبط تحریر میں بھی لاتے تھے اسی لئے جب قرآن مجید بسر کردگی حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ثابت ایک جگہ جمع کیا گیا تو زبانی روایت کے ساتھ تحریر بھی مانگی جاتی تھی۔ پس ہمارا تقاضا کرنا صحابہ رضی اللہ عنہم کی روش پر ہے اور تمہارا انکار کرنا دال میں کالا ہے۔

علاوہ اس کے ہماری غرض اور بھی ہے جو ہم کھلے لفظوں میں بتلا دیتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے الہامات کے مصداق بسا اوقات خود بتلا دیا کرتے تھے۔ چنانچہ بعد زلزلہ عظیمہ کے ایک اور زلزلہ کے متعلق الہام ظاہر کیا تھا:

عفت الدیار محلها و مقامها (ایسا زلزلہ آئے گا کہ مکان رہیں گے نہ مکین)

......وسط فروری میں رات کو ایک معمولی سا زلزلہ آیا تو فوراً آنجناب نے اوسی کو اپنے الہام کا مصداق بتادیا۔ جس سے ہمیں افسوس ہوا کہ اتنا بڑا زلزلہ عظیمہ کہ نہ مکان رہیگا نہ مکین، مگر واقعہ یہ ایک معمولی خفیف سی حرکت جو دراصل اس شعر کی مصداق کہ ؎

این کرامت ولی ماچہ عجب
گربہ شاشید گفت باراں شد

ہاں ایک معنی سے موجب خوشی بھی تھا کہ ''رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت''۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ گھوڑی پر سے گرنے کا الہام بھی ہم کو دکھا دیا جائے تاکہ ہم اوس کے وجود کے بعد اس کی تشریح بھی دیکھیں کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھا تھا۔

کیا قادیانی مشن توجہ کرے گا؟ (شائد)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۸۔ نمبر ۸۔ مورخہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۳ دسمبر ۱۹۱۰ء ص:۱-۲)

قادیانی بدر نے کمال کیا

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ قادیانی اخبار بدر نے کمال کیا کہ تبلیغی کارڈ ایجاد کئے جن کی پیشانی پر قادیانی مشن کے متعلق آیات اور واقعات لکھے ہیں۔ چنانچہ بدر کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

''سادہ کارڈوں کی دوسری طرف جو نصف حصہ خالی ہوتا ہے ہم نے اس پر بدر پریس میں حضرت مسیح موعود کے دعاوی کا ثبوت چھپوایا ہے۔ جس کے مفصلہ ذیل عنوان ہیں: ابن مریم مر گیا، نزول بروزی، نشانات ظہور مہدی، نشان صداقت اور بڑی غور وفکر کے بعد نہایت مختصر ومدلل عبارت میں یہ مضمون ادا کیا گیا ہے پانچ آنے سینکڑہ کے حساب سے بہت جلد منگوالیں اور خط وکتابت میں یہی استعمال کریں۔ ہم خرما وہم ثواب۔ بہت تھوڑے چھاپے گئے ہیں۔ بہت جلد درخواستیں کریں۔''

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہماری رائے میں ایک فقرہ (بشرط گنجائش) اور بڑھا دیتے ہیں تو کارڈ کی رونق اور قبولیت عام ہو جاتی تو پھر بجائے ۵/ کے ۸/ سینکڑہ بھی رکھتے، تو اہلحدیث بھی اپنے ناظرین کو خریدنے کی ترغیب دیتا۔ وہ فقرہ کچھ ایسا نہیں کہ کوئی واقف حال اوس کی تکذیب یا اوسکا انکار کر سکے۔ ہم نیک صلاح دیئے دیتے ہیں، ماننا نہ ماننا اونکا اختیار رہے۔ بہر حال وہ یہ ہے:

''مرزا صاحب قادیانی نے ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء کو اشتہار دیا تھا کہ مولوی ثناءاللہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا۔''

کیا بدر اس پر غور کرے گا؟ دیکھا چاہئے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۸۔ نمبر ۸۔ مورخہ ۲۰/ذی الحجہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۳/دسمبر ۱۹۱۰ء ص: ۳)

ایک مرزائی کے سوالوں کے جواب

اخبار بدر ۱۵ دسمبر ۱۹۱۰ء میں کسی مرزائی (صادق اوٹاوی) نے مجھ سے چند سوال کئے ہیں۔ مناسب ہے کہ اپنے ناقص علم کے مطابق میں ان کا جواب عرض کروں۔ ماننا نہ ماننا ان کا کام ہے۔ گو یہ بات جواب دینے سے مانع بھی ہے کہ ان کا امام مجھ سے آخری فیصلہ کی دعا شائع کر کے آئے دن کے جھگڑوں کو چکا گیا ہے۔ لیکن اس خیال سے کہ شائد کوئی سعید قلب یہ جوابات سن کر ہی ہدایت پر آ جائے جواب دئے جاتے ہیں۔

اصل سوالات احادیث مجدد ین پر ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

ان اللہ یبعث لھذہ الا مۃ علی رأس کلمأۃ من یجدد لھا د ینھا (مشکوۃ کتاب العلم)۔ ترجمہ: اللہ تعالی اس امت (محمد یہ) کے لئے ہر صدی کے سر پر ایسے لوگ پیدا کریگا جو دین کو تازہ کریں گے۔

اس حدیث میں لفظ مــن گو مفرد ہے مگر حکم جمع میں ہے۔ بعد اس حدیث اور ترجمہ کے سائل کا سوال سنو۔ سائل پوچھتا ہے:

مجدد ین والی بشارت میں ایسے الفاظ آتے ہیں جن کا ترجمہ، ہر صدی کے بعد، ہے یا ایسے الفاظ آئے ہیں جن کا ترجمہ، ہر صدی کے سر پر، ہے کیا بشارت کا مفہوم یہ ہے کہ مجدد ہر صدی کے اندر ہوگا خواہ نصف صدی میں ہو یا اخیر صدی میں یا اس بشارت میں کوئی زمانی قید لگائی گئی ہے جس کی رو سے یہ ضروری ہے کہ مجدد ہر صدی کے شروع میں ہو۔ (بدر قادیان ۱۵ دسمبر ۱۹۱۰ء ص ۵ کالم ۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حدیث مع ترجمہ کے اوپر لکھ چکا ہوں، ہر صدی کے سر پر، اس لفظ کی تفسیر میں چونکہ اختلاف ہے کہ صدی کا پہلا حصہ مراد ہے، یا آخری (ملاحظہ ہو مرقاۃ شرح مشکوۃ) اس لئے میں نے مجمل سا لفظ لکھ دیا۔

۲۔ جب قرآن وحدیث موجود ہیں، تو مجددین کی بشارت کیوں دی گئی، اور تجدید دین سے کیا مراد ہے۔

جواب: اس سوال کا جواب خود ایک حدیث شریف میں ہے۔ بہتر ہے کہ بجائے اپنا جواب دینے کے ہم وہی حدیث نقل کردیں۔ غور سے سنئیے:

فطوبى للغرباء الذين يصلحون ما افسد الناس من سنتي

یعنی جو لوگ میری بگڑی ہوئی سنت (نبوی) کو سنواریں گے، یعنی لوگوں سے بدعات دور کر کے اصل سنت پر ان کو لاویں گے، انکو مبارک ہو۔

گو اس حدیث کا سیاق مصلحین کی خوش خبری کے لئے مگر ضمناً مجددین کے آنے کی علت بھی سمجھی جاتی ہے کہ وہ لوگوں کے خیالات فاسدہ کی جو کتاب وسنت کے مخالف ہوں گے اصلاح کرنے کو آئیں گے۔ یعنی وہ اپنی شخصیت کو دین میں داخل نہ کریں گے بلکہ وہ اسی دین کی تعلیم اور تبلیغ لوگوں کو کریں گے جو پیغمبر ﷺ قرآن وحدیث میں صاف صاف چھوڑ گئے تھے۔ یہاں تک کہ وہ یہ بھی نہ کہیں گے جو مجھ کو مانے گا وہی نجات پائے گا جو منکر ہوگا وہ کافر ہوگا، کیونکہ ایسا کہنے سے ان کی شخصیت کا دخل اسلام میں ہونا لازم آتا ہے، مگر مجددین ایسا نہ کریں گے۔ بلکہ وہ محض اتباع سنت لوگوں کو سکھاویں گے جس کی مثال مولانا اسماعیل شہید اور مولانا سید نذیر حسین وغیرہ رحمة الله عليهم ہیں۔

نمبر ۳ میں سائل لکھتا ہے: جب مجدد کا آنا خدا کا فضل اور اس کی ایک نعمت ہے اور آنحضرت ﷺ اس کے آنے کی مسلمانوں کو بشارت دیتے ہیں، تو اس بات کے پوشیدہ رکھنے میں کہ وہ مجدد کون ہے، حکمت الٰہی کیا ہے۔ اور ایسا اخفاء و اما بنعمة ربك فحدّث کے موافق ہے یا مخالف۔

جواب: مجدد کے نامعلوم رکھنے میں غالباً وہی حکمت ہے جو لیلۃ القدر کے نامعلوم رکھنے میں ہے تاکہ اس شوق میں بہت لوگ تجدید اور احیاء سنت کریں کہ ہم بھی خدا کے نزدیک مجدد کا درجہ پاویں گو دنیا میں معلوم نہ ہو (یاد رہے کہ علم یقین کو کہتے ہیں اور ایسے امور میں بغیر اخبار صاحب وحی کے یقین نہیں ہوسکتا) بنعمة ربك فحدث میں وہ نعمت مراد ہے جس کا علم بھی ہو۔ علم کے لئے جو ذریعہ ہے وہ ہم نے بتلا دیا کہ صاحب وحی کے اخبار اور اعلام کے بغیر نہیں ہوسکتا۔

سوال۴۔کیا آپ کوئی ایسی دلیل عقلی یا نقلی پیش کر سکتے ہیں جس سے مجدد کا معلوم ہونا محال ثابت ہو؟

جواب: محال تو میں نے بھی نہیں کہا البتہ جو کہا ہے اس کا ثبوت بھی مختصر دے دیا۔

سوال ۵۔اگر کسی مجدد کی خدمات کا لوگوں کو اعتراف ہو تو اس اعتراف کو آپ آوازہ خلق نقارہ خدا کہہ کر غالباً صحیح مانتے ہیں۔مگر براہ مہربانی یہ بھی تحریر فرمائیے کہ آپ کے نزدیک کتنے لوگوں کا اعتراف آوازہ خلق نقارہ خدا پا کر صحیح مانے جانے کے قابل ہے۔

جواب: آوازہ خلق میں نہ خلق کی تعداد معتبر ہے، نہ عدم تعداد۔ جتنے بھی ہوں انشاء اللہ نقارہ خدا ہو سکتے ہیں بشرائط ذیل۔

الف: صاحب دیانت وامانت ہوں۔

ب۔مجدد میں منصب مجددیت کی کسی طرح نقیض متحقق نہ ہو۔

یعنی وہ فرد صاحب دیانت وامانت اور راست گو، راست رو، مخلص متبع سنت ہو۔ ورنہ کہا جائے گا مدعی سست گواہ چست

سوال ۶: امام ربانی مجدد الف ثانی نے مکتوبات جلد۲ مکتوب چہارم میں بڑے زورشور سے بایں الفاظ مجدد ہونے کا دعوی کیا۔صاحب ایم علوم ومعارف مجدد ایں الف است

اورحضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے تفہیمات الہیہ میں امامت وغیرہ کا دعوی علی الاعلان اس طرح پیش کیا ہے:

فهمنى ربى جل جلاله انا جعلناك اماما هذا الطريقه واوصلناك ذروة سنامها و سدد طرق الوصول الى حقيقت القرب كلها اليوم غير طريقة واحدة و هو محبتك و الانقياد لك۔

یعنی میرے رب نے مجھے مطلع فرمایا ہے کہ میں نے تجھے اس طریقہ کا امام مقرر کیا اور اس کی اعلی بلندی تک پہنچایا اور ہم نے ...کے روز سے باقی سب طریقوں کو حقیقت قریب تک پہنچنے سے مسدود

کر دیا بجز اس طریقہ کے جو تجھے دیا گیا اور وہ ایک ہی طریقہ ہے جو کھلا رکھا گیا ہے لوگوں کو چاہیے کہ تجھے محبت کریں اور تیری فرمان برداری کو ذریعہ نجات سمجھیں

اب سوال یہ ہے کہ ان دونوں صاحبوں نے جو مجددیت و امامت کا دعوی علی الاعلان کیا یہ دعوی ان کا سچا تھا یا جھوٹا۔

جواب: حضرت مجدد کا کلام سائل نے سمجھا نہیں۔ حضرت مجدد کا مطلب اپنے لئے اظہار دعوی نہیں ہے بلکہ عام طور پر اس مسئلہ کا بیان کرنا مقصود ہے کہ جس کو ایسے علوم حاصل ہوں، آں مجدد این الف است۔ چنانچہ اس خط کا شروع ہی اس طرح ہے۔ درمیان آنکہ علم الیقین وحق الیقین ..الخ ، وبیان آنکہ صاحب ایں علوم مجدد این الف است۔ اس مکتوب میں مجدد کے علوم کا بتلانا مقصود ہے نہ کہ اپنا دعوی۔ معلوم ہوتا ہے کہ سائل کو مرزا غلام احمد قادیانی کی محبت جو غالب ہے اسلئے بحکم حبك الشيء يعمي و يصم عبارت نہیں سمجھ سکے۔

تفہیمات الٰہیہ بوجہ غیر مطبوع ہونے کے میرے پاس نہیں، ورنہ اسے بھی دیکھ لیتے۔ تاہم جو عبارت منقول ہے اس میں مجددیت کا دعوی نہیں ہے بلکہ امامت کا ہے۔ امامت اور مجددیت میں بہت فرق ہے۔

آپ کے جوابات تو ہم نے اپنے ناقص علم کے مطابق دے دئے جن کا قبول کرنا نہ کرنا آپ کا کام ہے۔ ہماری اس محنت کے عوض میں کیا آپ ہمیں اجازت دیں گے کہ ہم بھی آپ سے چند سوال کریں غور سے سنیں۔

۱۔ جو شخص اپنے الہاموں خصوصاً تحدی کے الہامات میں جھوٹا ثابت ہو وہ بھی مجدد ہو سکتا ہے؟

۲۔ ایسا شخص بھی مجدد ہو سکتا ہے جو علوم شرعیہ میں یہاں تک ناقص ہو کہ ایک کتاب میں تو مسیح کی حیات اور دوبارہ آنے کا اقرار کرے مگر دوسری تصنیف میں اس عقیدے کو شرک قرار دے؟

۳۔ ایسا شخص بھی مجدد ہو سکتا ہے جو کسی شخص کے پندرہ مہینوں میں مرنے کا الہام تحدی سے شائع کرے مگر وہ پندرہ سے دو سال زائد گذار کر مرے؟

۴۔ کیا ایسا شخص بھی مجدد ہو سکتا ہے جو کسی کے مرنے کی پیش گوئی ۱۵ مہینوں کی کر کے آخر میں کہدے کہ پندرہ مہینوں کی تہدید کیوں، دیکھتے ہو آخر مر تو گیا گو دو سال بعد مرا؟

۵۔کیا ایسا شخص بھی مجدد ہوسکتا ہے جو اعلان شائع کردے کہ تین سال کے عرصہ میں میرا اور میرے مخالفوں کا قطعی فیصلہ ہوجائے گا اگر نہ ہوتو میں کافر،مردود شیطان دجال۔غرض جملہ خرابیوں کا مجموعہ۔مگر کوئی نمایاں فیصلہ نہ ہوا۔

۶۔ایسا شخص بھی مجدد ہوسکتا ہے جو بطور تحدی شائع کرے کہ فلاں عورت سے میرا نکاح نہ ہوتو میں تمام مخلوق سے بدتر سمجھا جاؤں۔مگر اسی حسرت میں مقبور ہوگیا

۷۔کیا ایسا شخص بھی مجدد ہوسکتا ہے جو شائع کردے کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی تین سال کے عرصہ میں تباہ ہوجائے گا مگر اس عرصہ میں وہ تو زندہ رہے اور خود چلدے۔

۸۔کیا ایسا شخص بھی مجدد ہوسکتا ہے جو یہ شائع کردے کہ میرا مرید (عبدالکریم) اس بیماری میں اچھا ہوجائے گا مگر وہ اسی بیماری میں بری طرح تکلیف اٹھا کر مرجاوے۔

۹۔کیا ایسا شخص بھی مجدد ہوسکتا ہے جو شائع کردے کہ فلاں شخص میرے مقابلہ کے لئے قادیان نہیں آئے گا مگر جب جا پہنچے تو آپ حرم سرا سے باہر نہ نکلے۔

۱۰۔کیا ایسا شخص بھی مجدد ہوسکتا ہے کہ جو کسی خاص شخص کی بابت خدا کے حکم سے شائع کرے کہ وہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں اپنے دعوی میں جھوٹا مگر وہ شخص تو زندہ ہوا اور وہ خود چلدے۔

تلك عشرة كاملة

امید ہے صادق اٹاوی اور صادق بھیروی وغیرہ سب مل کر ان سوالات کو رفع کرنے کی کوشش فرمائیں گے مگر یہ خیال رکھیں کہ سامنے کون ہے۔

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ جنوری ۱۹۱۱ء ص ۱۔۳)

تذکرہ مرزائیہ

جناب مولانا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے مضمون مندرجہ اہل حدیث مورخہ ۹۔۱۶ دسمبر ۱۹۱۰ء (مرزائیوں کوکس لقب سے پکارا جائے) کے جواب میں کبیر الدین احمد (احمدی) سکرٹری انجمن احمدیہ لکھنؤ نے ایک کارڈ لکھا ہے جس کا مضمون میرے علم وفہم سے بالاتر ہے۔ چونکہ جناب والا مرزائیوں کے بھیدی ہیں لہذا یہ خیال کر کے کہ، گونگے کی بولی گونگے کی مان ہی خوب سمجھتی ہے، یہ اصلی کارڈ خدمت اقدس میں روانہ کر کے التماس ہے کہ جناب ہی اس کا منشاء سمجھ کر جواب تحریر فرماویں۔ احقر العباد قائم الدین نقشہ نویس۔ وھو ہذا:

قائم کیجئے لقب اپنا بطور تفاول کے لفظ محمدی واحمدی پر اور اسی طرح رکھا اپنا نام مسیح موعود نے غلام احمد اور مسیح موعود آپ اس لئے ہوئے کہ علما امتی کانبیاء بنی اسرائیل اور نور الدین اس لئے کہ آپ نے دین محمدی کو ایسے وقت میں خوب چمکایا جیسا چمکتا ہوا نشان مارے جانے لیکھ رام آریہ کا مشہور ہے۔ باقی مفصل جواب آپ کو اخبار بدر میں۔

خاکسار کبیر الدین احمد (احمدی سکرٹری انجمن احمدیہ لکھنؤ)

اڈیٹر اخبار اہل حدیث امرتسر لکھتے ہیں:

کارڈ ہذا کا مطلب دربطن شاعر، ہاں جہاں تک غور کیا جاتا ہے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ مرزا صاحب کا نام باوجود غلام احمد کے احمد بطور فال نیک ہے اور وہ مسیح موعود اس لئے ہیں کہ حضرت کی امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں جیسے ہیں۔

خلاصہ اسکا یہ ہے کہ چاول چونکہ سفید ہیں لہذا زمین گول ہے پس اب آپ سمجھیں کہ مطلب کیا ہوا افسوس یہ جماعت دینداری میں بہک گئی۔ جو بدکاری میں بہکتے ہیں ان کا علاج تو آسان ہے کہ کسی

خوش بیان واعظ اور فصیح متکلم کے بیان سے ممکن ہے متاثر ہو کر ہدایت یاب ہو جائیں۔ مگر جو لوگ دین داری میں بہکتے ہیں ان کا علاج مشکل ہے۔ ان لوگوں کو یہ سوچ نہیں کہ جس نیو (بنیاد) پر ہم قلعے بنا رہے ہیں وہ مضبوط ہے یا خام۔ وہ نیو مرزا صاحب کے دعوی کی تصدیق ہے۔ اس بارے میں زیادہ کہنے سننے کی حاجت کیا ہے مرزا صاحب نے (بقول خود) خدا کے حکم سے اور اس کی ماموری حیثیت سے یہ فیصلہ شائع کیا کہ مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا۔ پھر کیا ہوا۔ سب کو معلوم ہے۔

ہاں ہم مانتے ہیں کہ اس جماعت میں بعض لوگ نیک دل اور نیک نیت بھی ہیں مگر نیک نیتی کے ساتھ سادہ لوحی بھی ہے، جو ان کو ادھر ادھر پھرا رہی ہے۔ خدا ان کو سمجھ دے۔ آمین

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ جنوری ۱۹۱۱ء ص ۶)

حکیم نورالدین گھوڑے سے گرے

اور نقاش کی پیش گوئی پوری ہوئی

حکیم نورالدین صاحب (خلیفہ قادیان) ۱۸ نومبر کو گھوڑے پر سے گر پڑے جس سے ان کو آنکھ کے پاس سخت زخم پہنچا جس کا اقرار آپ کا خادم بدران الفاظ میں کر چکا ہے:

جناب امیر المومنین علامہ نورالدین جمعہ کے روز (۱۸ نومبر ۱۹۱۰ء) خان محمد علی خان صاحب کی کوٹھی سے واپس آتے ہوئے گھوڑی بدکنے سے الحکم پریس کے پاس نیچے آرہے ابرو کے اوپر ایک زخم آیا ہڈی پر ضرب نہیں آئی اور کچھ چوٹیں بھی لگیں۔ (اخبار بدر قادیان ۲۴ نومبر ۱۹۱۰ء)

مرزا جی کے مرید دعوی کرتے ہیں کہ حکیم صاحب کے اس گرنے کی پیش گوئی مرزا جی نے کی تھی۔ مگر یہ دعوی ان کا بالکل جھوٹ ہے کیونکہ وہ اس کا کوئی تحریری ثبوت پیش نہیں کر سکے۔

اب ہم بتلاتے ہیں کہ حکیم جی، مرزا جی کی پیش گوئی سے نہیں، بلکہ نقاش (مولانا ظفر علی خان نے ایک

مضمون نقاش کے قلمی نام سے لکھا تھا جو اہل حدیث امرتسر میں شائع ہوا تھا۔ افسانوی انداز کے اس مضمون میں مرزا صاحب کے ایک غبارہ میں سوار ہو کر قادیان میں اترنے کی کیفیت بیان ہوئی تھی۔ اور حادثہ یہ پیش آیا تھا کہ غبارہ کی پرواز ناکام ہو گئی تھی اور مرزا صاحب مع ان حواریوں کے جوان کے ساتھ سوار تھے، دھڑام سے زمین پر آ گرے تھے اور مختلف حضرات کو مختلف قسم کی چوٹیں آئی تھیں۔ بہاء) کی پیش گوئی کی وجہ سے گرے ہیں۔ وہ پیش گوئی نقاش نے اپنے اس مضمون میں کی تھی جو اہل حدیث میں، نزول مسیح قادیانی یکم اپریل ۱۹۱۰ء، کے عنوان سے ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا تھا جس میں ظاہر کیا گیا تھا کہ حکیم الامت تاریخ بالا میں غبارہ سے گریں گے اور ان کو ایسی چوٹ لگے گی کہ ان کی آنکھ زخمی ہو جائے گی۔ چنانچہ اس پیش گوئی کے اصل الفاظ یہ تھے:

حکیم الامت کی آنکھ میں ایک کھچی گھس گئی اور ڈھیلا پچی ہو گیا (۲۸ جون ۱۹۰۷ء)

گویا اس پیش گوئی اور اس کے عنوان کے الفاظ کا جامع مطلب یہ تھا کہ

۱۔ حکیم صاحب یکم اپریل ۱۹۱۰ء کو جب کہ حاضر باشان قادیان دارالامان ہوں گے
۲۔ غبارہ سے منارۃ المسیح پر اترتے ہوئے گر پڑیں گے
۳۔ اور اس صدمہ جانکاہ سے آپ کی ایک آنکھ نکمی ہو جائے گی

اب قابل غور یہ امر ہے کہ کیا نقاش کی یہ پیش گوئی واقعی پوری ہو گئی ہے، اور اسے سچی کہتے ہوئے کوئی اعتراض تو عائد نہیں ہو سکتا۔

اسکا جواب یہ ہے کہ یہ پیش گوئی منہاج نبوت مرزائیہ کے رو سے بالکل صحیح اور لاریب سچی ہے۔ لہذا اس کی تصدیق میں مرزائیوں کو ہرگز کلام نہ ہونا چاہیے۔ غیروں کو ہو تو ہو اور نہیں کیا کوئی اپنا سر کھائے کیونکہ اس میں قابل غور (یا عوام کو اس پیش گوئی کے وقوع میں شبہ ڈالنے والے) تین امر ہیں جن پر ہم نے نمبر لگائے ہیں

پس سنیئے کہ منہاج نبوت قادیانی کی رو سے پیش گوئی اگر وقت مقررہ سے پیچھے جا پڑے تو پیش گوئی کی سچائی میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا۔ دعوی کی دلیل یہ ہے کہ جب آتھم پندرہ ماہ کے اندر (جو قادیانی پیش گوئی میں اس کی موت کی میعاد مقرر تھی) نہ مرا، اور مقررہ مدت سے دو سال بعد فوت ہوا تو مرزا جی نے اس شبہ کو یوں رفع کر دیا کہ کچھ مضائقہ نہیں آتھم پندرہ ماہ میں اگر نہیں مرا تو دو سال بعد سہی آخر مر تو گیا۔ ہماری پیش گوئی کی صحت میں

اس سے کوئی حرج نہیں آیا۔ (دیکھو حقیقۃ الوحی ص ۱۸۵) ۔نقاش کی پیش گوئی بھی بجائے یکم اپریل کے ۱۸۔نومبر کو ظہور پذیر ہوئی تو کوئی عیب نہیں۔مدت کا کیا ذکر آخر پیش گوئی کا وقوع تو ہو گیا خواہ ۷ ماہ بعد ہی ہوا۔

امر دوئم کی تصدیق کے متعلق قادیانی نبوت میں ہم کو جلی قاعدہ ملتا ہے کہ پیش گوئی کی ایک ٹانگ پوری ہو جائے تو ساری پیش گوئی کو سچا سمجھنا چاہیے چنانچہ جب آپ نے منکوحہ آسمانی کے باپ اور خاوند کے متعلق تین سال کے اندر اندر مرنے کی پیش گوئی شائع کی مگر اسکا خاوند اس مدت کو گذار کر آج تک نہ مرا تو مرزا جی نے فرما دیا کہ پیش گوئی کی دائیں ٹانگ تو احمد بیگ تھا جس کے مرنے سے ہماری پیش گوئی بموجب یصبکم بعض الذی یعدکم سچی ہو گئی (حقیقۃ الوحی۔ص ۱۹۰) پس اسی طرح نقاش کی پیش گوئی کی ایک ٹانگ حکیم الامت کا گرنا تھا جو بموجب قاعدہ بالا مرزائیہ کے پیش گوئی کے سارے حصہ کا مصدق ہے خواہ آپ گھوڑی سے ہی گرے لیکن گرے تو سہی۔گرنے میں تو کسی کو کلام نہیں جیسے مرزا احمد بیگ کا داماد آج تک نہیں مرا اور اس کی موت کی پیش گوئی دائیں ٹانگ کے ٹوٹ جانے (یعنی احمد بیگ کے مر جانے سے) سے صحیح ہو گئی اسی طرح حکیم الامت گو غبارہ سے نہ گرے لیکن یہ نقاش کی پیش گوئی تو اپنی دائیں ٹانگ (یعنی حکیم الامت کا محض گرنا) کے واقع ہو جانے کی وجہ سے بالکل صحیح اور سچی ہے۔

اب باقی فیصلہ طلب ایک ہی بات رہ گئی اس کے حل کرنے کا سہل قاعدہ یہ ہے کہ مرزا جی نے بلا کسی دلیل اور قرینہ کے جب غلام (احمد) کے معنی آقا (احمد) تھے اور دمشق کے کے معنی قادیان کر لئے ہیں تو پھر اسی قابل قدر اصول مرزائیہ کو ملحوظ رکھ کر ہر شخص نقاش کی پیش گوئی کے لفظ ،آنکھ، کے معنی بلا کسی مزید غور اور تامل کے ،ابرو، کر سکتا ہے اور پھر قادیانی مسیح کے کسی خادم کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ سنت مرزائیہ پر عامل ہونے کا دعویدار ہو کر اس پیش گوئی کے وقوع میں کوئی شک یا کسی قسم کا اعتراض کرے۔

مرزا جی کے حواریو! اور حکیم الامت کے جاں نثار فدائیو! سنتے ہو، یہ ہیں منہاج نبوت مرزائیہ کی کرشمہ سازیاں۔خفا نہ ہونا کیونکہ آپ ہی کے موضوعہ سنہری اصولوں سے یہ پیش گوئی سچی ثابت ہوئی اس میں ہماری کوئی اختراع نہیں بلکہ: عطائے تو بلقائے تو۔

اب نقاش صاحب نے بھی اگر اپنے لئے مسیحیت و مہدویت کا یا اس سے بڑھ چڑھ کر کوئی دعوی کر

ناہوتوان کے واسطے یہ اچھاموقع ہے کیونکہ وہ مرزاجی کے منہاج نبوت سے بالکل صادق مصدوق اور سچی پیش گوئی کرنے والے ثابت ہوگئے ہیں اور کیا عجب کہ ان کے ..(آخری سطر پڑھی نہیں جاتی۔شاید اڈیٹر اہل حدیث کا مضمون ہے۔بہاء)۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ جنوری ۱۹۱۱ء ص ۵۔۶)

الہ آباد کی مذہبی کانفرنس میں قادیانی لیکچر

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

الہ آباد میں مذاہب کی کانفرنس تھی۔میں نے اور برادرم مولوی محمد ابراہیم صاحب دونوں نے الگ الگ درخواستیں بھیجی تھیں۔اور خیال تھا کہ الہ آباد نمائش کے جلسہ کے بعد ہی شریک کانفرنس ہونگے۔مگر تقدیر سے ۹۔۱۰۔۱۱ جنوری کانفرنس کی مقرر ہوئی،تو ۹۔۱۰ ہی جلسہ آرہ کی،جس میں ہماری شرکت بہت ضروری تھی۔اس لئے کانفرنس مذاہب میں اسلامی فرقوں کی جانب سے بجز قادیانی مشن کے کوئی شریک نہ ہوسکا جس پر قادیانی مشن بڑا ناز کرتا ہے کہ ہم نے ایسا بڑا کام کیا ہے۔

اس میں تو شک نہیں کہ قادیانی مشن بھی اگر نہ جاتا،تو ہندوستان کے تمام اہل اسلام کی سخت بدنامی تھی کہ ایسے بڑے ملک میں جہاں مسلمان کروڑوں کی تعداد میں ہیں،کوئی وکیل شامل جلسہ نہ ہوا۔اس لحاظ سے تو قادیانی قابل شکریہ ہے،مگر دیکھنا یہ ہے کہ قادیانی وکیلوں نے اسلام کی کیا وکالت کی۔دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ عربی اسلام کی وکالت کی یا قادیانی اسلام کی۔یہ بات لیکچر کے دیکھنے سے معلوم ہوسکتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔لیکچرار کہتا ہے:

۱۔اسلام کی بڑی فیاضی یہ ہے کہ اس نے سب برگزیدوں کی تعظیم کا حکم دیا ہے وید مقدس انجیل گیتا رام چندر کرشن بدھ اور دیگر انبیاء کو تسلیم کیا ہے خدا نے وسط پنجاب میں ایک مصلح (مرزا قادیانی) بھیجا جو مسلمانوں کے لئے مہدی عیسائیوں کے لئے مسیح موعود اور ہندوؤں کے لئے کرشن ہوکر آیا (سکھوں

کے لئے گرونانک بھی ہو جاتا تو یہ کہنے کا موقع ملتا: آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری۔اڈیٹر اہل حدیث) قرآن نے اپنے اندر تمام صداقتوں کو جمع کیا جو ویدمیں، بائیبل میں اور دیگر کتب مقدسہ میں تھیں۔ اسلام کہتا ہے جو کوئی خدا کی راہ میں کوشش کرتا ہے وہ خدا کی ہم کلامی کا رتبہ حاصل کرتا ہے۔ یہ صداقت (خدا کی ہم کلامی) قرآن کریم نے بڑے صریح الفاظ میں تعلیم کی لیکن زمانہ حال کے مادی خیالات جو اس تمام تشکک اور توہم کے ذمہ دار ہیں جو چاروں طرف ہم دیکھ رہے ہیں اسقدر زبردست تاثیر رکھتے ہیں کہ یہ صداقت بھی حوالہ نسیان ہو کر الہام کو فسانہ کے رنگ میں لے آتے جیسا کہ اس وقت یورپ میں ہو چکا ہے اگر اس صدی کے سر پر موعود مجدد نہ آتا۔ خدا نے پنجاب میں احمد کو پیدا کیا جس نے ہم جنسوں کے آگے اپنا نمونہ پیش کیا اس نے دکھایا کہ قرآن کریم کی کامل اطاعت اور سنت نبوی کی کامل متابعت نے بحوائے آیہ کریمہ ومن یطع اللہ و الرسول فاولئك مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین و الصدیقین و الشھداء و الصالحین۔ اسے خداتعالی کے اعلی سے اعلی انعام کا جس کا نام الہام ہے وارث کیا۔ اس نے ظاہر کیا کہ یہ دروازہ ہر ایک کھٹ کھٹانے والے کے واسطے کھلا ہے۔ یہی اعلی سے اعلی نصب العین انسان کا ہونا چاہیے اور یہی بلند سے بلند منزل مقصود انسانی کوشش کی ہے اسی امر کے حاصل کرنے کے واسطے اسلام نامعلوم وقتوں سے دنیا میں آ کر حضرت محمد ﷺ کے ہاتھ پر مکمل ہوا خدا کے خاص الخاص درود اور سلام اس پر ہوں۔،

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ فرماتے ہیں:

اس بیان سے ناظرین ہمارے ایک پرانے دعوی کی تصدیق پا سکتے ہیں کہ قادیانی علم کلام اور اسلامی حمایت کا خلاصہ ایک ہی جملے میں آ سکتا ہے کہ:

اسلام ایسا مذہب ہے جو جناب مرزا غلام احمد قادیانی جیسے پاکیزہ انسان پیدا کر سکتا ہے۔

پس سارا زور مرزا صاحب کی ذات والا صفات پر ٹھہرا۔ اس لئے میں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ قادیانی مشن سے جب کبھی مباحثہ ہو، تو اس کا اور اس کے مخالف کا یہی فرض ہونا چاہیے کہ وہ مرزا صاحب کی ذات خاص سے بحث کریں۔ بعد تحقیق کامل مرزا صاحب قادیانی اپنے دعوی میں واقعی سچے ثابت ہوں تو ان کا خاص

دعوی بھی ثابت اور (بقول ان کے) اسلام بھی ثابت۔ یہی وجہ ہے کہ ریاست رام پور میں ہم نے اسی پر زور دیا تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے منصب پر بحث ہو مگر قادیانی مشن اپنے ضعف کو محسوس کر کے اس بحث سے طرح دیتا رہا آخر کار یہ ہوا کہ رام پور کو مخاطب کر کے یہ کہتا ہوا فرار ہوا کہ:

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے ہیں لیکن
بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

تعجب ہے کہ ادھر تو قادیانی مشن للکارتا ہے اور اسلام کی صداقت کی دلیل اسی کو بتلاتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب جیسے باکمال آدمی اسلام ہی کی تابعداری سے بن سکتے ہیں، ادھر ہر اس تحقیق سے جی چراتا ہے ۔کیا مخالف اسلام کا حق نہیں کہ قادیانی مشن کا یہ دعوی (کہ اسلام کی تعلیم سے ایسے باکمال آدمی پیدا ہو سکتے ہیں) سن کر تحقیق کی غرض سے سوال کرے کہ مرزا صاحب قادیانی میں کیا کمال تھا؟ اگر مخالف کا یہ حق ہے تو پھر اس کے جواب سے جی چرانا کون سی دانائی ہے؟

قادیانی دوستو! تمہاری منطق یہی فتوی دیتی ہے کہ جس امر پر دلیل کا دارو مدار ہو اس کی تحقیق نہ کی جائے۔کیا علم منطق کا یہ اصول غلط ہے مقدمة الوا جب وا جب ۔پھر کیوں اس مبحث سے جی چرا کر خواہ مخواہ وفات حیات مسیح کی بحث کو چھیڑا کرتے ہو جو منتج بھی نہ ہو۔ ہو تو دیر بعد ہو۔ بعض اوقات تو محض دفع الوقتی کے لئے صرف اسی مسئلہ (وفات مسیح) پر کل دارو مدار رکھا جاتا ہے حالانکہ مدار دلیل مرزا غلام احمد صاحب کی حیثیت پر ہے اور بس۔

لیکچر کے مضمون کی خوبی کی بابت کہنے سننے کی کچھ حاجت نہیں۔ عیاں را چہ بیان ۔ بڑی بات یہی ہے کہ لیکچرار نے اسلام کی صداقت میں مرزا صاحب کی شخصیت کو پیش کیا ہے۔اس لئے ہمارا حق ہے کہ ہم اس سے بحث کریں۔مگر نہ اس لئے کہ ہمیں اسلام کی صداقت کا آزمانا مقصود ہے بلکہ اس لئے کہ لیکچرار نے اس کو ناقابل بحث قرار دیا ہے۔اسلام کی صداقت کے دلائل تو ہمارے پاس جدا ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب کی شخصیت کی بابت ہم کو ایک بات کھٹکتی ہے کہ اعلی حضرت کو جھوٹ بولنے سے نفرت نہ تھی بلکہ رغبت تھی۔قادیانی دوست اجازت دیں گے تو ہم اس موضوع پر کچھ لکھیں گے۔قادیانی

مشن میں بھی کذب بیانی اور دروغ گوئی کوئی جرم ہے تو امید ہے ضرور اجازت دیں گے۔ ایسا نہ ہو جواب ملے کہ حضرت خلیفۃ المسیح اجازت نہیں دیتے۔ کیوں:

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ فروری ۱۹۱۱ء۔ ۲۴ صفر ۱۳۲۹ھ نمبر ۱۷ جلد ۸۔ ص ۱۔۲)

(اس شمارے کے ٹائٹل پر غلط تاریخ یوں درج ہے۔ ۲۴ جنوری ۱۹۱۰ء)

قادیانی اصطلاح میں خاتم النبیین

حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جب سے ہمارے اصل مخاطب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس جہان سے تشریف لے گئے ہیں ہمیں تو قادیانی مشن کے مباحث سے دل چسپی نہیں رہی کیونکہ مرنے والے نے ان مباحث کا اچھی طرح سے فیصلہ کر دیا۔ ہمارے اعتقاد میں جو ہم بلا خوف لومۃ لائم ظاہر کرتے ہیں یہ ہے کہ واقعی خدا تعالی ہی نے مرزا غلام احمد صاحب سے فیصلہ کی یہ دعا شائع کرائی تھی کہ ہم دونوں (مرزا قادیانی اور ثناء اللہ امرتسری) میں سے جھوٹا پہلے مرے گا۔ جو خدا نے محض اپنے فضل سے قبول کر کے بندگان امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوۃ و التحیہ کو ہمیشہ کے لئے ان مخمصوں سے نجات دلائی۔ الحمد للہ۔

باوجود اس صاف اور قطعی فیصلے کے ہم کیوں قادیانی مباحث کا ذکر کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ گاہے ماہے قادیانی اخباروں میں ایسے مضامین مسائل کی صورت میں شائع ہوتے ہیں جن سے غلط فہمی لگ جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ۲۶ فروری کے اخبار بدر قادیان میں ایک مضمون خاتم النبیین پر نکلا ہے جو اسی قسم کا ہے۔

راقم مضمون مولوی سرور شاہ صاحب ہیں جو ایک زمانہ مدرسہ دیوبند میں میرے ساتھ پڑھتے تھے مگر آج کل قادیان میں مدرس یا واعظ ہیں۔ غرض قادیانی جماعت میں ایک مقتدر بزرگ ہیں۔ میرا گمان ان کی

نسبت باوجود قادیانی ہونے کے بھی نیک تھا۔ میری زندگی میں مرزا صاحب قادیانی کے انتقال کرنے پر بھی جو لوگ اڑے رہے چونکہ میں ان سب سے بدگمان ہوں، اس لئے افسوس ہے کہ میں اپنے اس پرانے دوست کلاس فیلو کی نسبت بھی وہ حسن ظن نہیں پاتا جو اس سے پہلے تھا۔

بہر حال کچھ بھی ہو ہمیں ان کی نت سے بحث نہیں بلکہ اس مضمون سے بحث ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

خاتم النبیین کے لفظ سے لوگوں کو بڑی ٹھوکر لگی ہے آیت ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین پر آپ خوب غور کریں اور دیکھیں کہ اگر خاتم النبیین کے صحیح معنی یہ ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ پر نبوت کا سلسلہ بند کر دیا تو اس آیت میں اس جملہ؟ کے فرمانے کا موقعہ اور محل کیا تھا؟ خاتم النبیین سے بالاتفاق اعزاز متصور ہے مگر کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ کسی سلسلہ انعامات کے محض اخیر پر آنے میں کون سا اعزاز ہے؟ انبیاء کے مختلف مدارج ہوا کرتے ہیں پھر ان کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جو نئی شریعتیں لائے اور دوم وہ جو صاحب شریعت نبیوں کے مددگار تھے یا جنہوں نے موجودہ شریعتوں کی تائید اور تجدید کی مثلاً حضرت موسی صاحبِ شریعت تھے ہارون آپ کے تابع اور مددگار تھے۔ خود صاحب شریعت نہ تھے۔ اسی طرح حضرات موسی اور عیسی کے درمیان سینکڑوں نبی محض موسوی شریعت کی تجدید کے لئے آئے اس قسم کے انبیاء کا یہ منصب ہوا کرتا ہے کہ امتداد زمانہ کے بعد وقتاً فوقتاً جو غلطیاں اور آمیزشیں دین الٰہی میں داخل ہو جاتی ہیں ان کو اپنے اپنے زمانے میں الگ کر کے خالص دین الٰہی کو پھر قائم کرتے رہیں امت مرحومہ محمدیہ بھی ایسے فتنوں سے محفوظ نہیں اس لئے اللہ جل شانہ کا وعدہ ہے کہ اس امت میں بھی وقتاً فوقتاً برگزیدہ بندے پیدا ہوتے رہیں گے جو ایسے فتنوں کا استیصال کیا کریں گے کیونکہ اللہ تعالی کا وعدہ ہے انا لہ لحافظون۔ چودھویں صدی میں یہ منصب ہمارے اعتقاد میں حضرت مرزا صاحب کو عطا ہوا ہے ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء (بدر ۱۶ فروری ۱۹۱۱ء)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اس سارے مضمون کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی شان والا شان میں جو خاتم النبیین کا لقب آیا

ہے اس سے یہ مراد ہے کہ آنحضرت ﷺ منصب نبوت میں اعلیٰ کمال پر تھے یہ نہیں کہ بعد آنحضرت ﷺ کے کوئی نبی نہ ہو بلکہ ہوسکتا ہے کہ آپ کے بعد کوئی شخص منصب نبوت پر قائم ہو لیکن آنحضرت ﷺ کی تابعداری میں چنانچہ بقول راقم مضمون مرزا صاحب قادیانی اسی قسم کے نبی تھے ہاں ایسا نبی کوئی نہ آئے گا جو آپ کے ہم رتبہ یا آپ سے بڑا ہو۔ چنانچہ یہ رتبہ (منصب نبوت بقول راقم مضمون) مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو ملا تھا۔ پھر اس خصوص کو عام کرتے ہیں:

حضرت نبی کریم ﷺ کے بعد آپ کے تابع فرمان بندوں میں سے بعض کا منصب نبوت کو پالینا میرے خیال میں اہل اسلام کے لئے باعث فخر ہے مقام اعتراض نہیں۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مضمون کا مطلب تو غالبًا ناظرین اہل حدیث خوب سمجھ گئے ہونگے۔ اب ہم ہاتھی کے اندر کے دانت دکھاتے ہیں۔ اڈیٹر بدر قادیانی ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء کے پرچے میں لکھتا ہے:

ہم مولوی شبلی صاحب سے ملنے گئے تو آپ نے دریافت کیا کہ کیا آپ لوگ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں میں نے عرض کی کہ ہمارا عقیدہ اس معاملہ میں دیگر مسلمانوں کی طرح ہے کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد دوسرا نبی آنے والا نہیں نہ نیا نہ پرانا۔

اب ناظرین دونوں تحریروں کو ملا کر اپنے دل میں سوچیں کہ ہاتھی کے باہر کے دانت کون سی تحریر ہے اور اندر کے کون سی۔ اڈیٹر بدر کا یہ کہنا کہ دیگر مسلمانوں کی طرح ہمارا عقیدہ ہے، اپنے اندر کچھ سچائی رکھتا ہے خیر اسکا جواب تو اڈیٹر صاحب دیں اور مولوی سرور شاہ سنیں یا دونوں مل کر اس تناقض کو اٹھاویں۔ ہمیں اس سے بھی بحث نہیں ہم تو یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ آپ نے جو خاتم النبیین کی یہ تفسیر کی ہے کہ نبوت جدیدہ کو مانع نہیں اس پر دلیل کیا دی ہے۔ اس کی دلیل قرآن وحدیث سے دیں گے تو ہم بھی سنیں گے ایسا ہی ان کا یہ لکھنا بھی دلیل کا محتاج ہے کہ:

حضرت رسول مقبول ﷺ آخری اور کامل شریعت دنیا میں لائے جیسے آپ سے پیشتر ایک جماعت انبیاء کی آپ کے لئے رستہ صاف کرتی آئی کہ اس طرح اگر آپ کے بعد بھی آپ کے ماتحت آپ

کی شریعت مبارک کی خادم ایک جماعت پیدا ہوتو کیا ہرج ہے۔شمس وقمر کی تمثیلات حضرت حق سبحانہ نے قرآن کریم میں کثرت سے دی ہیں چاند بذات خود روشن نہیں بلکہ سورج سے روشنی پاتا ہے۔حضرت نبی کریمﷺ کی ذات پاک وہ شمس تھی جس سے سب انبیاء سابق کو نور ملا اور اب آپ کے بعد بھی آپ کی کامل متابعت سے نور ملتا ہے۔اللہ تعالی اپنے بندوں سے جسے چاہے چن لے خاتم النبیین کا منصب آپ کے تتبع میں نبوت کے ظہور کا منافی نہیں۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

یہ بات خصوصیت سے محتاج دلیل ہے کہ حضرات انبیاء کو آنحضرت کے طفیل نبوت ملی۔اس کا ثبوت کتاب وسنت سے دینا ہوگا۔

آگے چل کر آپ نبوت کے منصب کی تحقیق کرنے کو لکھتے ہیں کہ:

لفظ نبی کے معنی اپنے مصدروں کے لحاظ سے دو ہیں۔

اول اپنے خدا سے اخبار غیب پانے والا،

دوم عالی رتبہ شخص،

جس شخص کو اللہ تعالی بکثرت شرف مکالمہ سے ممتاز کرے اور غیب کی خبروں پر مطلع کرے وہ نبی ہے اس رنگ میں میرے نزدیک تمام مجددین سابق مختلف مدارج کے انبیاء گذرے ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

افسوس اس تعریف کے مطابق مرزا صاحب نبوت کے امتحان میں فیل ہوئے نظر آتے ہیں آپ کو اخبار غیبیہ میں جس قدر ملکہ تھا، ماشاءاللہ اس کے نظائر بہت ہیں۔مثال کے لئے ایک ہی کافی ہے جو آپ نے عبداللہ آتھم عیسائی کے مرنے کے لئے پندرہ ماہ کی میعاد حتمی اور یقینی مقرر کی تھی مگر جب وہ پندرہ ماہ گذار کر دوسال بعد مرا تو آپ نے اپنی اس غیبی خبر کی یہ تفسیر فرمائی اور کیا ہی اچھی تفسیر فرمائی کہ

اگر کسی کی نسبت یہ پیش گوئی ہو کہ وہ پندرہ مہینے تک مجذوم ہو جائے گا پس اگر وہ بجائے پندرہ کے بیسویں مہینے میں مجذوم ہو جاہے اور ناک اور تمام اعضا گر جائیں تو کیا وہ یہ کہنے کے قابل ہوگا کہ یہ

پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔ نفس پیش گوئی پر نظر چاہیے (حقیقت الوحی)

یہ ہے قادیانی اصطلاح میں اخبار غیبیہ جو بطور تحدی (چیلنج) کے کفار کے سامنے ظاہر کی جاتی تھیں بلکہ کی جاتی ہیں ایسی ہی اخبار غیبیہ کی بابت کسی دل جلے عاشق نے کہا ہے

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے او شوخ مزاج
بات وہ کر کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

ان قادیانی اخبار غیبیہ میں یہ کمال ہے کہ شروع (وقت اشاعت) میں تو پہلے دو نہیں ہوتے بلکہ یقیناً ایک ہی ہوتا ہے مگر آخر پر جا کر دو بلکہ تین بلکہ چار تک بھی ہو جاتے ہیں اسی کے حق میں کہا گیا ہے کہ

عشق آسان نمود اول و لے افتاد مشکلہا

مفصل ہمارے رسالہ الہامات مرزا، اور صحیفہ محبوبیہ میں ملاحظہ ہو۔

آگے چل کر آپ نے ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کی بابت کچھ لکھا ہے جس کے اصل جواب دہ ڈاکٹر موصوف ہیں مگر ہمیں بھی جس قدر اس امر میں واقفیت ہے ظاہر کئے دیتے ہیں۔

راقم مضمون نے انکار کیا ہے کہ مرزا صاحب سے پیشتر رمضان میں کسوف خسوف (چاند گرہن سورج گرہن) کبھی نہیں ہوا۔ بس یہ نشانی مرزا صاحب کی سچائی کی ہے مگر افسوس ہے کہ راقم مضمون مع اڈیٹر صاحب بدر کے باوجود مرزائی ہونے کے مرزا کے اقوال سے پوری طرح واقف نہیں۔ اس کے جواب میں ہم مرزا صاحب ہی کا قول پیش کرتے ہیں جو اڈیٹر الحکم نے ۲۸ مارچ ۱۹۰۸ء کے پرچہ الحکم میں ص ۳ پر نقل کیا تھا کہ:

مرزا صاحب اس سے انکار نہیں کرتے کہ ہم سے پہلے بھی رمضان میں کسوف و خسوف ہوا

حوالہ مذکور ملاحظہ ہو۔ ہمارے نزدیک یہ بحث فضول نہ ہوتی تو ہم اس پر بھی مفصل نوٹ لکھتے۔ تاہم قادیانی مضمون نگاروں نے ہمیں اس پر آمادہ کیا تو لکھیں گے۔ پس وہ اپنے سابقہ بیان کے دلائل سے ہمیں اطلاع دیں۔ کیا وہ ایسا کریں گے؟ (شائد)۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر نمبر ۱۸ جلد ۸ مورخہ یکم ربیع الاول ۱۳۲۹ھ۔ ۳ مارچ ۱۹۱۱ء ص ۱۔۳)

حکیم الامت کیا فرماتے ہیں

ہم شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی
جا کر کے جو دیکھا تو عمامہ کے سوا ہیچ

حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

قادیانی اخباروں کی اصطلاح میں حکیم الامت سے مراد جناب مولوی حکیم نورالدین صاحب خلیفہ اول قادیانی ہیں جن کو قادیانی لٹریچر میں حضرت صدیق اکبر سے تشبیہ دی جایا کرتی ہے۔ جن کے علم وحلم اور روشن خیالی کے بہت کچھ راگ گائے جایا کرتے ہیں۔ غرض تمام خوبیوں کا مجموعہ انہیں کو سمجھا جاتا ہے۔ آج ہم ان کی وسیع ظرفی اور روشن خیالی کا ثبوت خود ان ہی کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں ناظرین ذرہ نظر لگا کر پڑھیں اور کان لگا کر سنیں۔ اڈیٹر الحکم لکھتا ہے:

ایک خادم امرتسر سے عیادت کے لئے آیا۔ اس نے عرض کیا کہ اشاعت اسلام کے نام سے لوگ ہم سے چندہ مانگتے ہیں کیا کیا جاوے۔ فرمایا اشاعت اسلام تو ایک مبارک اور مفید کام ہے اور اس کے لئے ہمیں بہت تڑپ ہے اور ہم بھی چاہتے ہیں کہ اسلام دنیا میں پھیلے مگر جو لوگ ہمارے سلسلہ کے دشمن ہیں اور اشاعت اسلام کرنا چاہتے ہیں ان کے متعلق قابل غور یہ امر ہے کہ کیا وہ مؤید من اللہ اور منصور ہیں یا نہیں؟

اس کے لئے تم اپنے ہی شہر میں دیکھو جہاں ہمارے پانچ دشمن ہیں اور وہ اشاعت اسلام کی مدعی ہیں۔ اول غزنوی گروہ۔ دوم ثناء اللہ۔ سوم احمد اللہ، چہارم اہل فقہ، پنجم مولوی محمد حسین کے ساتھ والے لوگ۔

اب غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالی نے ان کی تائید اور نصرت کہاں تک کی۔ حضرت اقدس کی مخالفت

میں انہوں نے فرداً فرداً ناخنوں تک زور لگایا مگر نتیجہ کیا ہوا؟ کیا کوئی جماعت مستقل طور پر ان کو ملی۔ اول تا باہم ان پانچوں میں بغض ہے اور ایک نے دوسرے کو مٹا دینے اور ذلیل ورسوا کرنے کی کوشش اٹھا نہیں رکھی۔ ایک نے دوسرے کے خلاف اشتہاروں کے ذریعہ وہ باتیں مشتہر کیں جن میں سے بعض کو شرفاء پڑھ بھی نہیں سکتے۔ پھر موجودہ حالت میں غزنویوں کی جماعت جو ایک امام کے ماتحت تھی ان کی یہ حالت ہو رہی ہے کہ خود ان کی اپنی ہی نسل کے لوگ اپنی مسلّمہ امامت سے الگ ہو رہے ہیں اور اس گروہ کا ثناء اللہ اور احمد اللہ سے جو بغض ہے وہ ظاہر ہے۔

ثناء اللہ اشاعت اسلام کا مدعی ہے اس کی جو حالت امرتسر میں ہوئی وہ ظاہر ہے اسے بھی کوئی جماعت نہ ملی جو اس کو اپنا امام یقین کر لیتی۔

پھر اہل فقہ تھا اس نے بھی حضرت صاحب کی بڑی مخالفت کی لیکن اس کا انجام یہ ہوا کہ اہل فقہ کا نام بھی نہیں (اہل حدیث تو بفضلہٖ تعالیٰ زندہ ہے اس کو تو کامیاب سمجھو۔ ثناء اللہ)۔

مولوی محمد حسین کے ماننے والے بھی کچھ لوگ امرتسر میں تھے مگر اس کی حالت بھی اب ظاہر ہے کہ خود ثناء اللہ نے اس کی مخالفت میں بڑے بڑے مضمون لکھے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تائید اور نصرت نہیں کی اور کوئی جماعت انہیں عطا نہیں کی بلکہ خود ان میں پھوٹ ڈال دی۔

ان واقعات نے جو تجارب صحیح ہیں بتا دیا ہے کہ یہ لوگ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ پھر جب خدا تعالیٰ کی نصرت ان کے ساتھ نہیں تو ہم اپنے مال ان کے سپرد کیوں کریں۔ جناب الٰہی کا منشاء یہ نہیں کہ ان کو مؤید کرے برخلاف اس کے اس سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے اشاعت اسلام کا ذریعہ بنایا ہے۔ تم جانتے ہو کہ شروع سے لے کر اب تک کس قدر مخالفت اس کی کی گئی شہر والوں نے دشمنی کی برادری نے مخالفت کی، ہندوؤں آریوں عیسائیوں سکھوں نے اور بالآخر خود مسلمانوں ایسی دشمنی کی کہ وہ چاہتے تھے کہ اس سلسلہ کا نام ونشان مٹا دیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے کیسی نصرت فرمائی اور کس طرح پر اس کو نشو ونما دیا۔ ہر مخالفت اور ہر حملہ اس کی ترقی کا موجب ہوا اور ایک جماعت کثیر کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیا اور ہر قسم کے لوگ اس کی خدمت کے لئے جمع ہو گئے۔ یہ تائید الٰہی کا ایک ایسا ثبوت

ہے کہ اس کا انکارنہیں کیا ہوسکتا۔اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے خداتعالی نے اس سلسلہ کو پیدا کیا ہےاوراسی کے ذریعہ یہ کام ہوگا۔ (الحکم قادیان ۷ جنوری ۱۹۱۱ء)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ فرماتے ہیں:

ماشاءاللہ! چشم بددور۔وسیع ظرفی کے علاوہ قوت استدلالیہ کیسی کمال پر ہے۔خیر کچھ بھی ہو بہر حال آپ کی ساری تقریر کا خلاصہ دو حصوں میں ہے:

الف۔مرزا اور فرقہ مرزائیہ مؤید من اللہ ہیں۔

ب۔ان کے سوا دوسرا کوئی بھی مؤید من اللہ نہیں۔

نتیجہ: اشاعت اسلام کوئی شخص یا فریق ان کے سوانہیں کرسکتا لہذا کسی کو بھی مدد نہ دی جائے (مسلم یونیورسٹی علی گڈھ میں جو روپیہ دینے کا وعدہ آپ نے فرمایا ہے اس کا بھی اعتبار نہ رہا۔ثناء اللہ)

امر اول کی تحقیق کی حاجت نہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اوران کی جماعت کہاں تک خدا کی تائید سے بہرہ ور ہیں۔خدا کا نام لے کر جتنی پیش گوئیاں بطور تحدی کے کیں سب کی سب جھوٹی نکلیں۔ ہر موقع پر آپ کو لینے کے دینے پڑے۔مرزا کی تو ساری عمر ہی ذلتوں کم نصیبیوں میں گذری۔کبھی کسی مقابلہ یا مخالفت پرانہوں نے روحانی طاقت یا فوق افطرت نورانیت سے غلبہ نہیں پایا۔

مرزائیوں کا مؤید من اللہ ہونا ریاست رام پور میں کھل چکا ہے جہاں پر شروع مباحثہ ہی میں ایسے مرعوب تھے کہ آیات قرآنیہ بھی صاف نہ پڑھ سکتے تھے، حالانکہ مسئلہ بھی وفات مسیح کا تھا، جوشب وروزان کی گردان ہے۔

چیلنج۔افسوس ہے ہمیں تو مرزا اور مرزائیوں کے مؤید من اللہ ہونے کا کبھی موقع ثابت نہیں ہوا ہم تو اس انتظار ہی میں رہے یہاں تک کہ ایک دفعہ بدر نے اپنی معمولی ڈینگ مارتے ہوئے مقابلہ میں لیکچر دینے کی ہم کو دعوت دی تھی لیکن جب ہم نے اس دعوت کو قبول کیا تو آخر وہی ہوا جو ہم نے کہہ دیا تھا کہ

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
وہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

باوجودیکہ ہمیں ان کے مؤید من اللہ ہونے کا خواب میں بھی کبھی وہم تک نہیں آیا تاہم بطور تحدی ہم ان کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ اپنا اور اپنے امام کا مؤید من اللہ ہونا ثابت کرنے کو ایک مجمع عام کریں امرتسر میں کریں یا لاہور میں، بٹالہ میں کریں یا گورداسپور میں۔ غرض جہاں ان کی مرضی ہو ہم حاضر ہوں گے۔ سب سے پہلے مرزا صاحب کے مؤید من اللہ ہونے پر بحث ہوگی۔ بحث منظور نہ کریں تو اسی مضمون پر مقابلہ کے لیکچر ہوں گے اور ایک معزز بزرگ صدر جلسہ ہوں گے جو ہر فریق کو دل آزار الفاظ بولنے پر مناسب تنبیہ کریں گے۔ کیا حکیم الامت صاحب اس نشان نمائی کے لئے تشریف لاویں گے، یا اجازت بخشیں گے؟ (شائد)

دوسری بات کہ مرزائیوں کے سوا کوئی بھی مؤید من اللہ نہیں۔ اس کے ثبوت میں حکیم صاحب نے اپنے علم استدلال کا خوب ثبوت دیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہماری جماعت ہے ان کی جماعت نہیں۔ جماعت پر تو بحث میں پھر کرونگا پہلے میں آپ کو آپ ہی کے امام کا قول سنا لوں جس سے دونوں جماعتوں کا مقابلہ معلوم ہو سکے۔ پس غور سے سنیئے۔ جناب مرزا صاحب آنجہانی فرماتے ہیں :

> اگر مولوی ثناء اللہ صاحب جو آج کل ٹھٹھے اور ہنسی اور توہین میں دوسرے علماء سے بڑھے ہوئے ہیں، اس گندے طریق سے باز نہیں آتے تو میں بخوشی قبول کرونگا کہ اگر وہ مجھ سے درخواست مباہلہ کریں۔ لیکن امرتسر میں یہ مباہلہ نہیں ہوگا۔ ابھی تک مجھے وہ وقت بھولا نہیں جب میں ایک مجمع میں اسلام کی خوبیاں بیان کرنے کے لئے کھڑا ہوا تھا اور ہر ایک کو معلوم ہے کہ اس وقت اس جگہ کے اہل حدیث نے میرے ساتھ کیا معاملہ کیا اور کس طرح شور کر کے اور پورے طور پر سفاہت دکھلا کر میری تقریر بند کرادی اور جب میں سوار ہوا تو اینٹیں اور پتھر میری طرف چلائے اور حکام کی بھی کچھ پرواہ نہ کی (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ ص ۳۰)

حکیم صاحب میں سچ کہتا ہوں کہ میں اس ہنگامے میں نہ تھا مگر مجھے یہ سن کر سخت افسوس ہوا کہ کسی ظالم نے حضرت مرزا صاحب قادیانی کے سر مبارک پر بہت پرانی جوتی کا ایک پیر دے مارا تھا جس سے عجب نہیں کہ ناپاک جوتے کا گرد و غبار حضرت موصوف کی ریش مبارک تک بھی پہنچا ہو۔ مگر میری اس میں کوئی سازش نہ تھی نہ مجھے اس کا علم تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ تاہم جماعت کا ثبوت تو ہے ہاں میں اس بات کا

اعتراف کرتا ہوں کہ اہل حدیثوں میں پیری مریدی کا جال نہیں کہ جماعت مریدین پر احکام جاری کئے جائیں اور وہ بے سوچے سمجھے پیچھے ہولیں بلکہ بقول مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی، اہل حدیث ایک لبرل آزاد اور بے قید فرقہ کا نام ہے (اشاعۃ السنہ۔ جلد ۹۔ ص ۳۴۷)۔ غرض یہ کہ اہل حدیثوں کا اصول ہے:

کسی کا ہو رہے کوئی، نبی کے ہو رہے ہیں ہم

تاہم آپ کا فخر بے جا ہے۔ آیئے میں آپ کے حقیقی مخالفوں میں آپ سے زیادہ جماعت کا ثبوت دوں۔ آپ جانتے ہوں گولڑہ ضلع راولپنڈی میں ایک بزرگ پیر مہر علی شاہ صاحب ہیں جن کے نام پر جناب مرزا صاحب قادیانی نے تحفہ گولڑویہ لکھا ہے جو مرزا صاحب قادیانی کے مقابلہ کے لئے لاہور تک آئے تھے بلکہ میں اور دیگر مشیر نہ روکتے تو قادیان ہی جا پہنچتے۔ آپ کو معلوم ہے ان کے مریدوں کا دائرہ کہاں تک وسیع ہے؟ معلوم نہ ہو تو میں ہی آپ کو بتلا دوں کہ اتنا وسیع ہے کہ جب وہ لاہور آئے اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ان کے مقابلہ کو نہ نکلے تو جناب موصوف نے نہ نکلنے کا یہی عذر پیش کیا تھا کہ پیر صاحب کے خونخوار مریدوں کی بے شمار جماعت تھی، میں کیسے آتا۔

اور سنیئے! آپ کے پکے مخالفوں میں ایک صاحب حافظ پیر جماعت علی صاحب ضلع سیالکوٹ کے بھی ہیں ان کے معتقدین کی جماعت آپ کی جماعت سے کم نہ ہوگی۔

اور لیجئے! ڈیرہ جات (اسماعیل خان، غازی خان) وغیرہ کی طرف تونسہ والے صاحب ہیں۔ ان کی جماعت بھی آپ کی جماعت سے بہت زیادہ ہے۔

اور سنیئے! حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کا حلقہ اثر بھی آپ سے بہت زیادہ ہے۔

ادھر مجدد بریلوی کی رضائی پارٹی بھی آپ کے مریدوں سے کسی طرح کم نہ ہوگی۔

ہاں سب سے زیادہ قابل غور آخری نظیر ایک ہی پیش کرتا ہوں جس کو آپ بھی مانیں گے وہ ہز ہائی نیس سر آغا خان ہیں جن کے معتقدین مسلمانوں سے زیادہ ہندو ہیں، ایک ملک میں نہیں بہت سے ملکوں میں ہیں جو مرزائیوں سے زیادہ راسخ الاعتقاد ہیں۔

یہ نظائر اسلامیوں کی بتلائی ہیں۔ غیر اسلامیوں کا ذکر کروں تو بہت زیادہ ہو جائے۔ سوامی دیانند،

باب، اور بہاء اللہ، رادھا سوامی، جین مت کے آخری پیشوا مہا بیر سوامی، بدھ مت کے بانی ساکھی منی یا گوتم سکھوں کے متعدد گروؤں اور رام سنگھ کو کہ۔ چیت رام اور آپ کے ہمسائے بالمیک وغیرہ کی جماعتوں اور عیسائیوں میں سے کیتھولک پروٹسٹنٹ وغیرہ متعدد فرقوں کو بھی پیش نظر رکھئے (آج کل تقریباً ۱۸لاکھ جینی دنیا میں آباد ہیں اور بدھ مذہب کا ہندوستان میں ایک ہزار برس تک قریباً غلبہ رہا۔تاہم اب بھی اس مت کا یہ زورشور ہے کہ دنیا کی کل آبادی میں سے ایک تہائی باشندے بدھ کے معتقد ہیں جو تبت برما سیام جزیرہ سنگل دین اور چین جاپان وغیرہ ممالک میں پھیلے ہوئے ہیں کیا مرزا جی کی ڈیڑھ دمڑی کی جماعت جس پر حکیم الامت نورالدین خلیفہ قادیان نازاں ہیں ان مذکورہ بالا جماعتوں سے بلحاظ کثرت تعداد کسی طرح بھی لگا کھا سکتی ہے)

حکیم صاحب نے علماء کے اختلاف سے بہت کچھ فائدہ حاصل کرنا چاہا۔آج میں اس راز خداوندی کو سمجھا جو امرت سر میں واقع ہوا جس کی تفصیل یہ ہے کہ عموماً واقفین کی رائے تھی کہ میری اور خاندان غزنویہ اور جناب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی مصالحت کبھی نہ ہوگی۔اسی لئے جب یہ خبر (مصالحت کی) ۱۷ فروری ۱۹۱۱ء کے اہل حدیث میں شائع ہوئی تو اطراف سے بڑے خوشی کے خطوط آئے اور بالکل ناممکن کا ظہور سمجھا گیا۔مگر حکیم صاحب کی یہ تحریر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جونہی آپ کے الفاظ (۷جنوری ۱۹۱۱ء کے الحکم) میں شائع ہوئے خدائی حکمت نے تقاضا کیا کہ قادیانی مشن کو اس گھمنڈ میں بھی ذلیل کیا جائے چنانچہ آسمانی حکم زمین پر اسی تاریخ کو آپہنچا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلاف توقع مصالحت ہوگئی۔ الحمد لله

امید ہے ہمارے علماء بموجب تعلیم نبوی آئندہ کو شماتت اعداء کا خوف ملحوظ رکھ کر پناہ مانگا کریں گے

اب میں حکیم صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اشاعت اسلام میں جو اسلام ہے وہ کیا ہے؟ آیا اس میں مرزا صاحب کی شخصیت (نبوت یا امامت) بھی داخل ہے یا نہیں؟ منطقی اصطلاح میں یوں سنئیے کہ وہ اسلام لا بشرط شئی ہے یا بشرط شئی یابشرط لا شئی۔اگر اس میں مرزا صاحب کی شخصیت داخل ہے تو بشرط شئی ہونے کی وجہ سے آپ کو مبارک ہو۔ہمارے نزدیک تو ایسا اسلام بجوئے نارزد اور شق ثالث ہے تو ہمارا حق ہے کہ اشاعت کریں اور اگر شق اول ہے تو بھی آپ کی خفگی بے جا ہے۔

لطیفہ۔میری خوبی قسمت دیکھئے کہ باوجودیکہ میں حسب دعا مرزا صاحب قادیانی محض خدا کے حکم

سے ان کے بعد زندہ رہا اور وہ چل دیئے (دیکھو اشتہار دعا مرزا قادیانی ۔ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء) جس کا نتیجہ چاہیے تو یہ تھا کہ تمام مرزائی مجھ سے بیعت توبہ کرتے اور سبھی مرزائی یا احمدی کہلانے کے بجائے، ثنائی (گو میں اس نسبت کرانے سے متنفر ہوں) کہلاتے ۔مگر یہ حضرات ایسے مجھ سے ناراض ہیں کہ ان کے مرد تو مرد، ان کی عورتوں کو بھی مجھ سے ملال ہے ۔ایک مرزائن صاحبہ نے رسالہ کشمیری گزٹ میں ایک مضمون اشاعت اسلام کا لکھا جس میں اشاعت کنندگان کی فہرست میں میرا نام بھی چھپ گیا بس جونہی وہ مضمون شائع ہوا تو مضمون نگار صاحب نے جھٹ سے دوسرے پرچہ میں (جنوری ۱۹۱۱ء) میں اس کی تردید شائع کی کہ ثناء اللہ کا نام اڈیٹر نے بڑھایا ہوگا میں تو اشاعت اسلام کا ہیرو صرف حکیم نورالدین صاحب کو جانتی ہوں ۔ چہ خوش:

کیا نصیبا ہے ترا بلبل شیدا الٹا
رحم کی جا انہیں آ جاتا ہے غصہ الٹا

اب میں بھی ذرا تفصیل سے بتلانا چاہتا ہوں کہ جناب مرزا صاحب نے باوجود ادعاء مجدد مسیح کرشن بلکہ ابن اللہ (بقول مرزا صاحب ابن اللہ کا دعوی آیات متشابہات سے ہے) کے کہاں تک اسلام کی خدمت کی ہے ۔اور میں نے باوجود ایک خاکسار ہیچ کار بے یار و مددگار کیا کیا ہے ۔مگر اس مقابلہ سے میری غرض حکیم صاحب اور جماعت مرزائیہ کو صرف واقعات کا دکھانا مقصود ہے کوئی فخر ومباہات نہیں ۔

حکیم صاحب! اتنا تو آپ خود ہی مانتے ہیں کہ میری ماتحت کوئی جماعت نہیں جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ میں کسی جماعت کی امداد (چندہ وغیرہ) کا ممنون نہیں ہوں مگر میں نے کیا کیا ہندوستان کے بڑے بڑے مباحثات آریوں کے بفضلہ تعالی میرے ہاتھ سے انجام پائے معمولی معلولی اور کل مباحثات تو اتنے ہیں کہ میں ان کا شمار بھی نہیں کر سکتا (نہ ہی رام پور کا ذکر کرتا ہوں) ہندوستان میں سب سے بڑے مباحثے دو ہوئے ہیں ۔ دیوریہ اور نگینہ کا ۔ پہلا ہفتہ بھر روزانہ ہوتا رہا ۔ دوسرا دس روز تک روزانہ ہوتا رہا جس کی روداد یں مصدقہ مطبوعہ ہیں ۔ان مباحثات کا کیا اثر ہوا؟ میں کچھ نہیں کہتا ۔علاقہ روہیل کھنڈ اور علاقہ گورکھپور، گونڈہ بستی وغیرہ اضلاع میں جا کر معلوم کیا جا سکتا ہے کہ مسلمان ان مباحثات پر فتح بدر اور فتح مکہ سے کم خوش نہ تھے ۔ جو مسلمان پہلے مخالفوں کے حملوں سے زمین میں دھنسے ہوئے تھے وہی لوگ اس خوشی میں شاداں وفرحاں مخالفوں پر حملہ آور

ہوتے تھے۔

اس کے مقابلہ میں مرزا غلام احمد صاحب نے تمام عمر میں ایک ہی مباحثہ عیسائیوں سے کیا (میں نے عیسائیوں کے ساتھ اپنے مباحثات شمار نہیں کیے) جو امرت سر میں ۱۵ روز ہوتا رہا اس مباحثہ میں اسلام کی شوکت کہاں تک ظاہر ہوئی خود مرزا صاحب ہی کے الفاظ میں سناتا ہوں آپ اس مباحثہ کے آخری روز فرماتے ہیں:

میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق ہوا معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے تھا۔ (جنگ مقدس)

اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خود محسوس کرتے تھے کہ یہ مباحثہ ان کا ایک معمولی رنگ کا تھا جو عام طور پر لوگ کیا کرتے ہیں۔ خاص رنگت اس میں تھی تو صرف یہ تھی جو مرزا صاحب نے پیش گوئی ظاہر کی تھی کہ فریق ثانی عبداللہ آتھم (عیسائی مناظر) پندرہ ماہ کے عرصہ میں مر جائے گا۔ پھر اس کا انجام جو ہوا سب کو معلوم ہے۔ حق تو یہ ہے کہ اگر علماء کرام شروع ہی سے مرزا صاحب کی کاروائیوں سے اپنی علیحدگی ظاہر نہ کر دیتے تو اس مباحثہ میں نتیجہ کے لحاظ سے مسلمانوں کو وہ روز بد دیکھنا نصیب ہوتا جو آج تک کبھی نہ دیکھا تھا کیونکہ میعاد مقررہ کے خاتمہ پر جس جس قدم کی تحریریں عیسائیوں نے نظم و نثر میں شائع کی تھیں اس صورت میں تو خاص قادیانی مشن پر تھیں۔ مگر اس صورت میں اسلام پر ہوتیں تو مسلمانوں کو ان کا جواب نہ سوجھتا جیسا کہ مرزا جی اور ان کی جماعت کو مع حکیم الامت کے نہ سوجھا۔

ناظرین! یہ ہے قادیانی مشن کی اشاعت اسلام۔

دوسرا صیغہ مرزا صاحب کی اشاعت کا تصنیف ہے فن تصنیف میں تو میں کھلے لفظوں میں اس بات کا مدعی ہوسکتا ہوں کہ مرزا صاحب اس فن میں محض ایک نو آموز کی طرح ٹھوکریں کھایا کرتے تھے۔ نو آموز کا لفظ بھی میں نے بپاس خاطر حکیم جی بولا ہے ورنہ میری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ آپ کی تصنیفات ایک بد دیانت بنئے کی بہی کی طرح پر از زور فریب ہوتی تھیں (مثال آگے آتی ہے)

تفصیل اس کی یوں سمجھئے کہ آپ کی تصنیفات دو قسم کی تھیں ایک تو مسلمانوں کے مقابلہ میں جن میں دلائل نقلیہ (قرآن و حدیث وغیرہ) سے اپنے دعاوی کا ثبوت دیتے ہیں۔ دوسری قسم آپ کی تصنیفات کی مخالفین

اسلام کے مقابل تھیں مگر جب سے آپ نے دعوی مسیحیت کیا ہے مخالفین کے جواب میں بہت کم تحریریں آپ کی شائع ہوئیں آپ کو مسلمانوں ہی سے فرصت نہ ملی۔ مگر جتنی بھی کتابیں یا اشتہارات آپ نے مسلمانوں کے جواب میں یا اپنے اثبات دعوی میں شائع کیئے ان سب کا خلاصہ یہ تھا کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں اور میں مسیح موعود ہوں۔ لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ اس موضوع میں آپ نے کیا کیا غلط فہمیاں بلکہ دھوکہ بازیاں پھیلائیں اور کہاں تک ایک بددیانت سے بددیانت بنیئے کی طرح انہوں نے سود در سود کی شاخیں نکال کر بات سے بتنگڑ اور رائی کا پہاڑ بنایا۔ الامان والحفیظ

اس موقع پر ہم مثال پیش نہ کریں تو غالباً ہمارا دعوی زبانی رہ جائے گا اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ایک دو مثالیں بھی پیش کریں۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی سچائی کے ثبوت میں مولوی غلام دستگیر قصوری اور مولوی اسماعیل مرحوم علی گڈھی کے واقعات ایک ہی جگہ جمع کر کے لکھیں ہیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

مولوی غلام دستگیر نے اپنی کتاب میں اور مولوی اسماعیل علی گڈھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ اگر وہ کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا کیونکہ وہ کاذب ہے مگر جب ان تالیفات کو دنیا میں شائع کر چکے تو پھر بہت جلد آپ ہی مر گئے اور اس طرح پر ان کی موت نے فیصلہ کر دیا کہ کاذب کون تھا۔ (اربعین نمبر ۳ ص ۹)

لیکن ناظرین کس قدر حیران ہوں گے کہ اس کتاب اربعین کے صفحہ ۱۱ پر پھر اس محرفہ عبارت میں یوں ترمیم کی گئی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

ان نادان ظالموں سے مولوی غلام دستگیر اچھا رہا کہ اس نے اپنے رسالہ میں کوئی میعاد نہیں لگائی یہی دعا کی کہ یاالٰہی اگر میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تکذیب میں حق پر نہیں تو مجھے پہلے موت دے اور اگر مرزا غلام قادیانی اپنے دعوی میں حق پر نہیں تو اسے مجھ سے پہلے موت دے۔ بعد اس کے بہت جلد خدا نے اس کو موت دے دی دیکھو کیسی صفائی سے فیصلہ ہو گیا۔ (ص ۱۱)

اور سنیئے! ایک مقام پر آپ اسی عبارت کو یوں لکھتے ہیں:

مولوی غلام دستگیر کی کتاب دور نہیں مدت سے چھپ کر شائع ہو چکی ہے دیکھو کس دلیری سے لکھتا ہے کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا۔ (قادیانی اشتہار انعامی پانچ سو ص ۷)

پہلے بھی ایک دفعہ ہم اعلان کر چکے ہیں اب بھی کرتے ہیں کہ کوئی مرزائی ہم کو ان مذکورہ عبارات کا ثبوت ان دونوں مولوی صاحبوں کی کتابوں میں دکھاویں تو ہم سے مبلغ پانچ سو روپیہ انعام لے دکھانے کا طریق یہ ہوگا کہ امرتسر یا لاہور میں مجمع ہوگا جس میں ایک دو آدمی اس غرض کے لئے منتخب کئے جائیں گے ہمارے پیش کردہ حوالہ ان کے ہاتھ میں ہوں گے اور مرزائیوں کی طرف سے جو حوالہ پیش ہوگا اس کو دیکھ کر وہ کہدیں گے کہ حوالہ ثابت ہے یا ثابت نہیں ہے اس میں کوئی بحث نہیں محض عبارت کا ثبوت طلب ہے اور بحث حکیم امت صاحب! دھوکہ بازی دروغ گوئی جعل سازی تو ہر ایک مذہب میں ناجائز ہے۔ قادیانی مشن کو اس کلیہ سے مستثنیٰ کرنے کا ارادہ سامی نہ ہو تو حکم دیجئے کہ جلسہ کیا جائے۔

دوسرا حصہ مرزا صاحب قادیانی کی تصنیفات کا مخالفین سے روئے سخن ہے۔ اس کا مطلع تو بالکل صاف ہے جس کا اختصار بھی ہم نے بہت دفعہ دکھایا ہے جو صرف اتنا ہے کہ:

اسلام ایک ایسا پاک مذہب ہے کہ اس کی پابندی سے مرزا صاحب جیسے خدا رسیدہ صاحب الہام پیدا ہو سکتے ہیں۔

آپ کیسے صاحب الہام راست باز تھے؟ یہ بالکل ایک کھلی صداقت ہے مفصل واقعات سب کو معلوم ہیں۔ ہاں اس موقع پر ایک حدیث یاد آئی جسے سنا کر مضمون ختم کیا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے العبرة بالخواتيم ۔ ہر ایک بات میں اعتبار خاتمہ کا ہوتا ہے۔

مرزا صاحب قادیانی نے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو اشتہار دیا تھا جو سب سے آخری سمجھنا چاہیے اس میں آپنے لکھا تھا کہ میرا اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا آخری فیصلہ یوں ہے کہ اگر میں (مرزا قادیانی) اس کی زندگی میں مرجاؤں تو میں جھوٹا سمجھا جاؤں۔

بس یہ ہے آخری فیصلہ جس سے آپ کے الہامات اور آپ کا صاحب نبوت ہونا ثابت ہوتا ہے۔

آہ! افسوس آج ہم اپنے معزز مخاطب کو اپنے سامنے نہیں دیکھتے۔۔

ہاں میری تصنیفات کا سلسلہ بھی ملک میں شائع ہے جس میں نہ اپنا کوئی دعوی ہے نہ امامت ہے نہ میسیحیت ہے بلکہ سب تصنیفات کا خلاصہ یہ ہے کہ :

مپندار سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔۱۰مارچ۔۱۹۱۱ء ص ا۔۵)

سر آغا خان اور مرزا قادیان

آج دعوی ان کی یکتائی کا باطل ہو گیا
رو برو ان کے جو آئینہ مقابل ہو گیا

پنجاب میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بہت نام پایا جس کی وجہ ان کا دعوی امامت مہدویت اور مسیحیت وغیرہ ہے جس کا خلاصہ مرزا صاحب ہی کے الفاظ میں یہ ہے، جو وہ فرماتے ہیں:

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبی باشد

مرزا صاحب قادیانی کی زندگی کے حالات تو ناظرین اہل حدیث سے مخفی نہیں نہ ان کے واقعات کے بتلانے کے لئے یہ عنوان ہے ان سب کا خلاصہ بھی سب کو معلوم ہے کہ:

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر
کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

بلکہ اس مضمون میں ہمیں یہ دکھلانا ہے کہ مرزا صاحب قادیان اور سر آغا خان میں کیا مشابہت ہے۔ وہ مشابہت اس امر میں نہیں کہ سر آغا خان تعلیم کے بڑے حامی ہیں اسی طرح مرزا صاحب بھی ہوں گے۔ یا

اس امر میں کہ سرآغا خان باطنیہ فرقہ (شیعہ) کے امام ہیں مرزا صاحب بھی ایسے ہوں گے۔نہیں بلکہ ایک خاص بات میں مشابہت ہے جس کو مذہبی حیثیت سے اصل الاصول کہنا چاہیے اور مذہبی لحاظ سے وہی ایک بات قابل غور ہوسکتی ہے اس لئے ہم نے وجہ مشابہت میں اسی کو اختیار کیا پس ناظرین ذرہ غور سے سنیں۔

سرآغا خان کی بابت مشہور ہے (خدا جانے کہاں تک سچ ہے) کہ اپنے مریدوں کو مرنے کے وقت نجات نامہ دیا کرتے ہیں جس کی عبارت کیا ہوتی ہے؟ مختلف روایتیں ہیں غرض ایک چٹھی ہوتی ہے جو مرید کو بعد مرنے کے کام آوے۔اس چٹھی کی فیس میت کی حسب حیثیت ہوتی ہے۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے سوچا کہ یہ زمانہ اس قسم کی جہالت کا نہیں ہے کہ نجات نامہ کے خطوط حاصل کرنے کے لئے لوگ بڑی بڑی رقوم دیں نیز مجھ سے پہلے ایک بزرگ یہ کام کرتے ہی ہیں اور اونہی پر لوگ ہنسی اڑا رہے ہیں اس لئے کوئی نئی تجویز نکالنی چاہیے۔بقول:

نہ پیروی ء قیس نہ فرہاد کریں گے
ہم طرز جنون اور ہی ایجاد کریں گے

اس کے جواب میں مرزا صاحب نے بہشتی مقبرہ یا شدادی بہشت بنایا جس کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے قادیان میں ایک ٹکڑہ زمین اس خاص غرض کے لئے الگ کیا کہ اس میں میرے خاص معتقدین دفن ہوا کریں اور اس کا نام بہشتی مقبرہ رکھا اس میں دفن ہونے کے لئے یہ شرط قرار دی گئی کہ مرنے والا اپنی جائداد میں سے ایک حصہ اس مقبرہ کے لئے وصیت کر جائے تو اس کو اس میں جگہ ملے گی چنانچہ بہت سے راسخ مریدوں نے ایسا ہی کیا۔اسی کو کہتے ہیں

شکست و فتح تو قسمت سے ہے ولے امیر
مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرت سر۔۱۷ مارچ ۱۹۱۱ء۔ص ۵)

قادیان میں طاعون

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے
وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

جس طرح انگریزوں کی سلطنت دو چیز (ریل اور تار) پر چل رہی ہے اسی طرح مرزائی نبوت کی چکی بھی دو دعووں پر چلتی تھی یا وہ چلانا چاہتے تھے۔

الف۔میرے مریدوں (مرزائیوں) کو طاعون نہ ہوگا (رسالہ کشتی نوح)۔

ب۔قادیان میں طاعون نہ آئے گا کیونکہ یہ خدا کے رسول کا تخت گاہ ہے (دافع البلاء ص ۵۔الحکم ۱۰۔اپریل ۱۹۰۲ء)۔

افسوس کہ یہ دونوں دعوے مرزا صاحب قادیانی آنجہانی کے ان کی زندگی ہی میں غلط ہو گئے۔ قادیان میں طاعون آیا اور سخت آیا۔خاص کر مرزا صاحب کے مریدوں میں آیا یہاں تک کہ دائیں مونچھ کا بال افضل اڈیٹر بدر وغیرہ اسی طاعون سے خاص قادیان میں مرے جس کا آخر کار آنجناب کو بھی اقرار کرنا پڑا۔(دیکھو حقیقۃ الوحی۔حاشیہ۔ص ۲۵۳۔۲۵۴)

مگر جو خلیفۃ المسیح جناب حکیم نور الدین صاحب نے دعویٰ کیا کہ مرزا قادیانی اور جماعت مرزا ہی موید اور منصور من اللہ ہیں (دیکھو الحکم ۷ جنوری ۱۹۱۱ء مندرجہ اہل حدیث ۱۰ مارچ) تو جس طرح خدا نے مرزا کی زندگی ہی میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تکذیب کی تھی۔حکیم صاحب کی زندگی میں حکیم صاحب کی تکذیب کرنے کو قادیان میں خاص مرزائیوں کے اندر طاعون بھیجا۔جس کے متعلق الحکم کے الفاظ یہ ہیں:

نہایت افسوس سے ظاہر کیا جاتا ہے کہ کل ۲۷ فروری ۱۹۱۱ء کو قریب عشاء میاں محمد یسین مہاجر سہارن پوری نے پلیگ سے وفات پائی۔مرحوم ایک مخلص مہاجر تھا جو اپنے بہت سے دنیوی مفاد اور رشتہ داروں کو محض خدا تعالیٰ رضا کے لئے چھوڑ کر مع اپنے بھائی محمد یامین کے چلا آیا تھا۔مرحوم نے

نہایت اطمینان اور استقلال کے ساتھ اس جام موت کو پیا۔ ۲۸ فروری ۱۹۱۱ء کو حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد سے الوصیت (ا) کے قواعد کے ماتحت اماناتاً اسے دوسری جگہ صندوق میں دفن کیا گیا ہے مرحوم کا استقلال اور اخلاص قابل رشک تھا اس کی ہجرت اللہ تعالی کے لئے تھی وہ آخر دم تک اس پر قائم رہا خدا تعالی اس پر برکات نازل کرے اور اس کے بھائی کو سکینت اور اطمینان دے آمین۔

احباب اس پر جنازہ غائب پڑھ دیں۔ (الحکم قادیان۔۱۲۔۲۸ فروری ۱۹۱۱ء)

یہ عبارت بلند آواز سے کہہ رہی ہے کہ مرنے والا باوجود ایمان اور استقلال اور ہجرت وغیرہ اوصاف ایمانیہ کے طاعون ہی سے مرا، جس پر یہ کہنے کا ہمیں حق حاصل ہے کہ:

رسول قادیانی کی رسالت

بطالت ہے جہالت ہے ضلالت

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ مارچ ۱۹۱۱ء ص۳)

حکیم الامت کا فیصلہ

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۱۱ء میں لکھا گیا ہے کہ حکیم الامت کے لقب سے قادیانی اصطلاح میں جناب حکیم نور الدین صاحب ہیں آج ہم انہی (حکیم صاحب) کا قول فیصل نقل کر کے ناظرین کو ایک پرانے قضیئے کا فیصلہ سناتے ہیں۔

اہل حدیث اور دیگر اسلامی پرچوں میں جب کبھی قادیانی مشن کے برخلاف کوئی مضمون نکلتا تو صلح کل احباب ہم کو اور دیگر لکھنے والوں کو مانع ہوتے کہ مسلمانوں کو آپس میں منازعت اور ایک دوسرے کی تردید نہیں کرنی چاہیے جس کا جواب ہماری طرف سے بہت ہی نرم لفظوں میں ہوتا تھا کہ کیا کریں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوی ہی کچھ ایسے ہیں کہ کچھ نہ کچھ لکھنا ہی پڑتا ہے۔ ہمارے اس جواب کو صحیح مان کر بھی

صلح جو ہم پر بار ڈالا کرتے کہ گو کچھ ہی نہیں، تاہم مسلمان تو ہیں، اس لئے ہمارا ان کا اختلاف فروعی ہے اصولی (نہیں)۔ ایسے احباب آج حکیم الامت صاحب کا فیصلہ ذرہ غور سے پڑھیں اس کے پڑھنے سے جو اثر ان کے دل پر ہو اس سے ہمیں اطلاع دیں حکیم نورالدین صاحب فرماتے ہیں:

ہم اور ہمارے مخالفوں میں فرق

یہ بات تو بالکل غلط ہے کہ ہمارے اور غیر احمدیوں کے درمیان کوئی فروعی اختلاف ہے کیونکہ جس طرح وہ نماز پڑھتے ہیں ہم بھی اسی طرح پڑھتے ہیں اور زکوۃ حج اور روزوں کے متعلق ہمارے ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ میری سمجھ میں ہمارے اور ان کے درمیان اصولی فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ ایمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالی پر ایمان ہو اس کے ملائکہ پر کتب سماویہ پر اور رسل پر خیر وشر کے اندازوں پر اور بعث بعد الموت پر۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ ہمارے مخالف بھی یہی مانتے ہیں اور اس کا دعوی کرتے ہیں لیکن یہاں سے ہمارا اختلاف شروع ہو جاتا ہے۔ ایمان بالرسل اگر نہ ہو تو کوئی شخص مومن مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اور اس ایمان بالرسل میں کوئی تخصیص نہیں یہ عام ہے خواہ وہ نبی پہلے آئے یا بعد میں آئے ہندوستان میں ہو یا کسی اور ملک میں کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے ہمارے مخالف حضرت مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں۔ اب بتاؤ کہ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا قرآن مجید میں تو لکھا ہے لا نفرق بین احدٍ من رسلہ لیکن حضرت مسیح موعود (مرزا) کے انکار میں تو تفرق ہوتا ہے (الحکم ...فروری ۱۹۱۱ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

حکیم صاحب کو خدا اس کی جزادے کہ انہوں نے بہت پرانا مسئلہ حل کر دیا اور ہر ایک پر ظاہر کر دیا کہ قادیانی مشن جو اپنے آپ کو محمدی چھوڑ کر احمدی کہلاتا ہے اس کی وجہ وہی ہے جو محمدی کہلانے کی ہے یعنی

جس طرح عام مسلمان محمدی اس لئے کہلاتے ہیں کہ ان کے ہادی اور نبی حضرت محمد ﷺ ہیں، مرزائی احمدی اس لئے کہلاتے ہیں کہ ان کا ہادی غلام احمد ہے۔ اب اس کو ایک مثال میں یوں دیکھو کہ ہم مسلمانوں کا اور مرزائیوں کا اسی طرح کا فرق ہے جو عیسائیوں اور محمدیوں میں ہے کہ ایک فریق دوسرے کی نسبت ایک رسول کو زیادہ مانتا ہے۔ اسی مضمون کی تائید حکیم صاحب نے دوسرے ہفتے ان لفظوں میں فرمائی ہے جو درج ذیل ہیں اڈیٹر بدر لکھتا کہ حکیم صاحب کی خدمت میں سوال پیش ہوا کہ جو غیر احمدی مسلمان ہم سے پوچھتے ہیں کہ ہماری بابت؟ تمہارا کیا خیال ہے، اسے کیا جواب دیا جائے۔

فرمایا لا الہ الا اللہ ماننے کے نیچے خدا کے سارے ماموروں کے ماننے کا حکم آجاتا ہے۔ اللہ کو ماننے کا یہی مطلب ہے کہ اس کے سارے حکموں کو مانا جاوے گا۔ اب سارے ماموروں کا ماننا لا الہ الا اللہ کے معنوں میں داخل ہے۔ حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت موسی، حضرت مسیح، ان سب کا ماننا اسی لا الہ الا اللہ کے ماتحت ہے حالانکہ ان کا ذکر اس کلمہ میں نہیں۔ قرآن مجید کا ماننا، سیدنا حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانا، قیامت کا ماننا، سب مسلمان جانتے ہیں کہ اس کلمہ کے مفہوم میں داخل ہے۔ اور یہ جو کہتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب نیک مانتے ہیں لیکن وہ اپنے دعوی میں جھوٹے تھے، یہ لوگ بڑے جھوتے ہیں خدا تعالی فرماتا ہے و من اظلم ممن افتری علی اللہ الکذب او کذب بالحق ... دنیا میں سب سے بڑھ کر ظالم دو ہی ہیں۔ ایک جو اللہ پر افتراء کرتا ہے۔ دوم جو ان کی تکذیب کرے۔ پس یہ کہنا مرزا نیک ہے دعاوی میں جھوٹا۔ گویا ضدین کو جمع کرنا ہے جو ناممکن ہے۔ حضرت اقدس نے اس سوال کا جواب حقیقۃ الوحی میں دیا ہے۔ پھر آپ عبدالحکیم کو اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

> بہر حال خدائے تعالی نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔ ۱۴ مئی ۱۹۰۶ء

اور معیار الاخیار صفحہ ۸ میں رقم طراز ہیں:

> جو شخص پیروی نہ کرے گا تیری بیعت میں داخل نہیں اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔ (بدر قادیان۔ ۹ مارچ۔ ۱۹۱۱ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

اس سے بھی کوئی زیادہ صاف فیصلہ ہوگا جو جناب مسیح اور خلیفۃ المسیح کے دستخطی ہے کہ جتنے مسلمان مرزا صاحب قادیانی کی خبر پا کر منکر ہیں سب کافر اور جہنمی ہیں۔ایک دفعہ اور ہم حکیم صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے ہم کو بہت سی... سے سبک دوش فرمایا اور جو لوگ مولانا شبلی جیسے باخبروں کو بھی دھوکہ دینے کو کہہ دیا کرتے تھے کہ ہم مرزا قادیانی کو رسول نہیں مانتے بلکہ آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین عام معنی میں سمجھتے ہیں حکیم صاحب نے ان کی خوب تکذیب اور اہل حدیث کی تصدیق فرمائی جس کے لئے ہم حکیم صاحب کے مشکور ہیں (ملاحظہ ہو اہل حدیث ۴ ۔دسمبر ۱۹۱۰ء)۔اب اصل مطلب بھی سنیئے۔

حکیم صاحب آپ کی تقریر سے یہ بات تو صاف کھل گئی کہ ہمارا اور قادیانی مشن کا اصولی اختلاف ہے۔یہ بھی واضح ہوگئی کہ اصولی اختلاف صرف مرزا صاحب کی نبوت کے متعلق ہے پس ہمارا حق ہے یا نہیں کہ ہم آپ کے مشن پر وہ سوالات کریں جو آپ کے رسول کی رسالت کے منافی ہوں جس طرح عیسائی اور آریہ وغیرہ آنحضرت ﷺ کی رسالت پر اعتراض کرتے ہیں اور مسلمان ان اعتراضات کو اٹھاتے ہیں چنانچہ قادیانی مشن کا ہیرو (پیشوا) اور افراد بھی اسی غرض کے لئے مباحثات میں جاتے ہیں بلکہ جناب مرزا صاحب تو اسی کام کی وجہ سے نیک نام بنتے تھے پس ٹھیک اسی طرح ہم ایک جلسہ میں نبوت مرزائیہ پر معترض ہوتے ہیں اوران اعتراضات کے جوابات دینے کو آپ (حکیم صاحب) تشریف لاویں یا کسی وکیل کو (ایک کو یا کئی ایک کو) بھیجیں۔غالبًا نہ ہمارا یہ تقاضا کوئی بے جا ہے نہ آپ کا جواب دینا کچھ غیر مفید اور لایعنی بلکہ جس طرح محمدی ہونے کی حیثیت میں نبوت محمدیہ کا ثبوت دینا اور اعتراضات کو اٹھانا فرض ہے اسی طرح احمدی ہونے کی حیثیت سے نبوت احمدیہ کا ثبوت دینا اور اعتراضات کو اٹھانا احمدی (مرزائی) کا فرض ہے۔کیا کوئی احمدی (مرزائی) ہے جو اس کام کے لئے لبیک کی آواز ہمارے کانوں میں ڈالے۔وہ لاہوری ہو یا امرت سری قادیانی ہو یا دہلوی ہمیں اس سے غرض نہیں کسے باشد مگر ہو حکیم صاحب کی اجازت سے۔ایسا نہ ہو کہ بعد کو کہا جائے کہ چونکہ ہم اپنے امام کے حکم سے نہ گئے تھے اس لئے ذلیل ہوئے جیسے رام پور کے مباحثہ کی بابت کہا جاتا تھا۔ خدا کرے اس درخواست کی قبولیت میرے کان بہت جلد آشنا ہوں مگر رام پور کی طرح میں پیش گوئی کئے دیتا

ہوں (خدا کرے میری پیش گوئی غلط نکلے) کہ:

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اومرزائیو! اب تمہارا کوئی عذر نہ ہوگا اگر تم لوگ محض اسلام کی آڑ میں قادیانی نبوت کو چھپاؤ گے تو سمجھا جائے گا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ بس تمہارا بحیثیت مرزائی ہونے کے ایسا ہی فرض ہے جیسا کہ محمدی ہونے سے ہمارا فرض ہے کہ ہم نبوت محمدیہ کا ثبوت دیں اور آپ احمدیہ کا۔ ہاں یاد رکھو اگر تم لوگ ہم کو جواب نہ دو گے تو یہی سوال آریوں اور عیسائیوں کی طرف سے پیش ہونے والا ہے۔ اس وقت کے لئے تیار رہو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ مارچ ۱۹۱۱ء ص ۱۔۳)

نورالدین کا نور

حکیم نورالدین صاحب خلیفہ قادیان نے ایک رسالہ نیا مسمی ، احمدی ، جاری کرایا ہے جس میں خصوصیت سے اہل حدیث کے تعاقبات کے جواب دینے کا اعلان کیا گیا ہے حکیم صاحب نے علاوہ خلیفہ ہونے کے اس رسالہ کی سرپرستی منظور کی ہے بلکہ ایک رقم خاص اس کی امداد کو جیب خاص سے عطا فرمائی ہے اس لئے ہمارا حق ہے کہ ہم اس رسالہ کو حکم صاحب ہی کا سمجھا کریں کیوں؟

نہ سگ دامن کاروانے درید
کہ دہقاں ناداں کہ سگ پرورید

اس رسالہ میں اہل حدیث (امرتسر) کے جوابات کہاں تک دئے گئے ہیں؟ اس کا اندازہ تو خود حکیم نورالدین صاحب ہی کر سکتے ہیں، ہاں اس بات کا اظہار کئے بغیر ہم نہیں رہ سکتے کہ گالیاں بڑی مزے کی دی جاتی ہیں کیونکہ اس کا اڈیٹر کسی خاص وجہ سے اس فن میں خاص ملکہ رکھتا ہے (اس وجہ کی تشریح کی ضرورت ہوئی اور اڈیٹر

مذکورنے اپنے برتاؤ سے مجبور کیا تو کی جاوے گی۔اڈیٹر) جسکا مقابلہ ہم سے نہیں ہوسکتا اور اس کا ہمیں خود اعتراف ہے۔

رسالہ (احمدی) کے تین نمبر شائع ہو چکے ہیں۔پہلے نمبر میں اس نے مخالفین مرزا قادیانی کو یہودی بنایا اور جس قدر آیات واحادیث یہودیوں کے متعلق ہیں وہ سب مخالفین مرزا قادیانی، مسلمانوں کے حق میں لکھی ہیں حالانکہ اس کا فرض یہ تھا کہ پہلے اپنے مسیح موعود کی حقیت ثابت کر لیتا پھر اس کے مخالفوں کی نسبت جو چاہتا کہتا۔لیکن ایسا کرنا ذرا کارے دارد، ہے۔اس لئے حکیم صاحب نے تمام زور ایک نظم پر نکالا جس کا نام رکھا ہے ناصحانی نظم۔جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

ثناء اللہ! اگر تجھ میں ہے کچھ شرم و حیا باقی
تو بول اٹھ اب تری ذلت میں ہے کیا رہ گیا باقی
جو تجھ میں آدمیت تھی وہ مدت سے گئی گذری
سوائے اک یہودیت کے ہے اب تجھ میں کیا باقی
نہ کچھ باقی رہا علم و فضل و عقل و دانش سے
نہ بو ایمان کی تجھ میں نہ زہد و اتقا باقی
کہاں کی افضلیت مولویت ہے لئے پھرتا
یہودوں میں نہ تجھ جیسے بہت تھے پارسا باقی
جری اللہ (مرزا) کی تکذیب سے ثابت کیا تو نے
کہ دشمن انبیاؤں کا ہے تو ہی اک رہا باقی
بہت نزدیک ہے اے غافل اب تقدیر ربانی
نہ دشمن ہی رہیں گے اور نہ ان کے اقربا باقی
خدا کا ہاتھ آ کر خود کرے گا فیصلہ تیرا
رہیں گے کب تلک تیرے بھلا جور و جفا باقی

نصیحت مان لے ناصح کی اے امرتسری نادان
اگر اسلام کی تیرے بدن پر ہے ردا باقی

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں کہ منشی مولا بخش صاحب متخلص کشتہ امرتسری نے حکیم نورالدین صاحب کی خاطر اس نظم کے جواب میں ایک نظم لکھی ہے جو بغرض قادیانی مشاعرہ درج ذیل ہے:

بتاؤ شیخ چلی کے مریدو! اب ہے کیا باقی
نہ سارنگی ہی باقی ہے نہ اب ہے میرزا باقی
کہو وہ کون تھا جس نے کیا رسوا شریفوں کو
وہ داغ عشق سینے پہ رہا کس کے صدا باقی
نکاح آسمانی کے ہوئے الہام گو لاکھوں
لحد میں حسرت وصل آہ لیکن لے گیا باقی
اگر ایسے ہی مرسل عشق باز اور مفتری ہوتے
بجز الحاد و دہریت کے پھر تو کچھ نہ تھا باقی
نہ پوری ہو سکی پیشین گوئی آج تک کوئی
مگر اف رے ڈھٹائی ہے برابر ادعا باقی
مباہل کون عبدالحق سے تھا اور ڈاکٹر جی سے
بتاؤ وہ ہیں زندہ یا کہ ہے اب میرزا باقی
مباہل سب سے ہوتا تھا وہ اک روباہ بازی سے
مقابل شیر یزداں کے نہ کچھ اس کا رہا باقی
گریباں میں ذرا منہ ڈال کر مرزائیو! سوچو
تمہارے حضرت اقدس سے کیا کیا رہ گیا باقی

یہ کیسی بہکی باتیں ہیں تم اب ہو منتظر کیسے
کبھی کا مرچکا مرزا، ابھی ہے فیصلہ باقی؟
تجاہل عارفانہ سے اگر تم کہہ نہیں سکتے
تو سن میرزا کا ہے جو دنیا میں پتہ باقی
گھٹا حسرت کی اس کی قبر پر ہر دم برستی ہے
نہیں زیر لحد کچھ بھی عفونت کے سوا باقی
سراسر منہ کی کھا تے ہو مگر کچھ ڈھیٹھ ایسے ہو
کہ ہے اب بے حیائی کا تمہیں بس آسرا باقی
تمہیں پر منحصر ہے اس کمی کو اب کرو پورا
تمہارے پیر و مرشد سے اگر کچھ رہ گیا باقی
صریح و صاف دکھلائے نشان اللہ نے کیسے
مگر اب تک ہے ویسا ہی تمہارا افتراء باقی
کیا تھا کس نے دھاوا قادیاں پہ یاد ہے تم کو
نہ نکلا کون بیت الفکر سے، ہے کچھ پتا باقی
تمہارا وہ مسیح و مہدی معہود دیکھو تو
پھنسا خود ایسی مشکل میں کہ چارہ کچھ نہ تھا باقی
وہ مرنا میرزا کا ہگتے ہگتے آہ غربت میں
وہ عبرت ناک نقشہ تھا کہ پہروں تک رہا باقی
ریاست رامپور میں کس نے پہنچائی تھی زک تم کو
نہ چھوڑے تھے بھلا کسنے تمہارے دست و پا باقی

جو آ پہنچے ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل
نہ کچھ حجت رہی باقی نہ کوئی ادعا باقی
خزاں آنے کو ہے اب گلستان کذب مرزا میں
رہے گا اس چمن کا اب نہ اک پتہ ہرا باقی
کوئی پوچھے تو نور الدین سے اتنا کہ اے حضرت
یہی ایمان داری ہے یہی ہے اتقاء باقی
جواب آیا نہ الہامات مرزا اور مرقع کا
ہوا ثابت کہ حضرت میں نہیں اب ناطقہ باقی
ستا لو، گالیاں دے لو ، خدا کے نیک بندوں کو
ابھی اعمال نامے میں تمہارے ہے جگہ باقی
پڑا ظلمت کدہ میں خود ہے نور الدین نے چارہ
نہ حاصل چشم بینا ہے نہ دل میں ہے ضیا باقی
دلائی ہیں ہزاروں گالیاں دلّی کے پھکڑ سے
رہے تا یادگار اک فعل نور الدین کا باقی
گڑے مر دے اکھاڑے جائیں کشتہ کس کی خواہش تھی
مگر ہے شومئی قسمت سے ان کو ولولہ باقی

شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ رسالہ احمدی دہلی کے: دوسرے اور تیسرے نمبر میں حکیم نورالدین کا سارا زور اس پر ہے کہ علماء کے اخلاق اچھے نہیں۔ ایک دوسرے کو کوستے اور گالیاں دیتے ہیں۔ چنانچہ علماء کی باہمی جدلی تحریرات کو بالاستیعاب درج کیا ہے۔ مگر معلوم نہیں اس کوشش کا نتیجہ ان کے خیال میں کیا ہے جو ابھی تک ظاہر نہیں ہوا۔ غالباً یہ نتیجہ ہوگا کہ چونکہ علمائے اسلام کے اخلاق بہت خراب ہیں اس لئے مسیح موعود کی ضرورت

ہے چنانچہ خود بدولت آ گئے۔ مگر حکیم مورالدین صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ خود بدولت کے دام افتادہ مریدوں اور صحبت یافتوں کے اخلاق بھی چنداں قابل رشک نہیں بلکہ واجب الترک بھی ثابت ہیں۔ اس دعوی پر ہم کسی بیرونی شہادت کی تلاش کیوں کریں؟ خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہی کی شہادت پیش کرتے ہیں جس میں حکیم نورالدین صاحب کا ذکر بھی ہے بلکہ ایک معنی سے انہی کا مقولہ ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

اخی مکرم حضرت مولوی نورالدین صاحب سلمہ تعالی بارہا مجھ سے یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیزگاری اور للہی محبت باہم پیدا نہیں کی۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوح کر کے پھر بھی ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے السلام علیک نہیں کر سکتے چہ جائے کہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آویں اور انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنی خود غرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں (اشتہار ملحقہ بشہادت القرآن مولفہ مرزا قادیانی۔ ص ۲)

یہ عبارت کیا بتلاتی ہے؟ بس یہی کہ بقول حضرت مسیح ؑ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی صحبتوں میں بھی کوئی اثر نہیں اور نہ ان سے وہ ضرورت پوری ہو سکتی ہے جس کے لئے ان کا تشریف لانا مانا جاتا ہے۔

امید ہے آئندہ کو حکیم الامت ذرہ سوچ سمجھ کر اس چکر میں قدم رکھیں گے

سنبھل کر پاؤں رکھنا میکدہ میں شیخ جی صاحب
یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۱ مارچ ۱۹۱۱ء۔ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ ۳۱ مارچ ۱۹۱۱ء ص ۱۔۳)

حکیم الامت اوران کی ذریت سے چند سوال

دیکھیں تو کس طرح انہیں ہوتا اثر نہیں
لو آج نامہ لکھتے ہیں خون جگر سے ہم

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حکیم الامت سے ہماری مراد حکیم نورالدین صاحب خلیفہ قادیان ہے۔ یہ ہماری اصطلاح نہیں بلکہ قادیانی مشن کی ہے۔پس ناظرین اس اصطلاح کو ہمیشہ کے لئے یادرکھیں۔

حکیم صاحب ! یہ بات تو اب کھلی صداقت ہے کہ آپ اورآپ کے اتباع جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو نبی اوررسول مانتے ہیں بلکہ نہ ماننے والوں کو کافر جہنمی مرتد وغیرہ القاب سے یادکرتے ہیں اورخاتم النبیین کی تفسیر آپ لوگ یوں کرتے ہیں کہ مستقل نبیوں کا آنا بند ہے مگر ایسے نبیوں کا آنا بند نہیں جو اسلام کی اطاعت میں ترقی کرکے درجہ نبوت کو پہنچیں۔ چنانچہ ایسے نبیوں کی مثال جو اسلامی اطاعت میں درجہ نبوت ورسالت پر پہونچے ہوں ایک جناب مرزا صاحب قادیانی بھی ہیں۔

(بقول آپ کے)مرزا صاحب ا قادیانی متی بھی ہیں اور نبی بھی۔ان معنی سے مرزا غلام احمد صاحب کا منصب صرف تبلیغ ہے اختراع اورایجاد حکم کا نہیں۔ دیگر علماء کی تبلیغ اورمرزا صاحب قادیانی کی تبلیغ میں بقول آپ کے بڑا فرق ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی براہ راست خدا سے علوم حاصل کرتے ہیں اور علماء اپنے اساتذہ سے سیکھتے ہیں یا بزور مطالعہ حاصل کرتے ہیں۔اس لئے علماء کے علوم میں غلطی کا احتمال ہے اور جناب مرزا صاحب قادیانی کے علوم اور تبلیغ میں غلطی کا احتمال نہیں۔

حکیم نورالدین صاحب! غالباً میں نے آپ کے دعوی کی تقریر میں کوئی خیانت یا غلطی نہیں کی بلکہ ایک معنی سے پوری تبلیغ کردی ہے۔کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں آپ سے کچھ سوال کروں؟ (ضرور)

پس غور سے سنئے:

الف، خاتم النبیین کی اس تفسیر کا قرآن وحدیث سے کیا ثبوت ہے؟

ب۔حدیث شریف میں آیا ہے لا نبی بعدی ۔اس میں لانفی جنس کا ہے یا کچھ اور؟

ج۔حدیث شریف میں آیا ہے میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔اس کے کیا معنی ہیں۔کیا حضرت عمر فاروقؓ بحیثیت اطاعت مرزا صاحب قادیانی سے کم تھے؟

د۔جناب مرزا صاحب قادیانی اپنی نبوت یا بالفاظ دیگر اپنے دعاوی کے ثبوت میں اپنے اخبار غیبیہ (پیش گوئیاں) بتلایا کرتے تھے۔کیا آپ بھی وہی بتلائیں گے؟ یا ان کے سوا اور کوئی ثبوت بھی آپ رکھتے ہیں؟

ھ۔نبی جس قوم کے سامنے تبلیغ کا کام شروع کرتا ہے اس قوم کی عام زبان میں تبلیغ کرتا ہے یا اپنی اصطلاحات دو بطن الگ رکھتا ہے۔

و۔نبی جو پیش گوئی بطور تحدی کے مخالفین کے سامنے پیش کرتا ہے اس کو پوری تشریح سے کرتا ہے یا بعد وقوع کے اس کی تشریح کرتا ہے۔

نوٹ: اس سوال کا مطلب سمجھنے میں آپ کو تو نہیں شاید کسی اور صاحب کو غلط فہمی ہو اس لئے میں اس کی تشریح کردوں:

یعنی نبی جب کسی آئندہ امر غیبی کو مخالفین کے سامنے ظاہر کرتے تھے تو صاف صاف اور کھلے کھلے الفاظ میں کرتے تھے تاکہ اس کے وقوعہ کے بعد مخالفوں پر حجت قائم ہو سکے مثلاً کسی امر کے وقوعہ کی میعادی خبر بتلاتے تھے کہ ایک سال میں ہو جائے گا تو وہ واقع ایک ہی سال میں ہوتا تھا یہ نہیں ہوتا تھا کہ ایک سال کی بجائے دو بلکہ تین سالوں میں تو نبی ان کے جواب میں کہے کہ میعاد کو کیا دیکھتے ہو واقع کو دیکھو۔کیا آپ کے نزدیک بھی یہ اصول صحیح ہے یا نہیں؟

ز۔نبی اگر اپنی تحدی کی پیش گوئی میں جھوٹا ثابت ہو، تو آپ کے نزدیک بھی مفتری کذاب دجال کے الفاظ کا مستحق ہے یا نہیں؟

ح۔جو نبی ایسا جھوٹا ثابت ہو اس کی اطاعت کرنے والے بھی انہی القاب کے مستوجب ہیں یا نہیں؟

ط۔کیا آپ ان اصولوں کے مطابق جناب مرزا صاحب قادیانی کی نبوت کا ثبوت دینے کو طیار ہیں؟

مہربانی کر کے ان سوالات کے جوابات آپ دیں یا آپ کے حسب الحکم کوئی اور صاحب عنایت کریں۔ان اجرکم الا علی اللہ

نوٹ: آج تک تا قادیانی جماعت کہا کرتی تھی کہ ہمارے مخالف خصوصاً اڈیٹر اہل حدیث امرتسر سخت الفاظ میں دل آزاری کرتے ہیں اسی لئے رام پور میں بھی مباحثہ پورا نہ کر سکے۔لیکن آج کے سوالات تو ایسے پیرائے میں ہیں کہ اس کی نظیر قادیانی مشن میں بصد تلاش بھی نہ ملے گی۔پس ان سوالات کے جوابات بھی اگر قادیانی مشن نے نہ دیئے تو سمجھا جائے گا کہ آج تک بھی آپ لوگوں کا عذر اس شعر کا مصداق ہے:

زاہد نہ داشت تابِ وصالِ پری رخاں
کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر، ۶ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ مطابق ۷۔اپریل ۱۹۱۱ء ص ا۔۲)

مذاکرہ علمیہ

جناب مولوی ثناء اللہ صاحب۔تسلیم

آپ نے مذاکرہ دربارہ نبوت ورسالت اہل حدیث (۲۴ فروری ۱۹۱۱ء) میں شائع کیا اور اس کو اب قریباً ایک مہینہ ہوتا ہے۔مگر تعجب ہے کہ اب تک اس سلسلہ میں کوئی جواب طبع نہیں ہوا۔اگر کوئی جواب نہ آیا ہو،تو دوبارہ ناظرین کو آگاہ کیجئے۔ایسا نہ ہو کہ آپ کے علماء کو آپ کے نوٹ نے ڈرا دیا ہو۔

مجھے تو بہت امید تھی کہ آپ کے ہم خیال علماء اس مذاکرہ پر دلچسپی سے مضامین لکھیں گے۔آپ پھر توجہ دلا یئے۔یہ ایک اصولی بحث ہے اگر علماء توجہ کریں تو اس کے بعد اور بھی بعض اس قسم کی اصولی ابحاث کا آپ کے اخبار میں تذکرہ کرنا چاہتا ہوں۔خاکسار فضل الدین از قادیان،

شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ: آپ کے جواب میں ایک آدھ مضمون آیا مگر چونکہ وہ محققانہ نہ تھا اس لئے

درج نہ ہوا بلکہ اوروں کا انتظار رہا۔

نبوت اور رسالت میں بنظر قرآن وحدیث کوئی فرق نہیں جن لوگوں نے نبی کو عام اور رسول کو خاص کہا ہے ان کے پاس اس دعوی پر کوئی دلیل نہیں قرآن مجید میں یہ دونوں لفظ برابر ایک دوسرے کی جگہ بولے جاتے ہیں۔تعریف یہ ہے کہ نبی وہ آدمی ہے جو خدا کی خاص وحی کا محل ہو۔وحی خاص وہ ہے جو براہ راست بذریعہ جبریل فرشتے کے بندے تک پہنچے۔خاصہ لازمہ اس کا نبی اور رسول کے حق میں یہ ہوتا ہے کہ وہ براہ راست خدا کے حضور میں ہوتا ہے اور مخلوق کی نسبت یہ ہوتا ہے کہ اس کا منکر کافر کہلاتا ہے اور کسی کا نہیں

رہا بروزی اور غیر بروزی نبی وہ ایک قادیانی اصطلاح ہے اس کا ثبوت ہمارے علم میں قرآن و حدیث میں نہیں (اس مسئلہ پر آئندہ کبھی مفصل مضمون نکلے گا) امید ہے اور اہل علم بھی توجہ کریں گے۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر۔۷۔اپریل ۱۹۱۱ء ص ۳)

موںگیر اور بنارس میں قادیانی اشتہار بازی

آج کل بنارس اور مونگیر میں قادیانی گروہ اور ان کے مخالف مسلمانوں کی خوب اشتہار بازی ہو رہی ہے قادیانیوں کے پاس چونکہ کوئی دلیل صداقت مرزا کی نہیں اس لئے وہ مرزا کی پیشین گوئیوں کی بحث سے منہ پھیر کر بار بار حیات ومماۃ ابن مریم کی طرف رخ کرتے ہیں جس سے مرزا کی تصدیق وتکذیب کو کوئی تعلق نہیں۔تعجب ہے یہ لوگ مرزا کے کیسے مرید ہیں جب اس نے خود کہہ دیا تھا کہ اگر میں سچا ہوں تو مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں مر جائے گا لیکن اگر میں (مرزا) مولوی ثناء اللہ کی زندگی میں مر گیا تو میں (مرزا) صریح کذاب ہوں۔پھر اس نمایاں فیصلہ کے بعد یہ لوگ کیوں اپنے گریبانوں میں نہیں جھانکتے ؟ یہ لوگ خدا کے سامنے کیا جواب دیں گے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔۷۔اپریل ۱۹۱۱ء ص ۱۳)

اڈیٹر بدر کو نوٹس

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی آنجہانی کا دعوی تو یہ تھا کہ میرے مرید اصحاب رسول اللہ ﷺ میں داخل ہیں مگر جب ہم ان کے اخلاق معمولی مسلمانوں سے بھی گرے ہوئے پاتے ہیں تو ہمیں مرزا صاحب کے قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ ہماری جماعت (مرزائیہ) نے للّٰہیت میں کوئی ترقی نہیں کی اس کی بہت سی مثالیں ہم پیش کرتے رہتے ہیں۔ تازہ مثال سنیئے۔ میرے والد مرحوم کا نام تھا محمد خضر جو۔ جو کشمیری اصطلاح کے مطابق جو لگانے سے خضر جو بنتا ہے مگر اڈیٹر بدر اپنی معمولی عادت اور مرزائی سنت کے مطابق ض کی بجائے ز بدل کر ابن خزر لکھتا ہے۔ شائد اس نے سمجھا ہو کہ ایسا کرنے سے قادیانی مذہب کو کچھ تقویت ہو سکتی ہو مگر در حقیقت تقویت نہیں ہو سکتی ہاں سنت مرزائیہ کی تعمیل ضرور ہوتی ہے۔ لودہانہ میں مولوی سعد اللہ صاحب مرحوم نو مسلم تھے۔ جن کے والد ہندو تھے۔ مولوی صاحب نے جوانی کی عمر میں رضاء الٰہی کی خاطر اپنا کنبہ برادری چھوڑ کر اسلام قبول کیا تھا مگر چونکہ مرزا صاحب کے مخالف تھے اس لئے آنجہانی بطور توہین ان کو ہندو زادہ لکھا کرتے تھے۔ اس لئے اس پارٹی سے ایسے اخلاق دینیہ کا ارتکاب کوئی مستبعد امر نہیں۔ اس کے جواب میں اگر ہم ان کو یہ کہیں کہ مخالفت تمہاری تو میں کرتا ہوں مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی کے مطابق مرزا صاحب قادیانی کی زندگی میں مرنے سے بچا تو میں ہوں، میرے والد مرحوم نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا۔ حدیث شریف میں مردگان کو گالیاں دینے سے منع بھی آیا ہے۔ یہ ان سے کیا توقع ہے کہ باز آجاویں گے؟ ہرگز نہیں۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ایک دفعہ ان کو متنبہ کر دیں آئندہ کو اگر انہوں نے میرے والد کے نام میں کسی حرف کی تبدیلی کی تو ہم بھی صرف ایک ہی حرف (ن) کو (س) سے بدل دیں گے۔ پس اپنا نفع نقصان سوچ لیں۔ استاد صائب کہتا ہے:

دہن خویش بدشنام میا لا صائب
کیں زرِ قلب بہر کس کہ دہی باز دہد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔ اپریل ۱۹۱۱ء۔ص ۸)

فیصلہ ہوگیا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

مریض الامت اور ان کی ذریت کی طرف سے فیصلہ ہوگیا

کے زیرعنوان لکھتے ہیں:

مریض الامت سے ہماری مراد وہی بزرگ ہیں جن کو آج سے پہلے قادیانی اصطلاح میں کئی ایک دفعہ ہم حکیم الامت سے تعبیر کر چکے ہیں چونکہ وہ حکیم ہیں اس لئے قادیانی اصطلاح میں حکیم الامت ہیں چونکہ وہ گھوڑی پر سے گرنے کی وجہ سے مریض رہتے ہیں اس لئے ہماری اصطلاح میں مریض الامت بھی ہیں۔ بہر حال یہ کوئی تعارض نہیں بلکہ دو اعتباروں سے دونوں اوصاف ان پر صادق آتے ہیں اور یہ بعینہ ویسی صورت ہے جیسے جناب مرزا صاحب کو وہ لوگ ایک حیثیت سے نبی اور ایک حیثیت سے امتی کہتے ہیں اس وجہ تسمیہ کے بعد ہم بتلاتے ہیں کہ فیصلہ کیا ہوا؟ اہل حدیث مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۱۱ء میں قادیانی خلیفہ حکیم نورالدین صاحب کا ایک فیصلہ لکھ کر نتیجہ نکالا گیا تھا جس کو بدر قادیانی نے غلط قرار دے کر ایک نتیجہ پیش کیا ہے۔

فیصلہ تو یہ تھا کہ جو لوگ مرزا صاحب قادیانی کی رسالت سے منکر ہیں وہ کافر ہیں۔ ہم نے اس سے نتیجہ نکالا تھا کہ ہمارا اور مرزائیوں کا فرق عیسائیوں اور محمدیوں یا موسائیوں اور عیسائیوں کا سا ہے جس طرح ان دونوں میں یہ تمیز ہے کہ ایک دوسرے سے ایک رسول زیادہ مانتا ہے اسی طرح قادیانی امت ہم مسلمانوں سے زیادہ مرزا صاحب قادیانی کو رسول مانتے ہیں۔ اس کے جواب میں بدر لکھتا ہے:

مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ مسلمانوں اور مرزائیوں کا اسی قدر فرق ہے جو عیسائیوں اور محمدیوں میں ہے یہ مثال ان کی درست نہیں ہے بلکہ صحیح مثال یہ ہے کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں کا اسی قدر فرق ہے جو زمانہ حضرت عیسی میں یہودیوں اور عیسائیوں کا تھا۔ یہود اہل کتاب تھے ایک شریعت رکھتے تھے ان کے صاحب شریعت نبی حضرت موسی کے متبعین میں سے ایک شخص کو خدا تعالی نے مبعوث اور مامور کیا تھا تا کہ ان کی غلطیوں کو دور کرے۔ وہ شریعت منسوخ کرنے نہ آیا تھا اس کا قبلہ اور نماز اور سب باتیں حضرت موسی کی متابعت میں تھیں۔ یہود نے عموماً اس کو نہ مانا اسے کافر کہا اور اسے ایذا دی مگر یہود میں سے جنہوں نے اس مامور من اللہ کو قبول کر لیا وہ اس کے نام پر عیسائی کہلائے۔ (بدر ۲۱؟ اپریل ۱۹۱۱ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

بہت خوب! یہی مثال سہی مگر یہ تو بتلاؤ کہ عیسائیوں پر جو یہودی سوال کریں کہ اپنے مسیح کی نبوت کا ثبوت دو تو عیسائیوں کا فرض نہیں؟ کہ یہودیوں کے اس سوال کا جواب دیں۔ ٹھیک اسی طرح قادیانی مشن کا فرض ہے کہ سب سے مقدم مخالفین کے اس سوال کا (کہ مرزا صاحب قادیانی کی نبوت کا کیا ثبوت ہے) جواب دے۔ مگر افسوس کہ قادیانی امت اس دعوی کا ثبوت دینے میں ہمیشہ کمزور پائی گئی ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ مریض امت اپنی خلافت کے سب کاموں میں اسی کام کو سب سے مقدم جانتے۔ خود میدان میں آتے یا اپنے کسی لائق بولنے والے کو مامور فرماتے۔ کیا وہ ایسا کریں گے؟ ہرگز نہیں۔ عیسائی تثلیث پر بحث کر سکتے ہیں۔ آریہ نیوگ کے فضائل بیان کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے مگر مرزائی، مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت اور رسالت کا ثبوت دینے سے ہمیشہ جی چرائیں گے کیونکہ ان کو اس بات کا علم ہے کہ حضرت مرزا صاحب قادیانی کی نبوت کا خاتمہ تو آخر اس پر ہوا تھا جو ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو بذریعہ اشتہار کیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب میری زندگی میں نہ مریں تو میں جھوٹا۔ آخر کیا ہوا؟ سب کو معلوم ہے اس لئے ہمارا یہ نتیجہ بالکل صحیح ہے کہ:

رسول	قادیانی	کی	رسالت
جہالت	ہے	جہالت	ہے	جہالت

چونکہ قادیانی مشن خود اقراری ہے کہ ہمارا اور ان کا فرق صرف مرزا صاحب کی نبوت اور مسیحیت پر ہے اس لئے ہم آئندہ کوئی سوال ان کا نہ سنیں گے بلکہ ہمیشہ یہی سوال کریں گے کہ :

بنما	بصاحب	نظرے	گوہر	خود	را
عیسی	نتواں	گشت	بتصدیق	خر	چند

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸۔اپریل ۱۹۱۱ء ص ۱ ۔۲)

مرزائی چکر یا دعا مرزا میں میرا ذکر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل بنارس اور منگیر میں مرزائیوں (قادیانیوں) اور دیگر مسلمانوں کے درمیان میدان مباحثہ گرم ہے۔ دونوں مقامات میں اشتہار بازی گرما گرمی سے ہو رہی ہے۔ بنارس میں اشتہارات حکیم محمد عیسی صاحب کے نام سے نکلتے ہیں۔ منگیر میں فرید الحسن صاحب ...کے نام سے نکلتے ہیں مگر کیا مزے کی بات ہے کہ دونوں مقامات میں میرا ذکر اور ذکر کے ساتھ مرزائیوں کی طرف سے گالیاں ضرور ہوتی ہیں۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ دونوں مقامات کے مسلمان مرزا صاحب کا اشتہار آخری فیصلہ والا پیش کر کے لکھتے ہیں کہ جناب موصوف نے ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ (وحی) یہ فیصلہ شائع کیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے مجھ کو بہت ستایا ہے اس لئے میرا اور ان کا آخری فیصلہ ہے کہ اگر وہ مجھ سے پہلے نہ مریں تو میں جھوٹا۔ اس مضمون کو ہر ایک مقام پر پیش کیا جاتا ہے قادیانی جماعت کی طرف سے اس کے جواب میں علاوہ معقول جواب کے مجھ کو کوسا جاتا ہے جو میں شکریہ کے ساتھ قبول کرتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مرزائیوں کو میرے تصور (خیال) سے ضرور اس فیصلہ کا خیال آتا ہو گا پھر اس کے ساتھ یہ بھی خیال آتا ہو گا کہ مولوی ثناء اللہ ابھی زندہ ہے۔ پھر لازمہ محبت مرزا صاحب قادیانی کا یہ تقاضا بھی ضرور ہے کہ میری زندگی اور

میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی موت سے ان کو رنج ہو۔ بلکہ میری زندگی سے کبیدہ خاطر ہو کر بقول

شور بختاں بآرزو خواہند

مقبلاں را زوال نعمت و جاہ

میری موت کے متمنی ہوں گے۔ خیر یہاں تک تو ان کا تقاضا طبعی ہے جس میں ہم بھی ان کو معذور جانتے ہیں لیکن مرزائی جماعت کے ممبر اس سے آگے تجاوز کر جاتے ہیں وہ جب دیکھتے ہیں کہ ان کی مخالفت میں تمام مسلمان حنفی اور اہل حدیث وغیرہ سب متفق ہیں تو حنفیوں کو میری طرف سے نفرت دلانے کے لئے اہل حدیث اور حنفیہ کے مشاجرات اور اختلافات شائع کرتے ہیں اور بار بار بطور عار دلانے کے کہتے ہیں کیا حنفی علماء مر گئے یا حنفیوں کے لئے باعث شرم نہیں کہ ایک غیر مقلد کی کتاب پڑھتے ہیں وغیرہ۔ مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ اس امر میں حنفی شافعی اہل حدیث بلکہ شیعہ سنی سب متفق ہیں۔ اسلامی فرقوں کے علاوہ آریہ اور عیسائی بھی تو اس فیصلہ مرزا کو بطور سند لا سکتے ہیں۔ جیسے ہم مسلمان، ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی والی پیش گوئی کی غلطی کو مرزا غلام احمد قادیانی کے کذب پر بطور گواہ لاتے ہیں اسی طرح عیسائی میرے متعلق پیش گوئی کو بطور سند لا سکتے ہیں۔ اس کلام کو سند لانے والوں کی غرض صرف مرزا قادیانی کی تکذیب ہے نہ کہ عبداللہ آتھم اور ثناء اللہ کے شخصی خیالات سے توافق۔ مگر ایسی سیدھی بات وہ کیا سمجھ سکتے ہیں جن کے حق میں فرمان خداوندی ہے و ان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلاً (ہدایت کی راہ دیکھ کر سیدھی راہ کو پسند نہیں کرتے)۔ خیر یہ تو قادیانیوں کی کیدانی ہے جس کا جواب بالکل مختصر دیا گیا ہے۔ اصل بات کے جواب میں بھی قادیانی مرزائیوں نے بہت کچھ دشنام آمیز باتیں لکھی ہیں منگیری مرزائیوں کے نام سے ایک رسالہ دہلی کے ایک پھکڑ نے شائع کیا جس میں خوب جی کھول کر گالیاں دی ہیں اس رسالہ کا نام ہے ثنائی چکر، ۔ان گالیوں کا جواب تو ہمارے ہاں نہیں اس لئے ان کو اس کی توقع کسی اور جگہ سے کرنی چاہیے ہاں اصل بات اس رسالہ میں صرف اتنی ہے کہ:

مرزا صاحب کا اشتہار مباہلہ نہ تھا بلکہ دعوت مباہلہ تھا مرزا صاحب کے اس اشتہار کے مقابلہ میں مولوی ثناء اللہ نے لکھا تھا کہ یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اسی لئے مرزا صاحب نے اعلان بار دوئم دیا تھا جس کو بھی مولوی ثناء اللہ صاحب نے منظور نہ کیا۔ وغیرہ

اس سارے قضیہ کا فیصلہ مرزا صاحب قادیانی کی اپنی تحریر سے ہوسکتا ہے۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس اشتہار میں لکھتے ہیں:

اے میرے کامل اور صادق خدا! اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر... میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھالے... اے میرے مالک تو ایسا ہی کر... بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھدیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ یہ عبارت کسی شرح یا حاشیہ کی محتاج نہیں۔اس کے الفاظ صاف کہہ رہے ہیں کہ یہ ایک دعا ہے نہ کہ دعوت مباہلہ۔دعوت مباہلہ ہوتی تو یوں ہوتا آؤ ہم تم مباہلہ کریں۔جیسے قرآن مجید میں ہے تعالوا ندع ابناءنا ... الخ۔آ ہم اپنے بچوں کو بلا کر مباہلہ کریں۔اس میں کس کو شک ہے کہ دعوت کہتے ہیں کسی کام کے لئے بلانے کو۔اشتہار کی عبارت منقولہ میں دعوت کہاں ہے؟ وہ تو صاف الفاظ میں دعا ہے۔ اے خدا تو ایسا کر۔خصوصاً آخری فقرہ بہت ہی قابل غور ہے جو یہ ہے:

اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

اس فقرہ کی مزید تشریح اس کلام سے ہوتی ہے جو ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کے اخبار بدر قادیان میں چھپا تھا کہ مولوی ثناء اللہ کی بابت جو اشتہار دیا گیا ہے اس کی بنا بھی خدا کی طرف سے ہے میں نے دعا کی تھی الہام ہوا اجیب دعوۃ الداع اذا دعان (دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں) اب ادنیٰ غور بلکہ بے غور بھی یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ جب خدا کی طرف سے اس دعا کے قبول کرنے کا وعدہ ہوا ہے تو پھر میرے انکار کو اس میں کیا دخل؟ ہاں اعلان باردوم کی بابت جو کہا گیا ہے وہ بھی محض دھوکہ اور دفع الوقتی ہے۔اس اعلان کے بھی اصل الفاظ یہ ہیں:

اعلان۔ باردوم

و من اظلم ممن افتری علی اللہ کذباً او کذب بآیاتہ

افسوس کہ اس ملک کے اکثر لوگ جو مولوی کہلاتے یا ملہم ہونے کا دم مارتے ہیں جب خدا تعالیٰ کا کلام ان کو سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ وہ افتراء ہے انہیں لوگوں پر اتمام حجت کرنے کے لئے میں نے کتاب حقیقۃ الوحی تالیف کی ہے۔ کب تک یہ لوگ ایسا کریں۔ آخر ہر ایک فیصلہ کے لئے ایک دن ہے اور ہر ایک قضاوقدر کے نزول کے لئے ایک رات ہے۔ اس وقت میں نمونہ کے طور پر خدا تعالیٰ کا ایک کلام ان لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں اور بالخصوص اس جگہ مخاطب میرے مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ امرت سری اور مولوی عبدالجبار اور عبدالواحد اور عبدالحق غزنوی ثم امرتسری اور جعفر زٹلی لاہوری اور ڈاکٹر عبدالحکیم خان اسسٹنٹ سرجن تراوڑی ملازم ریاست پٹیالہ ہیں۔ اور وہ کلام یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے:

انی احافظ کل من فی الدار و احافظك خاصةً ۔ ترجمہ اس کا بموجب تفہیم الٰہی یہ ہے کہ میں ہر ایک شخص کو جو تیرے گھر کے اندر ہے طاعون سے بچاؤں گا اور خاص کر تجھے۔

چنانچہ گیارہ برس سے اس پیش گوئی کی تصدیق ہو رہی ہے اور میں اس کلام کے منجانب اللہ ہونے پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خداوند تعالیٰ کی تمام کتب مقدمہ پر اور بالخصوص قرآن شریف پر اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ خدا کا کلام ہے پس اگر کوئی شخص مذکورہ بالا اشخاص میں سے یا جو شخص ان کا ہم رنگ ہے یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ یہ انسان کا افتراء ہے تو اسے لازم ہے کہ وہ قسم کھا کر ان الفاظ کے ساتھ بیان کرے کہ یہ انسان کا افترا ہے خدا کا کلام نہیں و لعنت اللہ علی من کذب وحی اللہ جیسا کہ میں بھی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ خدا کا کلام ہے و لعنت اللہ علی من افتری علی اللہ ۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ خدا اس راہ سے کوئی فیصلہ کرے اور یاد رہے کہ میرے کسی کلام میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ ہر ایک شخص جو بیعت کرے وہ طاعون سے محفوظ رہے گا بلکہ یہ ذکر ہے

کہ و الذین آمنوا و لم یلبثوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن و ھم مھتدون ۔پس کامل پیروی کرنے والے اور ہر ایک ظلم سے بچنے والے جس کا علم خدا کو ہے بچائے جائیں گے اور کمزور لوگ طاعون سے شہید ہو کر شہادت کا اجر پاویں گے اور طاعون ان کے لئے تمحیص اور تطہیر کا موجب ٹھہرے گی۔اب میں دیکھوں گا کہ میری اس تحریر کے مقابل پر بغرض تکذیب کون قسم کھاتا ہے۔مگر یہ امر ضروری ہے کہ اگر ایسا مکذب اس کلام کو خدا کا کلام نہیں سمجھتا تو آپ بھی دعوی کرے کہ میں بھی طاعون سے محفوظ رہونگا اور مجھے بھی خدا تعالی کی طرف سے یہ الہام ہوا ہے تا کہ دیکھ لے کہ افتراء کی کیا جزاء ہے۔والسلام علی من اتبع الہدی۔الراقم خاکسار میرزا غلام احمد

شیخ الاسلام امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ اس اشتہار میں جو کچھ ہے اس کے الفاظ سے ظاہر ہے۔کیا اس میں کہیں ذکر ہے کہ مولوی ثناء اللہ نے چونکہ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کا فیصلہ نہیں مانا اس لئے وہ منسوخ ہو کر دوسری صورت پیش ہوتی ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ تو بات ہی کچھ اور ہے۔مطلب یہ ہے کہ مخالفین مرزا قسم کھائیں کہ مرزا کا الہام جھوٹا ہے مگر ساتھ ہی یہ ضرور ہے کہ قسم کے ساتھ یہ بھی دعوی کریں کہ ہم طاعون سے نہیں مریں گے۔

ناظرین! خدارا انصاف کیجئے ہم علماء جو شریعت کے علوم سے واقف ہیں کہہ سکتے ہیں کہ ہم طاعون سے نہیں مریں گے۔کیا ہم کو قرآن مجید کی آیت معلوم نہیں؟ لا یعلم من فی السماوات و الارض الغیب الا اللہ (اللہ کے سوا غیب کی بات کوئی نہیں جانتا) کیا ہم کو معلوم نہیں ما تدری نفس بای ارض تموت (کسی نفس کو معلوم نہیں کہاں مرے گا)۔بہر اس کا جواب عرصہ ہوا، اسی زمانہ میں رسالہ مرقع قادیانی میں دیا گیا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں:

آپ کی عادت شریفہ ہے کہ جوں ہی کسی مخالف کو نزلہ یا زکام ہوا آپ نے اپنی صداقت کا نشان فوراً اسے قرار دیا۔دیکھو تو تمہاری ایمان داری کہ حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی مرحوم کے انتقال پر تم نے اور تمہارے دام افتادوں نے کیا کیا بیہودہ گوئیاں کیں حالانکہ محدث دہلوی ایک سو دس سال کی عمر میں اور محدث گنگوہی اسّی (۸۰) سال کی عمر میں انتقال ہوئے اور حدیث شریف میں آیا ہے اعمار امتی بین ستین و سبعین و قل من یجوز ۔میری امت کی عمر

یں ساٹھ ستر سال کے درمیان ہوں گی بہت کم آگے بڑھیں گے۔ دونوں بزرگوار عام عمر طبعی سے بہت آگے بڑھ کر انتقال ہوئے تاہم تم نے اور تمہارے دام افتادوں نے ان کے انتقال کو اپنا نشان قرار دیا چنانچہ آپ نے یا آپ کے اشارے سے آپ کے ایک دام افتادہ نے لکھا تھا:

اسماعیل علی گڈھی، نذیر حسین دہلوی، رشید احمد گنگوہی، غلام دستگیر قصوری، چراغ دین جمونی۔ رسل بابا امرت سری، راجہ جہانداد خان، ملا احمد پشاوری۔ آتھم امرتسری۔ امریکہ کا ڈوئی، اور ایسا ہی صدہا اور لوگ ہیں جن کا اب نام ونشان نہیں۔ اب وہ ہلاک ہوئے اور عجب بات یہ ہے کہ ان کا کوئی قائم مقام بعد میں نہ رہا۔ الحکم۔ ۱۷۔ اپریل

دیکھئے کس جرأت کی دھٹائی ہے کوئی اس ایمان دار سے پوچھے کہ اگر یہ لوگ تم پر ایمان لاتے تو ایک سو دس برس کی عمر سے زیادہ عمر ان کو مل جاتی؟ حالانکہ تم کو خود تو اسّی (۸۰) برس کی عمر کا الہام ہے وہ بھی شکی ہے چنانچہ تم وصیت بھی کر چکے ہو۔ یہ کیسا سفید جھوٹ بولا ہے کہ ان کا قائم مقام بھی کوئی نہیں حالانکہ عموماً سب کی اولاد جسمی اور روحانی زندہ ہے۔ یہ خاکسار بوجہ علاقہ شاگردی کے دونوں محدثوں (دہلوی اور گنگوہی) کا قائم مقام بفضلہ تعالیٰ زندہ موجود ہے جس نے بقول کرشن جی کرشنی سلسلہ کو پاش پاش کر دیا۔ یہ کس کی قائم مقامی کا اثر ہے۔ کیا ان بزرگوں کے زمانہ میں جس قدر آپ کی مخالفت تھی وہ اب کم ہے؟ کیا ان باتوں سے آپ اپنی صداقت کا نشان بلند کر سکیں گے؟ تف ہے ایسی راست گوئی پر۔ سچ ہے:

رسول قادیانی کی رسالت
جہالت ہے جہالت ہے جہالت

چونکہ تم لوگ ہوائی گھوڑے چلایا کرتے ہو اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ تم سے پوچھ لیا جائے کہ تمہارے مقابلہ میں اگر حلف اٹھائی جائے تو نتیجہ کیا ہوگا؟ اس کا جواب تم نے آج تک کچھ نہ دیا اور آپ دوسرے لباس میں جلوہ آراء ہوئے۔

پھر اور چالاکی دیکھئے کہ صرف قسم اٹھانے پر اکتفا نہیں بلکہ ساتھ ہی یہ بھی شرط ہے کہ ایسا مکذب یہ بھی دعویٰ کرے کہ میں بھی طاعون سے محفوظ رہوں گا۔ چہ خوش آپ چاہتے ہیں کہ جس طرح آپ بڑ مار کر ذلیل

ہوتے ہیں اسی طرح آپ کا مکذب بھی ذلیل ہوتا کہ کبڑے والا قصہ صادق آوے۔ مرقع مذکور

ناظرین! یہ ہیں ان لوگوں کے ڈھکوسلے۔ دوسرے لفظوں میں جن کا نام الہامات مرزا یا ہفوات مرزا ہے۔ انہی معنی میں ہے

ایں	کرامت	ولی	ماچہ	عجب
گربہ	شاشید	گفت	باراں	شد

یہ تو ہماری طرف سے مختصر سا جواب ہے ممکن ہے مسلمانان منگیر کی طرف سے کوئی مفصل جواب بھی نکلے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ ۵ مئی ۱۹۱۱ء۔ ۵ جمادی الاول ۱۳۲۹ھ۔ ص ۱۔۴)

قادیانیوں میں اختلاف اور اس کا فیصلہ

جب سے حکیم نورالدین صاحب نے فتوی دیا ہے کہ مرزا صاحب کے منکر کافر ہیں مرزائیوں میں اس مسئلہ میں اختلاف کی صورت پیدا ہوگئی بعض مرزائیوں کا خیال ہے کہ مسلمان (منکرین مرزا) کافر نہیں مگر چونکہ خلیفہ کا فتوی یہی ہے کہ منکرین کافر ہیں اس لئے عام میجارٹی اسی طرف ہے۔ قادیانی اخبار الحکم وغیرہ اپنے خلیفہ کی رائے کی بڑے زور سے تائید کرتے ہیں۔ الحکم لکھتا ہے کیوں ایسے لوگ اپنے خلیفہ مفترض الطاعت کے فیصلے کو نہیں مانتے؟ غرض ان کو بہت کچھ ڈانٹتا اور دھمکاتا ہے۔ ۷ مئی کے پرچہ الحکم قادیان میں بھی ایک مضمون اس مسئلہ کے متعلق نکلا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ احمدی غیر احمدی کے سوال کے متعلق مرزا غلام احمد صاحب کے لڑکے بشیر الدین قادیانی نے ایک مضمون بمنظوری خلیفہ (نورالدین) صاحب شائع کیا ہے بس وہ کافی ہے اب اس سوال کا خاتمہ ہے۔

اس لئے ضرور ہوا کہ ہم بھی اس مضمون کو دیکھیں جو خلیفہ صاحب کے حکم سے شائع ہوا ہے جس کے سامنے سب مرزائیوں کو سر تسلیم کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ وہ مضمون اخبار بدر قادیان ۲۷۔ اپریل میں نکلا ہے جس کا مختصر مطلب یہ ہے:

حضرت (مرزا غلام احمد قادیانی) صاحب کے زمانہ میں بھی بار بار اس مسئلہ کو اٹھایا گیا ہے اور ہمیشہ آپ نے اس کو خوب واضح کر کے بیان کیا ہے اور ایسا کھول دیا ہے کہ اس کا انکار سوائے اس کے کہ کوئی ان فتووں کو نظر انداز کر دے اور کسی طرح سے نہیں ہو سکتا پھر ہمارے مخالف کیوں بار بار ہم سے ملنے کی کوشش کرتے ہیں وہ زمانہ یاد کریں جب کہ کفر کی بوچھاڑ ہم پر پڑتی تھی اور ملامت کے تیروں سے ہمارا بدن زخمی کیا جاتا تھا اور تمام لوگوں کی آنکھیں اس طرف لگی ہوئی تھیں کہ کب یہ سلسلہ تباہ ہوتا ہے اور ایسے وقت میں بھی خدا نے ہماری تائید کی اور ہر ایک دکھ اور درد سے ہم کو بچایا اور ہر ایک شر سے محفوظ رکھا تو ہم کیسے ناشکر گزار ہوں گے کہ جب خدا نے ہم کو ہر مصیبت سے بچا کر امن کی زندگی عطا فرمائی تو ہم اس وقت لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار کی نہی کو نعوذ باللہ پس پشت ڈال دیں.... مرزا صاحب (قادیانی) فرماتے ہیں خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہونچتی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے (بدر قادیان ۲۷۔اپریل ۱۹۱۱ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

یہ ہے محمدی اور احمدی یعنی مسلمانوں اور مرزائیوں میں آخری فیصلہ جس کا مطلب صاف ہے کہ جو لوگ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی دعوت پہنچ کر ان کو مامور من اللہ نبی اللہ رسول اللہ بلکہ بقول ان کے ابن اللہ نہیں مانتے وہ کافر ہیں۔ جل جلالہ

اس حکم سے ہر ایک مومن کے دل پر خطرہ عظیم پیدا ہوتا ہے خدا خیر کرے ایسا نہ ہو کہ تمام عمر کا کیا کرایا ضائع ہوئے بارے شکر ہے کہ دعوت پہنچنے کی تشریح بھی صاحبزادہ مرزا (بشیر احمد) نے خود ہی کر دی جس سے ہم گنہ گاروں کو بھی کچھ امید بہتری ہو گئی۔ صاحبزادہ (بشیر احمد قادیانی) صاحب لکھتے ہیں:

دعوت پہنچنے سے کیا مراد ہے؟ دو امر ضروری ہیں۔ وہ شخص جو خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہے وہ لوگوں کو اطلاع دے دے کہ میں خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں اور ان کو غلطیوں پر متنبہ کر دے کہ فلاں فلاں اعتقاد میں تم خطا پر ہو، یا فلاں فلاں حالت میں تم سست ہو۔

دوسرے یہ کہ آسمانی نشانوں اور دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے اپنا سچا ہونا ثابت کردے۔

(بدر ۲۷۔اپریل ۱۹۱۱ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

الحمدللہ کہ اس تعریف سے ہماری ڈھارس بندھی ہے کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ آسمانی نشانوں اور دلائل عقلیہ ونقلیہ سے اپنا سچا ہونا ثابت کرے۔ہمیں تو آج تک کوئی دلیل بھی بڑے حضرت (مرزا غلام احمد قادیانی) کی سچائی کی نہیں ملی۔اس لئے ہم ہمیشہ عرض کرتے رہے کہ گذشتہ زمانے میں نہیں، تو اب ہی سہی۔مگر خلیفہ (نورالدین) صاحب ہم سے ایسے کچھ کشیدہ ہیں کہ اہل حدیث مورخہ ۷۔اپریل ۱۹۱۱ء میں چند سوال ان کی ذات خاص سے کئے گئے، تو ان کے جواب بھی نہیں دیئے۔قادیان سے ایک فرعونی دماغ مرزائی نے لکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح (نورالدین) تو آپ کے اخبار کو دیکھنا سننا بھی پسند نہیں کریں گے، میں آپ کا جواب دونگا۔

آخروہ بھی:

چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند

بہرحال اس بات کو خدائے علیم خوب جانتا ہے کہ ہمارے دل میں مرزا غلام احمد صاحب کی سچائی کسی دلیل سے نہیں آئی۔ہاں ہم اتنا مانتے ہیں کہ جناب ممدوح کی آخری عمر میں ایک دعا ضرور قبول ہوئی تھی جس کا ذکر انہوں نے ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کے اشتہار میں کیا تھا کہ خداوندا! اگر میں جھوٹا ہوں تو مولوی ثناء اللہ صاحب کے سامنے مجھ کو موت دے اور ان کو اور ان کے دوستوں کو خوش کر۔بس یہی ایک دعا ہے جو مرنے والے موصوف (مرزا قادیانی) کی مستجاب ہوئی جس کی بابت کہنا بے جا نہیں کہ:

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

بہرحال مسلمانوں اور مرزائیوں کا آخری فیصلہ شائع ہوگیا۔آج سے بعد کوئی صاحب مرزائیوں سے مذہبی مصالحت کی توقع نہ رکھیں یہی معنی ہیں اس حدیث کے جس کے الفاظ یہ ہیں: ما سا لمنا هم منذ حار بنا هم ۔جس کی تشریح اس شعر میں ہے

دشمنانِ کہن دوستانِ نو کردن
بدست دیو بود عقل را گرد کردن

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ مئی ۱۹۱۱ء ص ۲۔۳)

بابا نانک کے مسلمان ہونے پر اشتہار بازی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

چند روز سے امرت سر لاہور میں اس امر پر اشتہار بازی ہو رہی ہے کہ سکھ مت کے بانی گرونانک جی مسلمان تھے یا غیر۔ اس بحث میں دو فریق بالمقابل تھے... مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مرید اس امر پر زور دیتے ہیں کہ بابا جی مسلمان تھے مگر سکھ کہتے ہیں کہ وہ ہرگز مسلمان نہ تھے چنانچہ فریقین کی جانب سے کئی ایک اشتہار نکلے جو بڑے بڑے لمبے چوڑے جن سے ہاتھی کے کان بھی شرماتے، یہ بحث ہمارے خیال میں عجیب اور پر لطف تھی اسی لئے انجمن اہل حدیث کی طرف سے بھی ایک اشتہار شائع ہوا جس کا مطلب تھا کہ فریقین.. اپنے اپنے دعوی کا تحریری ثبوت پیش کریں اور منصف مقرر ہو کر فیصلہ ہو جاوے چنانچہ وہ اشتہار بعینہ درج ذیل ہے

بابا نانک جی گرو مسلمان تھے؟

(از انجمن اہل حدیث امرتسر۔ ۲۴ مئی ۱۹۱۱ء)

بابا نانک جی ایک ایسے بزرگ گذرے ہیں کہ ان کی بزرگی کے قائل ہندو مسلمان اور سکھ (غرض سوا آریوں کے) سب لوگ ہیں اسلئے لازمی بات ہے کہ ہر ایک فریق ان کو اپنی طرف کھینچے اور بلاوے جس طرح حضرت عیسی کی بزرگی کے دونوں فریق (مسلمان اور عیسائی) قائل ہیں اسلئے ہر ایک فریق ان کی تعلیم اور تعمیل (طرز عمل) کو اپنے ساتھ ملاتا ہے۔ اسی اصول کے مطابق جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی تحقیق شائع

کی تھی کہ باباجی مسلمان تھے سکھوں کو چونکہ بوجہ بعض ملکی اور قومی تفرقات کے اس نام سے کسی قدر نفرت تھی اس لئے انہوں نے اس کی تردید میں ایک رسالہ لکھا مگر چونکہ خدا کے علم میں وہ وقت آ گیا تھا کہ اس بزرگ کے اصل حالات پردہ خفا میں نہ رہیں اس لئے آج کل ایک نئی تحریک پیدا ہوئی کہ مرزا صاحب کے پیرؤوں اور سکھوں میں اشتہار بازی شروع ہوئی جس میں مرزائیوں نے درصورت عدم ثبوت اپنے دعوے کے دو ہزار روپیہ دینا منظور کیا اور سکھوں نے اس روپئہ کے جمع کرنے کا چیلنج دیا۔ سنا جاتا ہے کہ مرزائیوں نے رقم جمع کرادی ہے ہماری بھی دلی آرزو ہے کہ اس بات کی تحقیق پورے طور پر ہونی چاہیے۔ البتہ یہ بات قابل غور ہے کہ کہ کیسے ہوسکتا ہے؟ ہمارے خیال میں اسکی آسان صورت یہ ہے کہ دونوں فریق اپنی اپنی تحقیقات منصفوں کے سامنے تحریری پیش کریں عام جلسہ کرنے کی حاجت نہیں بلکہ خطرہ ہے کہ عام جلسہ میں اصل مقصود حاصل نہیں ہوسکے گا۔ تین صاحب (انگریز پادری یہودی) منصف ہوں امرت سر یا لاہور میں ان کا اجلاس ہو۔ فریق اول (مدعی اسلام) سے ثبوت لے کر ایک نقل فریق منکر (سکھوں) کو دی جائے وہ اس کے جواب کے لئے جتنے دنوں کی مہلت مانگیں دی جائے اس سے بعد حسب قانون عدالت پھر مدعی کو جواب الجواب کا موقع دیا جائے اس سے بعد منصف صاحبان فیصلہ شائع کریں۔ یہ ہے ایسے بڑے معاملہ کے تصفیہ کی صورت۔

ہمارا خیال ہے کہ یہ فیصلہ پنجاب حکومت کیلئے ابر رحمت سے کم نہ ہوگا۔ اسلئے ہر ایک ہندو مسلمان بلکہ ہر ایک ملکی خیر خواہ کا فرض ہے کہ اس فیصلہ میں مدد دے۔ ہم بھی قومی اور شخصی طور پر اس میں امداد دینے کو تیار ہیں خدا کرے یہ فیصلہ صاف ہوجائے اور ملک کو اس سے فائدہ پہنچے ہماری دعا ہے کہ،

ہند کو اسلام سے اس طرح بھر دے اے شاہ
کہ نہ آئے کوئی آواز جز اللہ اللہ

خاکسار ابوالوفا ثناء اللہ (مولوی فاضل) سکرٹری انجمن اہلحدیث امرتسر

شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ افسوس ہے کہ فریقین کی اشتہار بازی کے غلو نے اصل مطلب فوت کردیا اور وہ اپنے اپنے ثبوت قبل از وقت اشتہارات میں ظاہر کرنے لگ گئے۔ عام لوگوں میں خواہ مخواہ کا جوش معلوم کر کے حکام نے لاہور امرتسر میں اشتہار بازی کی بندش کردی ہم نے جو طریق فیصلہ بتلایا تھا وہ آسان ہونے کے

علاوہ نہایت مفید اور نتیجہ خیز تھا مگر افسوس کہ نتیجہ کی طرف فریقین نے توجہ نہ کی۔ اب بھی ہماری تجویز پر فریقین عمل کریں تو اس بحث کا خاطر خواہ نتیجہ نکل سکتا ہے یعنی فریقین اپنے ثبوت فی الحال محفوظ رکھیں۔ شرائط بحث اور تقرر منصفین (جس طریق پر ہم نے بتایا ہے) کر کے فیصلہ کرائیں۔ اگر اس طریق پر بحث ہو تو کسی قسم کے فساد کا بھی خطرہ نہیں ہو سکتا کیونکہ زیادہ جوش و بے وجہ تعصب عوام ہی میں ہوتا ہے جب ان کو شامل ہونے کا موقعہ ہی نہ دیا جائیگا رو یہ امر بلا خطر اور بخیر و خوبی انجام کو پہنچے گا۔ دونوں فریق اگر تحقیق کے خواہش مند ہیں تو اس طریق سے بہتر فیصلہ کن طریق نہیں ہو سکتا۔ وہ اسی پر عمل کریں سکھوں کا طرح دینا تو تو ضروری تھا وہ تو چاہتے ہی نہیں کہ یہ بحث چلے افسوس ہے کہ مرزائیوں نے بھی اس راز کو نہ سمجھا جس کا ہمیں بہت افسوس ہے۔ خیر:

گذشتہ را صلوۃ آئندہ را احتیاط

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ مئی ۱۹۱۱ء ص ۷)

مینڈکی کو بھی زکام ہوا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی مشن کے بانی مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی اور ان کے مریدوں نے جب شروع شروع میں سر اٹھایا تو بوجہ ان کی شوخیوں اور بد اعتقادیوں کے پہلی سزا ان کو یہ ملی کہ علماء اسلام نے ان پر کفر کا فتوی لگایا۔ اس سے بھی جب ان کو عبرت نہ ہوئی تو خدا نے ان کو دوسری طرح پکڑا کہ مرزا کی کوئی ایک بات بھی جو اس نے بطور تحدی (مقابلہ) کے کہی پوری نہ ہوئی جس سے تمام دنیا کی نگاہ میں ان کی ذلت ہوئی۔ اس کے بعد آخری ذلت ان کی یہ ہوئی کہ جناب مرزا غلام احمد قادیانی صاحب نے خدائی اجازت سے اعلان کیا کہ مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا سمجھاؤں۔ اس فیصلہ نے تو قادیانی مشن کا جو ستیاناس کیا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ ان تمام ذلتوں کے بدلہ میں مرزائیوں کو کیا اچھی شرارت سوجھی جس کا ذکر بدر میں ملتا ہے

کہ ہم (مرزائیوں) میں بھی علماء کرام ہیں ہم کیوں نہ اپنے مخالفوں پر ایک فتوی کفر مرتب کریں جس سے بدلہ پورا اترے۔ واہ کیا کہنے ہیں۔ شائد اسی لئے حکیم نورالدین صاحب نے فتوی دیا ہے کہ جو لوگ مرزا قادیانی کے منکر ہیں وہ کافر ہیں لیکن ان کا یہ کہنا قبل از وقت ہے جب تک حکیم صاحب ہمارے سوالات مندرجہ اہل حدیث مورخہ ۷۔ اپریل ۱۹۱۱ء کے جوابات تسلی بخش نہ دیں ایسا کہنے کا ان کو حق حاصل نہیں۔ مگر افسوس ہے کہ قادیانی پرچے یوں تو بہت شور وشغب کرتے ہیں لیکن اصل بات کا جواب دینے سے عاجز ہیں کیوں نہ ہو جب کہ ان کے... اکبر میں یہ طاقت نہ تھی کہ اہل حدیث کے حملوں کو روک سکے چنانچہ انہی حملوں سے تنگ آ کر اس مرنے والے نے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو رو رو کر آخری فیصلہ کا اشتہار شائع کیا تھا جس کا نتیجہ وہی ہوا جو قرآن مجید میں پہلے سے بتلایا گیا ہے:

لا یحیق المکر السیی ا لّا با ھله

جس کا مطلب ہے:

چاہ کندہ را چاہ در پیش

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ جون ۱۹۱۱ء ص ۱)

تزک مسیح (قادیانی)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس عنوان سے الحکم قادیان نے ۲۶ مئی (روز وفات مرزا قادیانی) کی یادگار میں ایک بہت لمبا مضمون شائع کیا ہے جس میں مرزا صاحب آنجہانی کی زندگی کے حالات مبارکہ ابتدائی زمانہ سے لے کر اخیر تک مختصر مختصر لکھے ہیں، مگر تعجب ہے کہ ان لوگوں کو وقائع نگاری کے نازک فرض کا احساس بھی نہیں۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ جانتے ہی نہیں کہ کسی ہیرو (ممدوح) آدمی کی زندگی پر کس طرح نظر ڈالی جاتی ہے ایسے اہم کام میں ضروری فرض

یہ ہے کہ ہیرو کا کوئی تاریخی واقعہ نہ چھوٹے خصوصاً جس واقعہ پر اپنے بیگانے کو نظر ہو۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ واقع مورخ یا وقائع نگار کی طبیعت کے خلاف ہو یا اسکے درج کرنے سے کسی ذمہ داری کا اس کو احساس ہوتا ہو تو اس کو سوچنا چاہیے کہ میرے چھپانے سے اصل واقع تو نہ چھپ سکے گا۔

مرزا (غلام احمد) آنجہانی کے متعلق تاریخی واقعہ جو ان کے سوانح نگاروں کو سب سے مقدم رکھنا چاہیے وہ واقعہ ہے جو انکی تمام زندگی کا لب لباب ہے جسکا نام انہوں نے خود آخری فیصلہ رکھا تھا۔

مرزائیو! جانتے ہو وہ وہی واقعہ ہے جس کے تصور سے تمہارے جسموں پر رعشہ پڑ جاتا ہے۔ جس کے مختصر الفاظ یہ ہیں کہ مولوی ثناء اللہ نے مجھ کو بہت ستایا ہے اگر وہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا۔ آخر کیا ہوا؟ آہ اس کا ذکر مرزائیوں کے لئے سخت دلخراش ہے۔

اسی طرح مرزائی جماعت کے ہادی اور راہ نما بلکہ بہی خواہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان کا واقعہ بھی نہیں لکھا، جو ان کی بابت بڑے حضرت (مرزا غلام احمد) نے پیش گوئی کی تھی کہ تین سال کے اندر میری (مرزا قادیانی) زندگی میں مر جائے گا۔

اسی طرح آسمانی نکاح کا واقعہ بھی قابل ذکر تھا جو یوں ہی چھوڑ دیا۔

اخبار بدر قادیان میں ایک مضمون نکلا تو اس میں بھی ماہ مئی کے واقعات لکھے ہیں کہ فلاں تاریخ حضرت (مرزا قادیانی) صاحب بیمار ہوئے، فلاں تاریخ انتقال ہوا۔ اگر مئی سے پہلے اپریل کو چھوڑ گئے۔ یہ نہ کیا کہ اپریل کے واقعات بھی لکھتے کہ ۱۵۔ اپریل کو مرزا صاحب قادیانی نے مولوی ثناء اللہ سے آخری فیصلہ کا اشتہار دیا تھا۔

ہماری غرض اس نوٹ لکھنے سے اور کچھ نہیں، صرف مرزا صاحب کے سوانح نویسوں کو تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے سوانح لکھتے ہوئے بڑے بڑے اہم واقعات نہ بھولا کریں کیونکہ ان کے نہ لکھنے سے اصل واقع نہ چھپ سکے گا۔

خون ناحق بھی چھپانے سے کہیں چھپتا ہے
کیوں وہ بیٹھے ہیں میری نعش پہ دامن ڈالے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۔۲۳ جون ۱۹۱۱ء ص ۴)

بدر جواب سنے

اخبار بدر قادیانی نے چند سوالات لکھے ہیں جن کے جوابات خاص اہل حدیث (امرتسر) سے مانگے ہیں اس لئے نمبروار جواب دیئے جاتے ہیں۔

ا۔اہل حدیث مورخہ ۱۴۔ ماہ حال (جون ۱۹۱۱ء) صفحہ ۱۳ پر ،قادیانی موت، کی سرخی سے جو مضمون شائع ہے اس کی نسبت آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ حضرت اقدس یعنی جناب مرزا صاحب قادیانی نے کون سی کتاب میں ایسا تحریر فرمایا ہے ہمارا کوئی مرید طاعون سے نہیں مرے گا جیسا کہ آپ ہمیشہ شائع فرماتے رہتے ہیں۔اور پرچہ حال میں بھی یہی فقرے درج ہیں بدر ۲۲ جون ۱۹۱۱ء

اہل حدیث: تعجب ہے اس سوال کا جواب کئی ایک دفعہ دیا گیا مگر قادیانی جماعت میں ہنوز روز اول ہے۔ اچھا سنیئے مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

> ہم بڑے ادب سے اس محسن گورنمنٹ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر ہمارے لئے ایک آسمانی روک نہ ہوتی تو سب سے پہلے رعایا میں سے ہم ٹیکا کراتے اور آسمانی روک یہ ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ اس زمانہ میں انسانوں کے لئے ایک آسمانی رحمت کا نشان دکھاوے سو اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہوگا اور جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقوی سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے اور ان آخر ی دنوں میں خدا کا یہ نشان ہوگا تا وہ قوموں میں فرق کر کے دکھاوے لیکن وہ جو کامل طور پر پیروی نہیں کرتا وہ تجھ میں سے نہیں ہے اس کے لئے مت دلگیر ہو یہ حکم الہی ہے جس کی وجہ سے ہمیں اپنے نفس کے لئے اور ان سب کے لئے جو ہمارے گھر کی چار دیوار میں رہتے ہیں ٹیکا کی کچھ ضرورت

نہیں۔(کشتی نوح۔ص ا۔۲)

اس میں چار دیواری والوں کی حفاظت کا وعدہ ہے مگر چار دیواری کے معنی دوسری جگہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی یہ لکھتے ہیں:

جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے وہ اس میرے گھر میں داخل ہو جاتا ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ کی کلام میں یہ وعدہ ہے انی احافظ کل من فی الدار یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہے میں اس کو بچاؤنگا۔اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک وخشت کے گھر میں بودوباش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔(کشتی نوح۔ص ۱۰)

مرزائیو!ان دونوں قولوں کو ملا کر بتلاؤ کہ مرزا صاحب قادیانی کا مطلب صاف ہے یا نہیں کہ مرزا صاحب کا مرید کوئی بھی طاعون سے سے نہیں مرے گا۔تو پھر کیا کوئی مرزائی نہیں مرا؟

خبر نہ ہو تو دفتر بدر سے پوچھو کہ اخبار کا پہلا مالک اور اڈیٹر کس بیماری سے اور کس جگہ مرا؟

قاضی امیر حسن کا لڑکا قادیان میں کس بیماری سے مرا؟

منصوری کا سہارن پوری لڑکا کس بیماری سے مرا تھا؟

اچھا آگے چلتے ہیں:

۲۔جناب مرزا صاحب قادیانی کی وہ دعا جو آپ کے متعلق تھی وہ کس طرح آپ کے حق میں مفید ہے جب کہ آپ نے آج تک آئینہ صداقت،عداوتوں کی روشنی،ثنائی چکر اور دیگر اخبارات بدر وغیرہ کی معقول پیرایہ میں تردید نہیں کی۔میرے خیال میں آپ کو کوئی حق نہیں ہے کہ بار بار محض دفع الوقتی کرنے کی غرض سے یا عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کی وجہ سے آپ ہمیشہ اس دعا کا ذکر کریں جب کہ پبلک پر اصل معاملہ روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے۔امید ہے آئندہ خیال رکھیں گے۔(بدر قادیان۔۲۲جون)

اہل حدیث:سائل نے جتنے رسالوں کا ذکر کیا ہے ان سب کے جوابات کافی دیئے گئے ہیں سب سے جامع رسالہ ادعاء مرزا ہے جو منگیری دوستوں نے مفصل لکھا ہے (شیخ فرید الحسن محلّہ مہولی شہر منگیر سے مل سکتا ہے۔ثناء)۔مختصر یہ

ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے دعا فیصلہ کی تھی کہ خداوندا اگر میں تیری نگاہ میں جھوٹا ہوں تو مولوی ثناء اللہ صاحب سے پہلے مجھے موت دے۔ چنانچہ خدا نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ الحمد للہ ۔اس میں میری نامنظوری کو کوئی دخل نہیں۔ آگے چلئے

۳۔ ایسا ہی آتھم والی پیش گوئی سے کوئی ہفتہ شاید ہی خالی جاتا ہو جو آپ سکوت کرتے ہوں پندرہ سولہ برس سے یہ شور اور واویلا مچا رہے ہیں کہ آتھم ۱۵ ماہ میں نہیں مرا۔ کیوں جناب آپ اصل پیش گوئی سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ واقعی آتھم پندرہ ماہ تک مر جاویگا۔ اگر آپ یہ فرماویں کہ مرزا صاحب نے ایسا ہی فرمایا بھی ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے قبل از وقت جو کچھ فرمایا تھا وہ ایک اجتہادی غلطی تھی۔ کیا انبیاء سے ایسی غلطیاں نہیں ہوئے اور اجتہادی غلطیوں میں خدا تعالی کا کوئی راز مخفی ہوتا ہے ورنہ کبھی غلطی نہ ہو (بدر مذکور)

اہل حدیث: غنیمت ہے آپ اتنا تو مانتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی نے پندرہ ماہ میں موت کا ذکر کیا ہے گو غلط کیا ہے مگر یہ کہنا آپ کا اپنا خیال ہے مرزا صاحب قادیانی تو لکھتے ہیں:

ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا نہ کسی کا حق ہے جو اس کے مخالف کہے۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص ۷)

بتلایئے آپ کون ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے سمجھے ہوئے معانی کی مخالفت کرتے ہیں ۔اصل الہامی الفاظ بھی سن لیجئے: پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔

میں اس پیش گوئی کی نسبت دعوی سے کہہ سکتا ہوں کہ تمام مرزائی مل کر بھی مجھ سے بحث کریں تو انشاء اللہ بقول:

چوں بشوئی پلید تر گردد

جتنا بولیں گے الٹے گریں گے۔ میں جو مرزا غلام احمد قادیانی کی مخالفت میں یہاں تک ترقی پر ہوں کہ مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی میں مجھ کو سب مخالفوں سے بڑا مخالف لکھا ہے میری اس مخالفت کا بڑا سبب یہی پیش گوئی ہے۔ مرزائیو! حوصلہ ہے تو خاص اسی پیش گوئی پر قلم اٹھا کر ہمارے مقابلہ پر آؤ۔

او بدر! تو واقعی بدر ہے تو باہر نکل کر ذرہ روشنی دکھلا ہمارے سارے مضمون کو نقل کرنے کا وعدہ کر ہم

تیرے مضمون کو نقل کر کے ناظرین اہل حدیث تک پہنچا دیں گے۔ کیا مرزائی ہمت کریں گے؟ (معلوم ہو جائیگا)

آگے چلو:

۴۔ احمدی رسالہ میں جو آپ صاحبان کا کچا چٹھا درج ہے کیا وہ صحیح ہے۔ بخدا ہمیں تو ان رسالوں کو پڑھ کر سخت افسوس اور رنج ہوتا ہے۔ ہم کبھی آپ کی شان میں ایسے الفاظ دیکھنے پسند نہ کرتے۔ اگر جناب کی سابقہ تحریر مرقع قادیانی وغیرہ نظر سے نہ گذری ہوں۔ خیر کردنی خویش آمدنی پیش۔ اب بجز صبر اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ آپ کا خیر اندیش خریدار اہل حدیث ۲۲۳۵۔ کوہ منصوری۔ (بدر مذکور)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

احمدی رسالہ میں جو ہمارا کچا چٹھا تم کہتے ہو اس سے برا نہیں جو رسالہ عصائے موسی کے قابل اور الہامی مصنف نے مرزا صاحب آنجہانی کا لکھا تھا مرزائیوں کو شرم ہوتی تو پہلے اس کا جواب لکھتے۔ ہمارا کچا چٹھا وہ کیا لکھے گا اس کے اڈیٹر سے اتنا تو پوچھ دو کہ اس کی ولادت کہاں کی ہے۔ اور داروغہ جیل میر عصمت اللہ اس کے کیا لگتے ہیں۔ بس اسی ایک ہی جواب سے تم کو اس کے کچے چٹھے کا علم ہو جائے گا۔

او نادانو! کیا بدزبانیوں سے کسی مذہب کی حقانیت کھل سکتی ہے؟ کیا گالیاں دینے میں پورب کی بھٹیارنوں سے تم بڑھ جاؤ گے؟ ہرگز۔ ہاں اپنے پیر و مرشد مرزا غلام احمد قادیانی کی سنت پر ضرور عمل پیرا ہوسکو گے۔ مختصر یہ کہ:

بنما بصاحب نظرے جوہر خود را

عیسی نتواں گشت بتصدیق خرے چند

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ جولائی ۱۹۱۱ء ص ۱۔۲)

حضرت میاں صاحب دہلوی قدس سرہ

حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی جن کو دہلی کے محاورہ میں حضرت میاں صاحب کہتے ہیں ایک ایسے بزرگ گذرے ہیں کہ ہندوستان سے باہر کی اسلامی آبادی بھی آپ کی تعظیم کرتی ہے جس قدر خدمات اس بزرگ سے حدیث کے متعلق ہوئی ہیں خود اسی سے ظاہر ہے کہ آپ کے شاگرد اس وقت دنیا کے ہر حصے میں مقتداء بنے ہوئے ہیں، مگر بقول:

شور بختاں بآرزو خواہند
مقبلاں را زوال نعمت و جاہ

قادیانی (نیم مردہ) اخبار الحکم نے ۷ جون کے پرچہ میں حضرت ممدوح کی نسبت ژاژ خائی کی ہے۔ وہ بھی صرف اس بات پر کہ حضرت ممدوح درس حدیث کے وقت عاشقانہ اشعار پڑھا کرتے تھے جیسا کہ ان کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ آپ نے یہ شعر پڑھا:

ادھر آ پیارے ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

مگر الحکم کا اڈیٹر ابو الحکم اتنا نہیں جانتا کہ عاشقانہ اشعار کو فاحشانہ خیال میں پڑھنا برا ہے، لیکن اگر ان کو حسن قرائن کسی اچھے موقع پر استعمال کیا جائے، تو لطف سخن پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اسی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ: غالباً یہ شعر حدیث افک کے موقع پر پڑھا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جب اپنے افک کا حال سنا تو کہا میں حضرت یعقوبؑ کی طرح صبر

کرونگی جو جس کا جی چاہے کہہ لے۔یہی معنی ہیں:

ادھر آ پیارے ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

افسوس ہے الحکم قادیان کا اڈیٹر ایک ایسے خاندان کا ممبر ہے جس کو گانے بجانے سے خاص تعلق ہوتا ہے تاہم وہ نہیں سمجھتا کہ:

اہل معنی کو ہے لازم سخن آرائی بھی
بزم میں اہل نظر بھی ہیں تماشائی بھی

لطیفہ: مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے حضرت ممدوح کی زندگی میں لکھا تھا کہ حضرت مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی مجھ پر ایمان لے آویں گے مگر جب انتقال فرما گئے تو اس ذلت اور کذب کو چھپانے کے لئے شائع کیا کہ:

اب تو میں سمجھتا ہوں کہ مولوی نذیر حسین ہماری جماعت میں داخل ہوا۔کئی مرتبہ میں نے دیکھا ہے کہ ایک آدمی زندگی میں تو قائل نہ ہوا مگر جب فوت ہو گیا تو ہماری جماعت میں داخل ہوا۔

(البدر قادیان ۲۸ رجب ۱۳۲۰ھ)

سبحان اللہ! کیا کہنے ہیں اسی کا نام ہے:

ایں کرامت ولی ما چہ عجب
گربہ شاشید گفت باراں شد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔۲۱ جولائی ۱۹۱۱ء ص ۳)

بنارس میں ایک قادیانی کی لاش

ایک چودہری قوم سبزی فروش ساکن چھاؤنی بنارس جو کہ اپنی قوم میں ایک متمول آدمی تھا پہلے مذہب حنفی رکھتا تھا اور اس نے ایک مسجد عید گاہ اپنی زوجہ کے اصرار پر نہایت عمدہ زر کثیر سے تیار کی تھی جس کی وجہ سے مسلمانان بنارس اس کو اچھی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اپنی بدقسمتی سے مذہب قادیانی مرزائی میں آ گیا جس کا افسوس مسلمانان بنارس کو ہوا۔ پہلے تو پوشیدہ بات رہی مگر اس کی برادری و نیز اہل محلّہ اس کی کوشش و جستجو میں رہے کہ کب موقع ہاتھ آوے گا کہ یہ برادری سے خارج کیا جاوے گا۔ خدا کی شان کہ اخبار بدر مورخہ ۸ جون ۱۹۱۱ء میں نام نامی چودہری مذکور بہ سلسلہ داخل ہونے مریدان قادیانی مرزائی شائع ہوا۔ اسوقت سے پورا پورا یقین تمام اہل محلّہ خاص کر اس کی برادری کو ہو گیا۔ حسب اتفاق ۲۵ جون ۱۹۱۱ء کو وقت ۱۱ بجے دن چودہری مذکور مرزائی قادیانی کا انتقال ہو گیا۔ چھاؤنی بنارس میں غل مچ گیا۔ تمام اہل محلّہ ہمسایہ اور اس کی برادری اسکے تجہیز و تکفین سے متنفر ہونے لگے۔ اس کے چھوٹے بھائی محمد اور اس کے لواحقین اپنے تمامی برادری و اہل محلّہ سے بہت کچھ التجا کئے کہ ہم لوگ مذہب قادیانی نہیں رکھتے ہم لوگوں کا قصور معاف کیا جاوے اور میرے بھائی خدا بخش چودھری متوفی کا بھی قصور معاف کیا جائے۔ اہل محلّہ و نیز اس کی برادری نے شریک تجہیز و تکفین ہونے سے انکار کیا، محلّہ ندیسہ میں جا بجا کمیٹیاں ہونا شروع ہوئیں۔ آخر کار نتیجہ کمیٹیاں کا یہ ظہور پذیر ہوا کہ محمد برادر خدا بخش چودھری متوفی اور اسکے لواحقین نے مسجد تالاب چھاؤنی بنارس میں بصدق دل قسم کھائی۔ جس کی وجہ سے کچھ اہل محلّہ و برادری کی یہ رائے ہوئی کہ جنازہ میں جانا چاہیے لیکن تجہیز و تکفین میں شامل نہ ہونا چاہیے۔ غرض کہ اولاً مقام نور الدین شہید دفن کے لئے رائے ہوئی۔ قبر تیار ہوئی مگر نہ معلوم کسوجہ سے رائے تبدیل ہو کر یہ رائے ہوئی کہ مقام عید گاہ مذکورہ بالا میں قبر کھودی جائے اور دفن کئے جائیں۔ قبر کھودنے کا سامان ہوا۔ قبر بھی کھودی گئی۔ اب متوفی مذکور کے مکان پر نہلانے دھلانے تجہیز و تکفین کا انتظام ہونے لگا۔ درزی اہل محلّہ نے

جواب دے دیا کہ ہم مرزائی مذہب قادیانیوں کا کفن نہیں سئیں گے۔لاچار ہوکر کسی دیہاتی درزی کے مکان پر پوشیدہ طور پر گئے جوکہ اس مذہب سے واقفیت نہیں رکھتا تھا،کفن سلالائے ۔اب مرزائی قادیانیوں مذہب والوں کو بھی اس کی خبر ہوئی جوکہ قریب محلّہ کی مسجد میں تشریف رکھتے تھے مکان پر خدابخش چودھری کے آئے اور باہم مشورہ وصلاح کر کے غسل دینے کی تیاری کیا۔پورے طور سے غسل نہیں ہونے پایا تھا کہ پیر کے گٹنے کے پاس سے مواد جاری ہونا شروع ہوا جوکہ دیر تک بند نہیں ہوا۔بہت کچھ پانی ڈالا گیا۔کچھ دیر کے بعد جب مواد جاری ہونا بند ہوا،تو جھٹ پٹ کفن میں لپیٹ کر دفن مقام عیدگاہ مذکورہ بالا لئے چلے۔لاش ایسی بھاری تھی کہ ہر چہار جانب تین تین چار چار آدمی کندھا دیتے جاتے تھے۔جنازہ قریب ۷ بجے شب کے مقام عیدگاہ پہنچا ۔مجمع بہت کم تھا جیسا کہ نام نہادا ایسا مجمع اہل محلّہ و برادری کا نہیں تھا۔اب سامان دفن کا ہونا شروع ہوا۔عیدگاہ کے قرب وجوار کے لوگوں نے دفن ہونے سے روکا اور کہا کہ یہ عیدگاہ ہے قبرستان قادیانی مرزائی کا نہیں ہے۔ مرزائی مذہب قادیانی والوں کو ہم لوگ دفن نہیں ہونے دیں گے،اور نہ عیدگاہ کو ناپاک بناویں گے۔اس وقت حاضرین مجمع کو ایسی سبکی ہوئی اور منتظمین نہایت خفیف ہوئے قبر جوکہ کھدی ہوئی تیار تھی اہل محلّہ عیدگاہ نے اسے بند کردیا۔

اب حاضرین مجمع کی یہ رائے ہوئی کہ نماز جنازہ اسی جگہ پڑھا کر دفن مقام نورالدین شہید لے جانا چاہیے۔جب نماز جنازہ کے لئے ایک مولوی..قادیانی کھڑے ہوئے تو ایک شخص نے بآواز بلند پکارا کہ نماز پڑھانے والا مذہب قادیانی رکھتا ہے،اس کے پیچھے حنفی لوگ نماز نہ پڑھیں ۔ یہ سنتے ہی اس کے برادر محمدو لواحقین نے جنازہ اٹھالیا اور راہ مقام نورالدین شہید بغرض دفن ہوئی۔ ۹ بجے شب وہاں پہنچے ۔مجمع صرف چالیس خواہ پچاس آدمیوں کا رہ گیا،قادیانی مذہب والے رفو چکر ہوگئے ۔خیر بہزار خرابی ایک بجے شب دفن کیا گیا۔مسلمانان بنارس پر خدا اپنا رحم کرے:اچھا ہوا وہ مرگیا سر سے میرے بلا ٹلی۔

العبد: فخرالدین اشرف خان ساکن پورانی عدالت ڈاک خانہ چوک شہر بنارس۔جون ۱۹۱۱ء

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں

ہم جانتے ہیں کہ ایسے واقعات سے قادیانی پارٹی الٹی شیخی بھگارے گی لیکن ہماری غرض اس واقع کے درج کرنے سے یہ ہے کہ تم لوگ اپنے نبی (مرزا) کی، آنحضرت ﷺ کی پاک زندگی کے ساتھ تشبیہ دیا کرتے ہو حالانکہ حضور ﷺ کی زندگی میں کل تیرہ سال تکلیف کے گذرے۔ اس سے بعد تو آپ کا سلسلہ حکومت شروع ہوگیا۔ خصوصاً انتقال کے بعد تو سب کو معلوم ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ جو وعدے تھے و لیبدلنهم من بعد خوفهم امناً بالکل پورے ہوئے تھے۔ مسلمان بفضلہ تعالی نہ کسی سے ڈرتے تھے نہ دبتے تھے بلکہ مخالف لوگ مسلمانوں سے ڈرتے تھے۔ اسی آیت کو مرزا غلام احمد قادیانی صاحب نے بھی اپنے حق میں لکھا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ قادیانیوں کے حق میں خوف اور عذاب کا ہنوز خاتمہ نہیں ہوا۔ یہ ایک سوال اہل دانش کے لئے قابل غور ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔۲۱ جولائی ۱۹۱۱ء ص ۳۔۴)

ایک سوال جواب

جناب حضرۃ مسیح علیہ السلام کی نسبت جو جملہ اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ آسمان پر مع جسدہ العنصری اٹھائے گئے اور قرب قیامت میں دوبارہ نزول فرماویں گے اس کے متعلق دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ ابھی جسم خاکی کے ساتھ اٹھائے گئے تو اس دنیا کے حوائج انسانی مثلاً سونا جاگنا کھانا پینا وغیرہ بدستوران کے ساتھ ہیں یا کوئی اور صورت ہے اور جب کہ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا ہے او صانی بالصلوۃ و الزکوۃ ما دمت حیاً تو کیا اب موجودہ حالت میں بھی نماز روزہ اور زکوۃ ادا کر رہے ہیں۔ جواب مہربانی کر کے سہل الفاظ میں ہو جس کو میں سمجھ سکوں خواہ قلمی یا بذریعہ اخبار عنایت فرماویں۔ والسلام:

نیاز مند۔ قاسم علی سب اور سیئر نہر

جواب۔ از شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ۔

حضرات انبیاء کو جو حکم دیئے جاتے ہیں ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خود بھی عمل کریں اور اپنی امت کو بھی بتلا دیں۔ نبی اور امت کے فعل کی کیفیت ادا ایک سی ہوتی ہے۔ امت کو حکم زکوۃ کا مال پر متفرع ہے نبی کو بھی۔ علی ہذا القیاس۔ یہی وجہ ہے کہ کسی حدیث میں یہ ثابت نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے زکوۃ ادا کی ہو، کیونکہ مال ہی نہ تھا۔ پس حضرت عیسی کو نماز اور زکوۃ کا حکم دیا بعینہ ویسا ہی ہمارے نبی ﷺ کو حکم تھا مگر ادائیگی کے لئے جو شرط تھی وہ نہ پائی جانے کی وجہ سے حکم بھی نہ پایا گیا تھا۔ ہاں نماز کا حکم بحال ہے تو حضرت عیسی ادا کرتے ہوں گے پانی نہ ہوگا تو تیمّم کرتے ہوں گے تیمّم کا سامان بھی نہ ہوگا تو زبانی ذکر ہی کافی ہوسکتا ہے۔ انشاءاللہ رہا سونا جاگنا وغیرہ۔ سو اول تو یہ ماہیت انسانیہ میں لازم نہیں۔

دوم اگر ہیں تو اس کا ادا کرنا آسمان پر بھی ممکن ہے، کسی دلیل (نقلی یا عقلی) سے فریق ثانی نے ثابت نہیں کیا کہ آسمان پر اس قسم کے واقعات کا ہونا محال ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ جولائی ۱۹۱۱ء ص ۴)

قادیانی سرور

قادیانی مشن بھی عجیب دل و دماغ رکھتا ہے جس قسم کی مصیبت قادیانی مشن پر اعلی درجہ کی وارد ہوتی ہے اس کا ایک شمہ بھی اگر کسی مخالف پر آئے تو اس قدر خوشی بلکہ کرامت بلکہ معجزہ ظاہر کرتے ہیں کہ گویا جنگ بدر میں فتح حاصل ہوگئی۔ مولانا وحید الزمان خاں صاحب حیدرآبادی نے جو تجویز مصالحت بین المسلمین کی پیش کی تھی اس کے متعلق اہل حدیث میں مخالف مضامین نیک نیتی سے نکلے، جو ایک معمولی بات ہے۔ اس پر قادیان کا (نیم مردہ) اخبار الحکم خوشی کے مارے جامے سے باہر ہوکر لکھتا ہے:

وحید الزمان دکنی کی تجویز اتفاق بین المسلمین پر سب سے پہلے الحکم نے نوٹس لیا تھا۔ اور اس مضر اور خلاف اسلام تجویز پر نفرین کی تھی خدا کا شکر ہے کہ اب فرقہ اہل حدیث میں اس بیہودہ تجویز کی قلعی

کھولی جا رہی ہے۔ یہ نتیجہ ہے خدا تعالیٰ کے مامور کی ہتک کا، جو اس نے بخاری کے ترجمے میں خواہ مخواہ کی ہے اور صداقت ہے انی مهین من اراد اها نتك (الحکم ۷۔۱۴ جولائی ۱۹۱۱ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مولانا وحید الزمان خاں کے مخالف چند مضامین نکلنے سے تو قادیانی معجزہ کا ثبوت ہو مگر قادیانی مشن اور اس کے بانی کے برخلاف جو تمام دنیا برستی ہے وہ کس الہام اور کس کی مخالفت کا نتیجہ ہوتا ہے؟ یہی معنی حضرت مسیح کے قول کے ہیں:

ظالم دوسرے کی آنکھ کا تنکا دیکھتا ہے پر اپنی آنکھ کا شہتیر نہیں دیکھتا۔

اچھا مولانا وحید الزمان خاں صاحب کے برخلاف دو ایک مضامین نکلنے سے تو وہ مرزائی الہام کی زد میں آ گئے مگر قادیانی مشن کے رکن رکین خواجہ کمال الدین صاحب لاہوری کے برخلاف جو الحکم اور بدر دونوں لکھتے ہیں وہ کس الہام کی زد میں ہیں: آہ کیا کہنے ہیں:

ایں کرامت ولی ما چہ عجب
گربہ شاشید و گفت باراں شد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔ اگست ۱۹۱۱ء ص ۳)

قادیانی خاتم الخلفاء

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی رسالہ ریویو میں ایک مضمون نکلا ہے جس کا عنوان ہے:

خاتم الانبیاء اور خاتم الخلفاء

اس میں راقم مضمون نے (بزعم خود) آنحضرتﷺ کو خاتم الانبیاء اور مرزا قادیانی کو خاتم الخلفاء لکھ کر مقابلہ کیا ہے۔ آنحضرتﷺ کے چند واقعات سے مقابلہ کر کے (بزعم خود) مشابہت ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ہم ان میں سے ایک ایک نقل کر کے مطلع صاف کرتے ہیں۔ پس ناظرین بغور دیکھیں۔ راقم مضمون لکھتا ہے:

جناب خاتم النبیین رحمۃ للعالمین کے دست مبارک پر کئی نشان ظاہر ہوئے ۔ میں ان میں سے بارہ کا انتخاب کرتا ہوں اور بعینہ اسی رنگ میں ان کے بروز جناب مسیح موعود کے ہاتھ پر جو نشان دکھائے گئے، ان کا بھی ذکر کر کے اپنے مسلمان بھائیوں سے سوال کرنے کا حق رکھتا ہوں کہ حضرت خاتم الانبیاﷺ پر ایمان لاتے ہیں تو پھر خاتم الخلفاء کی بیعت سے کیوں انکار کرتے ہیں

خاتم الانبیاء: آپ کو قرآن مجید ایسی جامع فصیح و بلیغ کتاب دی گئی اور دعوی یہ تھا لئن اجتمعت الانس و الجنّ علی ان یّاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ و لو کان بعضھم لبعض ظھیراً (بنی اسرائیل)

خاتم الخلفاء: باوجود ہندی موطن ہونے اور کسی استاد سے باقاعدہ تعلیم علوم رسمیہ نہ پانے کے آپ نے عربی کتابیں بڑی تحدی سے شائع کیں اور عرب و عجم کے فصحاء و بلغاء علماء و فضلاء کو چیلنج کیا کہ ان کی مثل لاؤ انعام پاؤ۔ بلکہ یہاں تک ارشاد کیا کہ جو اعجاز المسیح کا جواب لکھنے پر تیار ہوگا وہ ہلاک ہو جائے گا (یہ پیش گوئی اپنے وقت پر پوری ہو چکی ہے) (مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کہتے ہیں یہ بالکل جھوٹ ہے۔ سچے ہو تو تحریری ثبوت دیجئے)

حضرت شیخ الاسلام مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مرزا صاحب کی عربیت خصوصاً نظم کی کیفیت دیکھنی ہو تو رسالہ الہامات مرزا دیکھیں۔ جب کبھی آپ نے دعوت مقابلہ دی تو یہ قید ساتھ لگائی کہ اتنے روز میں کتاب لکھ کر چھاپ کر میرے پاس بھیج دیں۔ اس قید تحدید پر جب اعتراض ہوا کہ یہ کیوں ہے؟ کیا قرآن مجید کی بابت بھی کوئی زمانہ کی تحدید ہے؟ تو حکیم نور الدین نے رسالہ نور الدین میں اس کا جواب دیا کہ نادان لوگ نہیں سمجھتے ہیں، اصل کے ساتھ فرع کیونکر برابر

ہو۔یعنی آنحضرت ﷺ چونکہ اصل متبوع ہیں اور مرزا صاحب تابع، اس سے اگر مرزا صاحب بھی قرآن مجید کی طرح بے قید چیلنج (دعوت مقابلہ) دیں تو پھر دونوں میں فرق نہ رہے گا۔

واہ کیا اچھا فرق ہے مگر آج یہاں نامہ نگار کو اس فرق کا علم نہیں اس لئے مرزا صاحب قادیانی کے اعجازی قصیدہ مندرجہ اعجاز احمدی کے جواب میں ایک بڑا عربی قصیدہ اہل حدیث میں عرصہ ہوا مرزا صاحب کی زندگی ہی میں چھپا تھا جس کے جواب میں قادیانی مشن خاموش رہا۔

آج مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی عربیت کا نمونہ بھی دکھانے کو جی چاہتا ہے آپ اسی اعجازی قصیدہ مندرجہ اعجاز احمدی میں لکھتے ہیں:

االٰخیت ذئبا عائثا او ابا الوفاء
او اخیت مدا او رء یت امرتسرٌ

اس شعر میں رئیت کا مفعول بہ امر ت سر ہے مگر مرزا صاحب قادیانی نے اس کو مرفوع لکھا ہے کیونکہ مطلع قصیدہ کا مرفوع ہے جو یہ ہے:

ایا ارض مد قدد فاك مدمرٌ
وارداك ضليل واغراك موغرٌ

آپ کے اشعار میں اسی قسم کی اور بہت سی غلطیاں ہیں جن کی پوری تنقید رسالہ الہامات مرزا میں کی گئی ہے جس کا جواب آج تک قادیانی مشن سے نہیں ہو سکا۔ منہ چڑانے کی بات اور ہے۔ آگے چلئے:

❁ خاتم الانبیاء : سیھزم الجمع و یولّون الدبر کے ذریعہ حضور ﷺ نے اعلان کیا کہ تمام مخالف گروہ شکست یاب اور جو مباہلہ کیلئے آئیں گے ہلاک ہونگے۔

❁ خاتم الخلفاء: جلسہ مذاہب اعظم میں پھر مختلف موقعوں پر خدا نے اپنے پاک بندے کی نصرت کی کوئی مخالف سامنے نہ آسکا۔

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے
جو مباہلہ کے لئے اٹھا ہلاک ہوا۔ لیکھ رام عبداللہ آتھم ڈوئی چراغ الدین

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

جلسہ مذاہب میں تو نہ کوئی بھاگا، نہ کوئی بھاگنے کی جگہ تھی۔ ہر ایک شخص نے مضمون سنایا ہر ایک کے معتقدین نے اپنے اپنے وکیل کے مضمون کو سراہا۔ مرزا صاحب کے مریدوں نے مرزا صاحب کے مضمون کی تعریف کی۔ ہاں سب سے برتری اور فتح یابی کا دعوی میں کروں تو کرسکتا ہوں کیونکہ میرے مضمون کے متعلق حکیم نورالدین (جو میری تقریر کے وقت میں جلسہ کے پریذیڈنٹ تھے) نے بڑی مسرت کے لہجے میں تعریف کی (ملاحظہ ہو رپورٹ جلسہ مذکور)۔ اور خواجہ کمال الدین لاہوری نے جو اس جلسہ کے سکرٹری تھے، مجھے خاص طور پر سٹیج سے اترتے ہوئے کہا میں آپ کو اس کامیابی پر مبارک باد کہتا ہے۔

مگر ہم تو ایسی باتیں کرنا شیخی بگھارنا جانتے ہیں۔

ہاں مقابلہ اور بھاگنے کا موقع مباہلہ بیشک ہے۔ سو اس میں راقم مضمون نے جس قدر جھوٹ بولا ہے کبھی نہ بولا ہوگا۔ تمام عمر میں اصلی معنوں میں مرزا صاحب کا مباہلہ صرف صوفی عبدالحق غزنوی امرتسری سے ہوا۔ مگر عبدالحق آج تک زندہ ہے لیکن مرزا صاحب کی بابت چاروں طرف سے، خس کم جہاں پاک، کی آواز آرہی ہے۔

ہاں آخر میں سب سے بڑا اور زبردست برد بازی کا مقابلہ خاکسار سے ہوا مگر افسوس کہ مرزا صاحب قادیانی کی بے وفائی سے لطف نہ آیا۔

مرزائی دوستو! جس وقت تم لوگ میرا نام سنتے یا مجھ کو دیکھتے ہو گے یقیناً اس مقابلہ کا تصور تم لوگوں کو آتا ہوگا کیونکہ اہل منطق کا مسئلہ ہے لا حجر فی التصور (تصور میں روک نہیں ہوسکتی) پھر اس میں تم کو یہ تصور بھی آتا ہوگا کہ کون اس مقابلہ میں پاس ہے اور کون فیل؟ پھر اس کے بعد یقیناً تم لوگ دل کی تسلی کے لئے یہ کہتے ہو گے کہ مرزا صاحب پہلے اس واسطے مرے کہ مولوی صاحب نے مقابلہ منظور نہ کیا تھا۔ میرا مطلب تمہارے اس آخری تصور سے نہیں، بلکہ میں اس تصور سے سوال کرتا ہوں جو میری شکل دیکھتے ہی یاد کر

سنتے ہی تم لوگوں کو آتا ہوگا۔ کیا اس تصور کو خیال میں لا کر بھی تم کہہ سکتے ہو کہ جو مباہلہ کیلئے اٹھا، ہلاک ہوا حالانکہ ایک ایسا شخص زندہ ہے جس کو مرزا صاحب قادیانی نے اپنی زندگی میں اشد ترین مخالف لکھا تھا۔ ملاحظہ ہو کتاب حقیقۃ الوحی۔

مرزائی دوستو! یہ دھوکہ بازیاں اور غلط گوئیاں ایک ایسی قوم کو زیبا نہیں جن کا دعوی ہو کہ ہم تمام دنیا کی اصلاح کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ مگر تم لوگ بھی کیا کرو۔ مرنے والے کے اس قسم کے دعووں نے تمہیں باندھ رکھا ہے۔ وہ خود بھی تو اسی قسم کے ہوائی قلعے بنایا کرتا تھا۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں میری سچائی کے لئے یہ دلیل کافی ہے کہ میرے مقابل پر کسی قدم کو قرار نہیں۔ دیکھو تریاق القلوب صفحہ ۵۴۔ اسی لئے تم بھی ایک حد تک معذور ہو۔ سچ ہے:

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانہء خمّار دارد پیر ما

سنئیے سب سے اول مخالف قدم مولوی محمد حسین بٹالوی کا تھا، جو زندہ ہیں۔ مولوی عبدالجبار غزنوی امرتسری زندہ ہیں۔ پیر مہر علی شاہ گولڑہ زندہ ہیں۔ اور سب سے اشد ترین مخالف ابوالوفا ثناء اللہ زندہ ہے۔ پھر تم اور تمہارا مسیح کس راستی سے کہتا ہے کہ میرے مقابل کسی قدم کو قرار نہیں۔

(اور مرزا صاحب قادیانی نے تو مقابلے میں آنا ہی چھوڑ دیا تھا۔ مخالف انہیں للکارتے رہتے اور وہ کان لپیٹ کر پڑے رہتے۔ آپ انجام آتھم کے صفحہ اخیر پر بے شک لکھتے ہیں کہ وا ز معنا ان لا نخا طب العلماء بعد هذه التو ضيحا ت و لو سبو نا و هذه منـا خـا تـمة المخا طبا ت ۔ یعنی ہم نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ اس سے بعد علماء سے خطاب نہ کریں گے گو وہ ہم کو گالیاں دیں اور یہ کتاب ہمارے خطابات کا خاتمہ ہے۔ لیکن اسکے بعد آپ نے علماء کو مباحثہ اور مقابلہ کیلئے بلایا ہے چنانچہ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کے اشتہار معیار الاخیار میں لکھتے ہیں:

> اگر آپ لوگ اے اسلام کے علماء اب بھی اس قاعدہ کے موافق جو سچے نبیوں کی شناخت کیلئے مقرر کیا گیا ہے قادیان سے قریب کسی مقام میں مثلاً بٹالہ یا آپ کو انشراح صدر میسر آوے تو قادیان میں ایک مجلس مقرر کریں جس مجلس کے سرگروہ آپ کی طرف سے چند ایسے مولوی صاحبان ہوں کہ جو حلم اور برداشت اور تقوی اور خوف باری تعالی میں آپ لوگوں کے نزدیک مسلم ہوں۔ پھر ان پر واجب ہوگا کہ منصفانہ طور پر بحث کریں اور ان کا حق ہوگا کہ تین طور سے مجھ سے تسلی کرلیں۔
>
> ۱۔ قرآن وحدیث کی رو سے ۲۔ عقل کی رو سے۔ ۳۔ سماوی تائیدات اور خوارق و کرامات کی رو سے۔ کیونکہ خدا نے اپنے کلام

میں مامورین کے پرکھنے کے لئے یہی تین طریق بیان فرمائے ہیں۔پس اگر میں ان تینوں طوروں سے ان کی تسلی نہ کرسکا، یا اگر ان تینوں میں صرف ایک یا دو طور سے تسلی کی تو تمام دنیا گواہ رہے کہ میں کاذب ٹھہروں گا۔لیکن اگر میں نے ایسی تسلی کردی جس سے وہ ایمان اور حلف کی رو سے انکار نہ کرسکیں اور وزن ثبوت میں ان دلائل کی نظیر پیش نہ کرسکیں تو لازم ہوگا کہ تمام مخالف مولوی اور انکے نادان پیرو خدا تعالی سے ڈریں اور کروڑوں انسانوں کے گناہ کو بوجھ اپنی گردن پر نہ لیں۔

لیکن مرزا جی نے اس کو عملی طور سے منسوخ کر کے ردی کے صندوق میں ڈال دیا۔اسی لئے تو ندوۃ العلماء کے جلسہ (منعقدہ امرتسر) کے موقع پر ۸۔اکتوبر۱۹۰۲ء کو مرزا کے نام ۴۲ علماء نے مشترکہ نوٹس دیا تو حضور نے بغیر رسید ڈاکخانہ کے اف تک نہیں کی۔وہ نوٹس ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

بخدمت مرزا غلام احمد قادیانی۔

السلام علینا و علی عباد الله الصالحین۔

آپ کی تحریر مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کے مطابق ہم لوگ آپ سے بحث کرنے کو حاضر ہیں۔گو اس سے پہلے بارہا آپ کی اصلیت ملک کو معلوم ہو چکی ہے تاہم آپکی حجت پوری کرنیکو اس دفعہ بھی ہم طیار ہیں۔پس آپ بپابندی شروط مقررہ علم مناظرہ آکر مباحثہ کریں۔آپ کے بتلائے ہوئے طرق ثلاثہ ہمیں منظور ہیں تقدیم وتاخیر ان کی ہمارے اختیار ہے۔پس آپ شنبہ کے روز ۱۱۔اکتوبر (۱۹۰۲ء) کی شام تک امرتسر پہنچ جائیں تو ہم لوگ بعد اختتام جلسہ ندوۃ العلماء بروز یکشنبہ آپ سے مباحثہ کریں گے جس صاحب کو ہم اپنے مشورہ سے پیش کرینگے اس کا ساختہ پرداختہ منظور کرینگے چونکہ آپ کو مولوی احمد حسن اڈیٹر شحنہ ہند کے نوٹس مورخہ ۲۳ ستمبر اور ضمیمہ ۲۴ ستمبر سے متنبہ ہو چکا ہے اس لئے آپ قلت وقت کا عذر نہیں کرسکتے غالباً آپ کو اپنے خیالات کی اشاعت اور تحقیق حق کا اس سے عمدہ موقع نہ مل سکے گا۔

مرسلہ۔ ابو عبید احمد اللہ امرتسری۔عبد الجبار غزنوی ...وغیرھم۔منقول از الہامات مرزا۔ بہاء)

خاتم الانبیاء۔ و اللہ یعصمك من الناس۔اللہ تجھے لوگوں سے بچائیگا چنانچہ ایسے ملک میں جہاں باوجود پوری شان وشوکت وحصول سلطنت کے حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ شہید ہوئے آپ ﷺ طوائف الملو کی بے کس و بے بس ہونے کی حالت میں جانی دشمنوں کی ضرر رسانی سے محفوظ رہے۔

خاتم الخلفاء : خدا نے آپ (مرزا) سے بھی یہی وعدہ فرمایا اور اپنی الہامی عمر کے مطابق طبعی موت سے مظفر ومنصور کامیاب و بامراد فوت ہوئے۔قتل کے مقدمے بنا کر مخالفوں نے پھانسنا چاہا مگر خدا کی حفاظت ونصرت وتائید آپ کے شامل حال رہی۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مرزا جی کی عمر کا الہام بھی عجیب ہے۔ان کا خدا فرماتا ہے:

اے مرزا میں تجھے اسیّ برس یا چند سال زیادہ یا اس سے کچھ کم عمر دونگا

(تریاق القلوب۔ص ۱۳)

کیا مزے کا الہام ہے۔تینوں درجہ قائم۔اسّی (۸۰) یا کچھ کم یا کچھ زیادہ۔یہی معنی ہیں:

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے او شوخ مزاج

بات وہ کہہ کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

❁خاتم الانبیاء : انّا نا تی الارض ننقصھا من اطرا فھا ۔ایسے وقت میں پیش گوئی فرمائی جب کہ چاروں طرف سے آپ کی مخالفت ہورہی تھی۔آخر خدا نے کفر کی سرزمین کو گھٹا دیا اور یہاں تک گھٹایا کہ بل للّٰہ ا لامر جمیعا کے مطابق سارے عرب میں اسلام پھیل گیا۔

❁خاتم الخلفاء: ایک گاؤں میں آپ گمنامی اور خلوت کی زندگی بسر کرتے تھے خدا نے آپ کی زبان پر فرمایا یا تو ن من کل فج عمیق دور دور سے لوگ تیرے پاس آئیں گے ۔اس کے ثبوت میں اب کوئی قادیان کو دیکھے کہ ۲۵ برس میں امریکہ آسٹریلیا کابل غزنی کشمیر سے لوگ آرہے ہیں۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ زمین عرب کے اطراف میں اسلام پھیلے گا ایسا کہ سب دشمن یا تو مسلمان ہو جائیں گے یا مغلوب۔چنانچہ یہ واقع آنحضرتﷺ کی زندگی ہی میں ہو چکا، بلکہ اس کا وعدہ تھا کہ آنحضرتﷺ کو بچشم خود یہ حالت ملاحظہ کرائی جائے گی۔مگر مرزا صاحب کے حق میں یہ کہاں ہوا؟ اور تو جانے دیجئے ابھی تک قادیان میں بھی ایسی حالت پیدا نہیں ہوئی۔مرزائی مردے تو دفن ہونے سے روکے جاتے ہیں، بنارس کا واقعہ یاد نہیں۔ہاں جی خوش کرنے کیلئے یہ کہہ دینا آسان ہے کہ تمام دنیا ہماری گرویدہ ہے لیکن کلام صادق وہی ہے واقعات جس کی شہادت دیں

❁ خاتم الانبیاء ۔ انّ شا نئك ھو الا بتر ۔آپ کے دشمن مقطوع النسل ہوں گے چنانچہ ان

شدید مخالفوں فسادی منکروں کا کوئی نام لیوا نہیں۔

❁ خاتم الخلفاء: آپ کے دشمنوں کا بھی یہی حال ہے خود قادیان میں ایسی مثالیں موجود ہیں اور بہت سی مثالیں باہر مل سکتی ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ہم بتلا چکے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کے سخت ترین مخالف کون لوگ تھے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی، مولوی عبدالجبار غزنوی پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور وہ جس کو مرزا صاحب اشد ترین مخالف کیا کرتے تھے بفضلہٖ ان سب کے ہاں اولاد ہے۔

منشی سعد اللہ مرحوم لدھیانوی، مرزا صاحب کے منکروں میں ایک بزرگ تھے۔ مرزا جی نے ان کے حق میں ابتــر (بے اولاد) رہنے کی پیش گوئی کی تھی مگر جب خدا تعالی نے مرزا قادیانی کو شرمندہ کیا اور ان کے گھر میں محمود بیٹا دیا جو آج تک زندہ لاہور میں نقشہ نویسی پر ملازم ہے، تو مرزا صاحب نے اس کی تاویل کی کہ گو بیٹا تو ہو گیا مگر آگے پوتا نہیں ہوگا۔ لیکن ناظرین اس مرنے والے بھلے بھانس کی باتین سن کر تعجب کریں گے کہ حضرت مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی مرحوم مغفور کو بھی ابتــر (بے اولاد) لکھا ہو۔ ملاحظہ ہو تتمہ کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۲۔ حالانکہ حضرت ممدوح کے بیٹے بیٹیاں کے علاوہ اس وقت دو پوتے اور پوتوں کی اولاد نرینہ اور زنانہ ہر طرح کی موجود ہے۔ اور لطف تو یہ ہے کہ خود ہی فرماتے ہیں کہ جھوٹ بولنے سے بدتر دنیا میں کوئی کام نہیں تتمہ حقیقۃ الوحی۔ اسی کو کہتے ہیں جادو وہ جو سر چڑھ بولے۔

ہاں یاد آیا مولوی عبدالکریم جو آپکا راسخ مرید اور امام جماعت تھا اسکا کیا حال ہے؟ ابتر تھا یا غیر ابتر۔ ذرہ سوچ سمجھ کر جواب دینا۔ خدا تعالی کی شان معجزات ہوں تو ایسے ہوں ۔

❁ خاتم النبیین ۔ فتمنّو الموت ان کنتم صا دقین۔ آپ نے اعلان کہ ہمارے خلاف کوئی دعا قبول نہ ہوگی

و ما دعاء الکا فرین الاّ فی ضلا ل

❁ خاتم الخلفاء: آپ نے اپنی کتابوں میں کئی جگہ لکھا ہے کہ اگر کوئی دعا کرتے کرتے مر بھی جائے تو

میرے خلاف وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری ؒ فرماتے ہیں:

مرزا قادیانی کے مخالف تو جیسے کچھ کامیاب ہیں دنیا کو معلوم ہے۔ایک ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کو دیکھئے کہ جب سے مرزا کے مخالف ہوئے، ترقی پر ترقی پاتے گئے۔آخر اس مقابلہ میں کامیاب ہوئے جوان کی بابت مرزا جی نے شائع کیا ہے کہ میری زندگی میں مرے گا۔دوسرا مخالف یہ خاکسار ہے جس کی نسبت تو قطعی فیصلہ تھا کہ مولوی ثناء اللہ میرے سامنے نہ مرے تو میں جھوٹا۔یہ کس کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔انہی زخمی دلوں کی جن کی بابت کہا گیا ہے

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از در حق بہر استقبال مے آید

❁ خاتم الانبیاء ۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ خانہ کعبہ کی کنجیاں ہمارے قبضہ میں آئیں گی گواب اس کے طواف سے بھی ہمیں روکا جاتا ہے۔

❁ خاتم الخلفاء: آپ نے فرمایا کہ مسجدوں میں جانے سے ہمیں روکا جاتا ہے مگر آخر یہ مسجدیں ہماری ہی ہوجائینگی خدا کے فضل سے اسکے بھی کئی نمونے موجود ہوچکے ہیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری ؒ فرماتے ہیں:

آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی تو حضور نے بچشم خود ملاحظہ فرمائی مگر مرزا کی پیش گوئی کا یہ حال ہے کہ بنارس میں مرزائی مردہ بھی دفن نہیں کرنے دیا۔مسجد بھی کوئی ایسی نہیں ملی جہاں مسلمان نمازی نماز پڑھتے ہوں اور مرزائیوں نے لے لی ہو یا ان کا اس پر قبضہ ہوگیا ہو۔

خاتم الانبیاء : آپ ﷺ نے خسرو پرویز کے مرنے کی خبر دی جس نے آپ کا خط پھاڑ ڈالا تھا ۔

خاتم الخلفاء: جس نے آپ کی براہین کی ناقدری کی، اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا نواب صدیق حسن کی گرفتاری اس کے ثبوت میں پیش کی جاسکتی ہے۔سید احمد خان، اندرمن، دیانند، کئی لیڈران قوم کے مرنے کی خبر قبل از وفات دی۔

(تحریک ختم نبوت ابھی شروع بھی نہیں ہوئی تھی کہ نواب صدیق حسن نے مرزا قادیانی کی مخالفت شروع کر دی تھی جیسا کہ مرزا صاحب ۲۱ جون ۱۸۸۳ء مطابق ۱۵ شعبان ۱۳۰۰ھ کو اپنے ایک دوست کو خط میں لکھتے ہیں:

ابتداء میں جب یہ کتاب (براہین احمدیہ) چھپنی شروع ہوئی تو اسلامی ریاستوں میں توجہ اور مدد کیلئے لکھا گیا تھا بلکہ کتابیں بھی ساتھ بھیجی گئی تھیں۔ سواس میں سے صرف ابراہیم علی خان نواب مالیر کوٹلہ، اور محمود علی خان رئیس چھتاری اور مدار المہام جونہ گڈھ نے کچھ مدد کی تھی، دوسروں نے اول توجہ ہی نہیں کی اگر کسی نے کچھ وعدہ کیا تو اس کا ایفاء نہیں کیا بلکہ نواب صدیق حسن خان نے بھوپال سے ایک نہایت مخالفانہ خط لکھا۔ (مکتوبات احمدیہ۔ جلد اول، ص۔ ۲۸۔۲۹)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

سچے ہو تو ایک ہی لیڈر کے مرنے کی خبر بتلاؤ، ایسی کہ جسے پیش گوئی کہہ سکیں۔ ہاں ایسی تو ہوگی جو مرزا صاحب قادیانی کا الہام ہے تخرج الصدور الی القبور۔ بڑے بڑے سب قبروں میں چلے جائیں گے۔ مگر ایسی زٹلیات کو پیش گوئی کہنا مرزائی مشن ہی کا کام ہے۔

﴾ خاتم الانبیاء: نہروں کا نکالا جانا، خسوف وکسوف رمضان میں یقتل الخنزیر ایک بڑے سؤر (بے غیرت انسان) کا قتل، دجال یاجوج ماجوج کا خروج، کتابوں کا پھیلنا ایک روحانی سواری کا نکلنا

﴾ خاتم الخلفاء: تمام نشان آپ (مرزا) ہی کے زمانے میں پورے ہوئے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: سب غلط۔ نہ رمضان میں موعود کسوف خسوف ہوا، نہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ جیسا ہوا ایسا پہلے بھی کئی ایک دفعہ ہوا، جسکا مرزا کو بھی اقرار ہے، نہ دجال قتل ہوا، نہ یاجوج ماجوج مرے۔ ذلکم قولکم بافواھکم (یہ سب تمہارے منہ کی باتیں ہیں)

﴾ خاتم الانبیاء: ایک شخص کی نسبت آپ ﷺ نے جہنمی ہونے کی پیش گوئی فرمائی جس نے عمدہ جنگ کی مگر آخر زخموں کی تکلیف سے خودکشی کر لی

﴾ خاتم الخلفاء: چراغ جمونی نے پہلے بڑے اخلاص کا اظہار کیا آپ نے الہام شائع فرمایا: نزل بہ جبیر اور یہ کہ آخر وہ ہلاک ہوگا۔ ایسا ہی ہوا۔ پھر عبدالحکیم۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

یہ بھی محض جھوٹ ہے۔ سچے ہو تو حوالہ پیش کرو۔

✿ خاتم الانبیاء: ﷺ کی دعا سے قریب المرگ تندرست ہوئے۔

خاتم الخلفاء: ۔آپ کی دعاؤں سے کئی ایسے مریض جن پر ڈاکٹر موت کا حکم لگا چکے، اچھے ہو گئے۔
نواب محمد علی خان کا لڑکا، میر ناصر نواب کا لڑکا۔

✿ اہالی عرب کی جو حالت تھی وہ امرءالقیس کے ایک شعر سے واضح ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ گناہ کو گناہ بھی نہیں سمجھتے تھے

فمِثلِكِ حبلى قد طرقت و مرضِعٍ
فالهيتها عن ذی تمائم محولِ
اذا بكى من خلفِها انصرفت له
بشقٍ و تحتى شِقّها لم يحوّل

آخر اسی سرزمین کے لوگ عباد الرّحمن يمشون على الارض هوناً و اذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلاماً ۔تا آخر سورۃ کے شان نزول بنے۔

✿ خاتم الخلفاء: کئی ایسے لوگ جو سیہ کاریوں بدکاریوں میں ضرب المثل تھے آپ کی قوت قدسیہ کے ذریعہ پاک باز بنے۔ زندہ نظیریں موجود ہیں اور ایک دنیا ایسے اصحاب کو جانتی ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی خود لکھتے ہیں کہ میرے مرید کتوں اور بھیڑیوں کی طرح اپنے بھائیوں کو کھاتے ہیں۔ دیکھو اشتہار ملحقہ شہادۃ القرآن قوت قدسیہ کی ادنی پہچان جو عام طور پر سب کی سمجھ میں آجائے یہ ہے کہ صاحب قوت قدسیہ جھوٹ نہیں بولا کرتا۔ اس تعریف کے مطابق ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ قادیان کے اعلی حضرت خود بھی صاحب قوت قدسیہ نہ تھے۔ تو بدیگراں چہ رسد

کیا مرزائی مشن کے خلیفہ صاحب ہم کو اجازت دیں گے کہ ہم بڑے حضرت کی کذب بیانیاں ایک ایک کر کے شائع کریں؟

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸۔ اگست۔ ۱۹۱۱ء ص ۱۔۴)

قادیان کا عربی اشتہار

قادیان دارالامان سے ایک بہت بڑا جدید اشتہار عربی زبان میں چھپا ہے جو عرب فارس شام وغیرہ ممالک کے علماء کو بطور تبلیغ بھیجا جائے گا۔ یہ اشتہار دو صفحہ کا ہے مگر اتنا بڑا ہے کہ دو جزء کی کتاب بن سکتی ہے سارے اشتہار کا خلاصہ یہ ہے کہ:

ملک میں خرابیاں عام ہیں، مسلمانوں کی حالت خراب ہے، کئی ایک لوگ مرتد ہو گئے ہیں، عیسائیوں کا بہت زور ہے حالانکہ حضرت عیسی مر چکے ہیں بعض علماء اسلام خواہ مخواہ عیسائی مذہب کی تائید کرنے کو حضرت عیسی کی حیات کے قائل بنتے ہیں۔

یہ ہے ایک صفحہ کا مضمون۔ دوسرے صفحہ میں امام المہدی لکھا ہے جس میں مرزا صاحب قادیانی کے کمالات کا اظہار کیا ہے منجملہ کمالات کے یہ بھی لکھا ہے:

و من آیاته ایضاً باهله بعض الناس کالعالم غلام دستگیر القصوری و چراغ الدین الجمونی و میرزا المتصوف وسعد الله اللودیانوی و عبد الرحمن محی الدین الکهوکی و مولوی اسماعیل علی گڈ هی و الهی بخش لاهوری مؤلف عصائے موسی و دکتور دوئی مدعی النبوة و صاحب الا تباع الکثیرة و لیکهرام و عبد الله آتهم و غیرهم فکل هؤلاء قد هلکوا و ماتوا بهوان و ذلة فی حیات المسیح الموعود و ذلك فضل الله علی الاسلام حیث اظهره الله و لو کره الکافرون

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ مولوی غلام دستگیر قصوری، چراغ الدین جموی، مرزا المتصوف، منشی سعد اللہ لودہانوی، مولوی عبدالرحمٰن لکھوی، مولوی اسماعیل علی گڈھی، منشی الٰہی بخش لاہوری، ڈاکٹر ڈوئی امریکن، پنڈت لیکھ رام آریہ، پادری عبداللہ آتھم عیسائی وغیرہ نے ہمارے امام مہدی سے مباہلے کئے تو یہ سب لوگ امام مہدی کی زندگی میں مر گئے۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس نے اسلام کو ظاہر کیا۔

یہ ہے تمام اشتہار کا خلاصہ جو عرب ایران وغیرہ ممالک میں تو نئی شکل کا ہوگا، مگر ہندوستان میں خصوصاً اہل حدیث کے ناظرین کے سامنے تو روزمرہ کا محاورہ ہے۔ ہم کئی ایک دفعہ کہہ چکے ہیں اور اب بھی کہتے ہیں کہ جن لوگوں کے نام تم نے لکھے ہیں ان کے مباہلہ کا ثبوت بھی ذرہ دکھایئے، تاکہ ہم جان سکیں کہ کس نے مباہلہ کیا اور کس رنگ میں کیا اور کیا نتیجہ ہوا؟ افسوس ہے ہمیں تو ان میں سے ایک کا مباہلہ بھی نہیں ملتا۔

کیا کوئی مرزائی ہمیں دکھانے کی ہمت کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہاں گالیاں دینے کو تو تیار ہیں۔ قادیان والے دیتے دیتے خود تھک جائیں گے تو کسی جیل زادہ کو کھڑا کردیں گے۔

چونکہ ہندوستان میں سب لوگ ان واقعات کی تحقیق کرچکے ہیں، لہذا یہاں تو ان کا منتر چلنے سے رہا۔ اس لئے اب عربستان وغیرہ دور دور ممالک میں تبلیغ کرنے کو چلے ہیں، اس لئے ہماری طرف سے بھی اجازت ہے:

اب دام مکر اور کسی جگہ بچھایئے
بس ہو چکی نماز مصلے اٹھایئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱تا۸ ستمبر ۱۹۱۱ء ص ۵۔۶)

مسلمانوں کے حق میں مرزائیوں کا فتوی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل مذہبی دنیا میں یہ مسئلہ خاص دلچسپی رکھتا ہے کہ قادیانی لوگ، عام مسلمانوں کو کیا سمجھتے ہیں؟ اس سوال کی وجہ حکیم نورالدین قادیانی خلیفہ کا ایک فتوی ہے ...جو اہل حدیث میں درج ہوا تھا جس کا مختصر مضمون یہ تھا کہ جو شخص مرزا صاحب قادیانی کو سچا نہیں مانتا وہ کافر ہے۔

لاہور میں ایک صاحب خواجہ کمال الدین وکیل، مرزا صاحب کے بڑے راسخ مرید ہیں۔ اسلامی جلسوں میں بھی تقریریں کیا کرتے ہیں، اس لئے ان پر سوال ہوئے کہ آپ اپنا خیال ظاہر کریں کہ آپ بھی اپنے پیر اور خلیفہ کی طرح مسلمانوں کو کافر جانتے ہیں یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں وکیل صاحب نے ایک بڑا لمبا چوڑا اشتہار دیا ہے جس کا خلاصہ مطلب انہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

میں کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتا البتہ جو شخص ہم کو یا ہمارے امام (مرزا قادیانی) کو کافر کہتا ہے وہ ایک حدیث کے ماتحت خود کافر ہو جاتا ہے (مرزا نے بھی فرمایا ہے) ہم کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں کہتے جب تک وہ ہمیں کافر کہہ کر خود کافر نہ بن جائے۔

اس بیان کی ہم بھی تصدیق کرتے ہیں، مگر افسوس کہ واقعات اس کی شہادت نہیں دیتے اسلئے ہم اس مضمون میں اس بیان پر دو پہلوؤں سے بحث کرینگے۔ ایک اس پہلو سے کہ مرزا غلام احمد اور انکے خلیفہ حکیم نورالدین کا مذہب کیا ہے؟ دوئم، جس حدیث کی طرف انہوں نے اشارہ کیا ہے اسکا مطلب کیا ہے

❁ امر اول: یعنی یہ بات کیا واقعی یہی ہے جو خواجہ کمال الدین نے لکھا ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے خلیفہ کے نزدیک وہی لوگ کافر ہیں جو ان کو کافر کہتے ہیں، یا ہر ایک شخص جو مرزا صاحب کا منکر ہے خواہ کافر نہ کہے، وہ بھی کافر ہے۔ اس کی تحقیق کے لئے ہم مندرجہ ذیل حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

بہر حال خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا، وہ مسلمان نہیں۔ (بدر قادیان۔ ۲۴ مئی ۱۹۰۶ء)

معیار الاخیار صفحہ ۸ پر لکھا ہے:

(خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے) جو شخص پیروی نہ کریگا، تیری بیعت میں داخل نہیں اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا ورسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔ (بدر ۹ مارچ ۱۹۱۱ء)

یہ ہیں مرزا غلام احمد صاحب کے اپنے اقوال۔ اب سنئے خلیفہ صاحب کے۔ خلیفہ صاحب کا فتوی عام طور پر شائع شدہ ہے جو اخبار بدر ۴ مارچ ۱۹۱۱ء میں طبع ہوا تھا۔ خلیفہ صاحب نے لکھا تھا آیت لا نفرّق بین احدٍ من رّسله کے معنی میں کسی رسول کا بھی ہم انکار نہیں کرتے۔ اس آیت کے مطابق سب رسولوں اور ماموروں کو ماننا فرض ہے۔ پس جس طرح کسی اور رسول کے انکار سے کافر ہوتا ہے اسی طرح مرزا قادیانی کے انکار سے کافر ہوتا ہے۔ چنانچہ خلیفہ نور الدین کے الفاظ یہ ہیں:

غور طلب امر یہ ہے کہ ہمارے مخالف بھی یہی مانتے ہیں اور اس کا دعوی کرتے ہیں لیکن یہاں سے ہی ہمارا اور ان کا اختلاف شروع ہو جاتا ہے ایمان بالرسل اگر نہ ہو تو کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا اور اس ایمان بالرسل میں کوئی تخصیص نہیں عام ہے خواہ وہ نبی پہلے آئے یا بعد میں آئے ہندوستان میں ہوں یا کسی اور ملک میں کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے ہمارے مخالف مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں اب بتاؤ کہ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا قرآن مجید میں تو لکھا ہے لا نفرّق بین احدٍ من رسله لیکن حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے انکار میں تو تفرقہ ہوتا ہے

(الحکم قادیان۔ ۲۱ فروری ۱۹۰۹ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

کیا یہ عبارت کسی حاشیہ یا شرح کی محتاج ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ صاف مطلب ہے کہ الرسل میں مرزا صاحب قادیانی بھی شامل ہیں۔ پس جو برتاؤ کسی شخص کو دوسرے نبیوں کے ساتھ انکار کرنے سے کافر خارج از اسلام بناتا ہے، وہی برتاؤ مرزا صاحب قادیانی کے ساتھ کرنے سے بقول خلیفہ صاحب، آدمی کافر

ہو جاتا ہے۔کیا حضرات انبیاء سابقین کے انکار سے کافر ہوتا ہے؟ یا وہ ان کو کہنے سے کافر ہوتا ہے؟ (خلیفہ صاحب خصوصاً جواب دیں)

بس اسی طرح خلیفہ قادیانی کے نزدیک مرزا صاحب قادیانی کے صرف انکار کرنے سے آدمی خارج ہو جاتا ہے خواہ ان کو کافر کہے یا کفر سے خاموش رہے، یا ان کے کفر کی نفی کرے۔

اصل بات یہ ہے کہ اس فتوی کو جاری کرتے وقت اسکا انجام نہ سوچا گیا تھا۔اب جو چاروں طرف سے شور بپا ہوا ہے تو اس میں تاویل کرنے کی سوجھی یہی معنی ہیں

لو ان صدور الفعل یبدون للمفتی
کاعقابه لم تلفه ینتدم

(آدمی کو اپنے افعال کا انجام معلوم ہو تو کبھی شرمندہ نہ ہو)

خلیفہ صاحب اور ان کے حواری ہم کو بتلا دیں کہ ۹ مارچ ۱۹۱۱ء کے بدر میں جس آیت (لا نفرق) سے انہوں نے دلیل پکڑی تھی کیا اس کے کچھ اور معنی معلوم ہوئے ہیں یا اس کے مطابق حضرات انبیاء کے منکر بھی اسی صورت میں کافر ہوتے ہیں جب وہ انبیاء پر کفر کا فتوی لگا ئیں اور بغیر اسکے نہیں۔کہتے ہوئے کچھ سوچنے کے علاوہ خدا کا خوف بھی دل میں رکھنا (ان کنتم مو منین)

مختصر یہ کہ یہ بات تو کھلی صداقت ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے خلیفہ دونوں متفق ہیں کہ مرزا قادیانی کا منکر کافر ہے خواہ کتنا ہی نمازی اور روزہ دار بلکہ تہجد گذار ہو۔

امر دوئم: اب ہم امر دوئم پر بحث کرتے ہیں کہ مرزا کے مکفرین (کافر کہنے والے) کافر ہیں یا نہیں۔ اس بحث میں ہم مرزا کے کفر سے بحث نہیں کرتے، بلکہ مانتے ہیں کہ مرزا صاحب اور ان کی جماعت مسلمان بلکہ پکی مسلمان ہے، تاہم ان کے مکفرین کافر نہیں، جس حدیث کی طرف مرزا صاحب اور ان کے حواری خواجہ کمال الدین نے اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے:

لا یرمی رجل رجلاً بالکفر الا ارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذلك۔یعنی جو شخص کسی شخص کو کافر کہتا ہے اگر وہ شخص کافر نہیں تو کفر لوٹ کر اسی پر آتا ہے۔

اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے بے سمجھی کے ساتھ یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ چونکہ ہم کافر نہیں اس لئے جن لوگوں نے ہم پر کفر کے فتوے دیئے ہیں وہ خود کافر ہیں۔مرزا کی زندگی میں بھی یہ بحث اٹھی تھی اور اہل حدیث میں اس حدیث پر مفصل بحث کی گئی تھی۔ادھر یہ بے سمجھی سے ہٹ (ہٹ دھرمی) دیکھ کر فریق ثانی بھی بضد ہوئے کہ چونکہ واقعی تم لوگ کافر ہو اسلئے تمہاری تکفیر سے ہم کیا، کوئی بھی کافر نہیں ہوسکتا۔مگر ہمارے نزدیک یہ سب باتیں حدیث مذکور کے اصل مطلب سے بہت دور ہیں۔

قبل از مطلب بتلانے کے قادیانی مشن سے عموماً اور خلیفہ (حکیم نورالدین) سے خصوصاً ایک سوال کرتے ہیں کہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو منافق واجب القتل کہا، حالانکہ حضور ﷺ نے ان کے ایمان کی تصدیق فرمائی، بلکہ اس کو مغفورلہ فرمایا،تو کیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ،حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو منافق کہنے سے خود ایسے ہوئے؟ حدیث کے ظاہری الفاظ کو دیکھ کر جواب دو۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ:

بے نماز کے کفر میں اختلاف ہے۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اتباع کے نزدیک تارک الصلوۃ کافر نہیں،مگر امام شافعی،احمد،حافظ ابن قیم،شیخ عبدالقادر جیلانی کے نزدیک تارک الصلوۃ کافر واجب القتل ہے۔آپ کا مذہب میں نہیں پوچھتا مگر یہ تو بتلایئے کہ جن بزرگوں کے نزدیک تارک الصلوۃ کافر نہیں، جو اس کو کافر کہے، وہ ان بزرگوں کے نزدیک کافر ہے؟ کھلے لفظوں میں سنیئے ،امام ابوحنیفہ کے نزدیک امام شافعی اور امام احمد وغیرہ کافر ہیں؟ (ہرگز نہیں) حالانکہ آپ کے اصول کے مطابق ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔پس ثابت ہوا کہ حدیث موصوف کا مطلب کچھ اور ہے وہ مطلب ہم سے سنئے:

ایک تکفیر ہوتی ہے شرعی دلیل سے، ایک ہوتی ہے ضد اور ہٹ دھرمی سے۔شرعی دلیل خواہ واقع میں صحیح ہو یا غلط۔پس جو شخص شرعی دلیل سے کسی کو کافر کہے وہ تو اس حدیث کا مصداق نہیں،خواہ واقع میں دلیل مثبت مدعا ہو یا نہ ہو(جیسے حضرت عمرؓ کی دلیل مثبت مدعا نہ تھی فانه خان الله و رسوله)مگر تکفیر کی نظر کسی دلیل اور شرعی آڑ پر ہو۔ہاں ضد اور ہٹ دھرمی سے ایسا کرنے والا بے شک کافر ہوگا۔ پس صاف بات ہیکہ جن لوگوں نے مرزا صاحب کی تکفیر کی ہے چونکہ وہ اپنے نزدیک دلیل شرعی رکھ کر کی ہے (تمہارے نزدیک وہ دلیل مثبت مدعا نہیں تو نہ

سہی) اسلئے وہ اس حدیث کے مطابق کافر نہیں بلکہ مرزا صاحب اوران کے اتباع کی نافہمی کی دلیل ہے۔

کیا خلیفہ صاحب اوران کے حواری ہماری تقریر کا باقاعدہ جواب دیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔۲۲ستمبر ۱۹۱۱ء۔ مطابق ۲۱۔۲۸ رمضان ۱۳۲۹ھ ۱۹۱۱ء۔ص ا۔۳)

قادیانی نبی اور خلیفہ میں اختلاف

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حضرت مسیحؑ کا قول ہے تم زمین کے نمک ہو۔نمک سے کھانوں کا مزہ بنتا ہےلیکن جب نمک ہی بگڑ جائے تو اسے کون سنوارے۔، یہ مثال آج کل قادیانیوں پر صادق ہے۔مولوی حکیم نورالدین صاحب خلیفہ قادیان کا قول بدر مورخہ ۱۴۔اگست ۱۹۱۱ء میں چھپا ہے:

یاجوج ماجوج وہ قومیں ہیں جو کشمیر ایران بخارا کے شمال میں ہیں۔

اس عبارت کا مطلب صاف ہے کہ کشمیر ایران بخارا کے شمالی ملکوں میں یاجوج ماجوج رہتے ہیں۔

اب سنئے اعلی حضرت (مرزا قادیانی) آنجہانی کی۔آپ فرماتے ہیں:

فا ن يا جو ج ما جو ج هم النصارى من الروس و الاقوا م البرطا نيه

(حمامة البشری)۔ یعنی یاجوج ماجوج روسی اورانگریز ہیں۔

اب ان دونوں اقوال متخالفہ کی تطبیق دینا قادیانی مشن کا کام ہےدیکھیں وہ کچھ معقول بات کہتے ہیں یا کسی جیل زادہ سے گالیاں دلواتے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔۲۲ستمبر ۱۹۱۱ء ص ۵)

قادیانی خلیفہ اور قادیانیوں سے فیصلہ کن سوال

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

۷۔اپریل کے اہل حدیث میں چند سوال خاص بخدمت خلیفہ قادیان کئے تھے خیال تھا کہ جواب ملے گا مگر افسوس نہ خلیفہ بولے، نہ ان کے آرگن قادیانی اخبارات نے توجہ کی۔ کیوں؟

بے خودی بے سبب نہیں غالب

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اس لئے یقین نہیں کہ ہمارے آج کے سوال کا جواب بھی مل سکے مگر جائے امید خالی نیست

آج ہم جو سوال پیش کرنا چاہتے ہیں وہ کچھ ایسا نہیں کہ اس میں کسی منطقی صغرے کبرے سے کام لینا پڑے بلکہ وہ مضمون بالکل صاف ہے پس خلیفہ اوران کے حواری غور سے سنیں۔

مرزا صاحب قادیانی کو جو الہام ہوا تھا کہ مسمات محمدی بیگم سے میرا نکاح ہوگا اور ضرور ہوگا، اس پیش گوئی کو حضور نبوی میں رجسٹر کرانے کے لئے آپ نے یہ بھی لکھا تھا کہ:

اس پیشگوئی کی تصدیق کیلئے رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیشگوئی فرمائی ہے کہ یتزوج و یولد لہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۵۳)

خلیفہ صاحب ! انصاف شرط ہے کہ یہ عبارت صاف کہہ رہی ہے کہ آسمانی منکوحہ والی پیش گوئی صرف مرزا قادیانی ہی کی نہیں بلکہ بقول مرزا، خود سرور کائنات فخر موجودات علیہ التحیۃ والصلوۃ کی بھی ہے کیونکہ حضور ﷺ کا مطلب (بقول مرزا) یہ ہے کہ مسیح موعود کی آسمانی منکوحہ (محمدی بیگم) ضرور نکاح میں آئیگی۔ اب جہاں تک کسی صاحب کی دیانت اور امانت کام دیتی ہے مضمون صاف ہے کہ اس امر کے واقع نہ ہونے سے دونوں پیش گوئیوں پر زد پڑتی ہے۔ پس مہربانی کر کے اس کا جواب عنایت کریں کہ کیا صورت اختیار کی جائے کہ دونوں (مرزا صاحب، اور بقول مرزا، آنحضرت ﷺ) تکذیب سے بچ جائیں

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

ایسے متین سوال کے جواب میں بھی مثل سابق کسی جیل زادے سے گالیاں دلوانے پر قناعت کی تو قادیانی مشن کی حقیقت اہل دانش پر اور بھی واضح ہو جائے گی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ ستمبر ۱۹۱۱ء ص ۲۔۳)

قادیانی مشن سے فیصلہ کن سوال

اگرچہ قادیانی مشن کے بانی مرزا صاحب آنجہانی نے اپنے صدق و کذب کا آخری معیار یہ قرار دیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں مرے تو میں سچا ورنہ جھوٹا، جسکا فیصلہ بھی عرصہ ہوا ہو چکا مگر چونکہ ان کی امت نے اس فیصلہ کو نہ مانا بلکہ اس میں خواہ مخواہ کے روڑے اٹکائے اس لئے آج ہم ایک اور طرح سے ایک سوال ان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ گو ہمیں امید نہیں کہ وہ اس سوال کا جواب دیں کیونکہ آج سے پیشتر ایسا ہی ہوا کہ بڑی معقولیت سے ۷۔ اپریل ۱۹۱۱ء کو چند سوال بخدمت خلیفہ قادیانی پیش کئے گئے مگر کوئی جواب نہ آیا۔ بہر حال ہمارا جو فرض ہے ادا کرتے ہیں، ان کا وہ جانیں۔

قادیانی مشن کا دعوی ہے کہ مرزا صاحب شریعت محمدیہ میں کوئی نیا حکم لے کر نہیں آئے بلکہ اسی قرآن وحدیث کی تبلیغ کرنے آئے ہیں جو پہلے سے شائع ہے دیگر علماء مبلغین میں اور ان میں فرق صرف یہ ہے علماء براہ راست خدا سے علم حاصل نہیں کر سکتے مرزا صاحب چونکہ براہ راست خدا سے علم حاصل کرتے تھے اسلئے مرزا صاحب اگر کسی آیت کے معنی یا تفسیر علماء کے خلاف کریں تو لامحالہ مرزا صاحب کی تفسیر کو دوسرے علماء پر ترجیح ہوگی ۔اس قاعدے کے مطابق ہم ایک دو مثالیں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے فہم کی بیان کرتے ہیں یعنی ایک آیت قرآنی کی تفسیر دوسری حدیث کی تشریح ۔آیت قرآن مع تفسیر کے مرزا صاحب قادیانی کی عبارت میں یہ ہے:

هو الّذی ارسل رسو له بالهدی و دین الحقّ لیظهره علی الدّین کلّه ۔یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا

(براہین احمدیہ ۔جلد ۴ ۔ص ۴۹۸)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اس عبارت میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے گویا (بلکہ یقیناً) آیت کریمہ هو الذی.. کی تفسیر فرمائی ہے جو یقیناً ان کے منصب تبلیغ کے لحاظ سے قابل قبول ہے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ان کی تفسیر کو چند حصوں میں تقسیم کر کے قادیانی مشن سے پوچھیں کہ ان میں سے کون سا حصہ آپ لوگوں کو نا منظور ہے ۔پس غور سے سنئے:

الف ۔ حضرت مسیح زندہ ہیں۔

ب ۔دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔

ج ۔حضرت مسیح موعود جب دوبارہ آویں گے تو سیاست ملکی یعنی حکومت کے ساتھ تشریف لاویں گے۔

د۔ انکے زمانہ میں دین اسلام تمام دنیا میں پھیل جائے گا۔

یہ سب مضامین (حسب تفسیر مرزا صاحب قادیانی) دراصل آیت قرآنی میں مضمر ہیں تو ان سب نتائج کا نتیجہ یہ نہ ہوگا کہ عالی جناب اعلی حضرت فضیلت مآب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعوی میسیحیت موعودہ میں (بے ادبی معاف) غلطی پر تھے۔

خیر یہ تو ہوئی آیت کی تفسیر۔اب سنئے حدیث کی تشریح

حدیث شریف میں حضرت مسیح موعود کی بابت یہ الفاظ بھی آئے ہیں یتزوج و یولد له یعنی مسیح موعود نکاح کرے گا اور اس کے ہاں اولاد بھی پیدا ہوگی۔ جناب موصوف نے ایک پیش گوئی کی تھی کہ فلاں لڑکی میرے نکاح میں آئے گی بلکہ فرمایا تھا کہ اس لڑکی سے میرا نکاح آسمان پر ہو چکا ہے۔اسلئے قادیانی مناظرہ کی اصطلاح میں اسے آسمانی نکاح یا منکوحہ آسمانی کہتے ہیں ۔مرزا صاحب اس پیشگوئی کی تصدیق اور حدیث موصوف کی تشریح ان لفظوں میں کرتے ہیں۔فرماتے ہیں:

> اس پیشگوئی کی تصدیق کیلئے رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیشگوئی فرمائی ہے کہ یتزوج و یولد له یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۵۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی کی اس تشریح سے جو ثابت ہوا اس کو بھی ہم الگ الگ بیان کئے دیتے ہیں۔

الف۔مسیح موعود کا اعجازی نکاح ہوگا۔

ب۔مرزا صاحب کی میسیحیت کی علامت آسمانی نکاح کا تحقق ہے۔

کیا ان دونوں حصوں کا نتیجہ یہ نہ ہوگا کہ مرزا قادیانی بحکم حدیث مذکور مسیح موعود نہ تھے کیونکہ وہ

ساری عمراس نکاح کی کوشش میں رہے آخر بصد حسرت یہ کہتے ہوئے اس دنیا سے تشریف لے گئے

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

کیا قادیانی خلیفہ صاحب (نورالدین) یاان کی ذریت معقولیت سے علمی طور پر ہمارے سوالات سابقہ اورحال کا جواب دے گی یا کسی جیل زادے کو گالیاں دینے پر مامور فرمادیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰۔اکتوبر ۱۹۱۱ء ص ۱۔۲)

(مرزا صاحب قادیانی کے امام الصلوۃ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کا کہنا ہے:

حضرت کی اس پیش گوئی کے پورا ہونے کے لئے جوایک نکاح کے متعلق ہےاور جس کا ایک حصہ خدا کے فضل سے پورا ہو چکا ہےاور دوسرا دورنہیں کہ خدا کے بندوں کوخوش کرے حضرت بیوی صاحبہ مکرمہ نے بار بار روکر دعائیں کی ہیں اور بار ہا خدا تعالی کی قسم کھا کر کہا ہے کہ گو میری زنانہ فطرت کراہت کرتی ہے مگر صدق دل اور شرح صدر سے چاہتی ہوں کہ خدا کے منہ کی باتیں پوری ہوں اوران سے اسلام اور مسلمانوں کی عزت اور جھوٹ کا زوال وابطال ہو۔ایک روز دعا مانگ رہی تھیں حضرت نے پوچھا آپ کیا دعا مانگتی ہیں آپ نے بات سنائی کہ یہ مانگ رہی ہوں حضرت نے فرمایا سوت کا آنا تمہیں کیونکر پسند ہے آپ نے فرمایا کچھ ہی کیوں نہ ہو مجھےاس کا پاس ہے کہ آپکے منہ سے نکلی ہوئی باتیں پوری ہو جائیں خواہ میں ہلاک ہی کیوں نہ ہو جاؤں۔الحکم ۱۹۰۰ء ۱۷جنوری۔ص ۹)

قادیانی نبوت اورہم

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اگرچہ مرزا صاحب قادیانی کے انتقال کے بعد نہ ہمیں ضرورت تھی کہ ہم اون کے مریدوں سے مخاطب ہوں، نہ اون کا حق تھا کہ ہم سے الجھیں۔راستی کا مقتضا تو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ مرزا صاحب کے بعد وہ ہم سے بیعت کرنے کی خواہش ظاہر کرتے (گو ہم نہ مانتے) کیوں کہ آسمان کی ہائیکورٹ سے ہم کو ڈگری مل چکی تھی۔مگر ہم دیکھتے ہیں کہ جناب موصوف کے بعض مرید نہایت ہی بدتہذیبی اور بداخلاقی سے ہمیں کوستے ہیں۔مانا کہ یہ حکم صحیح کہ کل اناء یترشح بمافیه (جو برتن میں ہوتا ہے وہی نکلتا ہے) لیکن آخر نبی، مسیح اورمہدی

کی صحبت کا کچھ تو اثر ہونا چاہئے تھا۔ ہاں ایک معنی سے تو ہوا کیوں کہ جناب مرزا صاحب آنجہانی بھی اسی قسم کے تہذیب کے مالک تھے۔ چنانچہ وہ اپنے مخالف راءعلماء کو بایں کلمات طیبات مخاطب فرماتے تھے:

''او بدذات فرقہ مولویان۔'' (انجام آتھم صفحہ ۲۱)

اس لئے اون کے مرید بھی اس قسم کا تہذیب کا نمونہ دکھاویں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیوں ؎

ما مریدان رو بسوئے صلح چوں آریم چوں

رو بسوئے فتنہ وپیکار دارد پیرِ ما

قادیانی اخبارات کی تو یہ شرافت ہے کہ میرے والد مرحوم کے نام ''محمد خضر'' (بالضاد) کو ''خزر'' (بالزا) لکھتے ہیں جس پر اون کو کئی ایک دفعہ اطلاع دی گئی کہ مخالف تمہارا تو میں ہوں میرے والد مرحوم سے تمہیں کیا صدمہ پہونچا۔ اتنا کہنے سے باز نہ آئے تو ہم نے شریفانہ دھمکی دی کہ اگر تم ایسا لکھنے سے باز نہ آئے تو ہم بھی تمہارے بزرگ (حکیم نورالدین) کے نام میں ن کو س سے بدل دینگے۔ مگر وہ اس پر بھی نہ رُکے پر نہ رُکے تاہم ہماری شرافت نے ہمیں ایسا کرنے سے اس بنا پر روکا کہ ؎

جو حجت نماند جفا جوئے راء

بہ پیکار کردن کشد روئے را

اگرچہ ہمارے بعض دوست سیالکوٹی .... مقیم دہلی کے جواب میں زمانہ کے پرانے تجربہ کاروں کا فتویٰ ؎ ''کلوخ انداز را پاداش سنگ است'' پیش کرتے ہیں۔ لیکن ہم اس پر عمل نکرنے سے اپنی کمزوری کا ثبوت دینے کو تیار ہیں۔ مگر یہ ہم سننا چاہتے کہ ؎

اگر در ہر دو جانب جاہلانند

دگر زنجیر باشد بگسلانند

قادیانی مشن کے خلیفہ حکیم نورالدین صاحب کے حکم اور منشاء سے ایک رسالہ ''احمدی'' دہلی سے جاری ہوا ہے جس کا موضوع اور غرض وغایت ہی اڈیٹر اہلحدیث کو خصوصا اور دیگر علماء اور صلحاء امت کو عموماً گالیاں دینا ہے۔ جو صاحب ہمارے بیان کو مخالفانہ سمجھ کر باور نہ کریں وہ اوس کا کوئی پرچہ خود ملاحظہ فرماویں۔

جنوری فروری کے احمدی میں ایک مضمون نکلا ہے کہ خاکسار اڈیٹر اہلحدیث آریہ، عیسائی اور یہودی ہے کیوں؟ اس کا ثبوت اس طرح دیا ہے۔

خلیفہ نورالدین صاحب نے شائع کیا تھا کہ ہمارے اور ہمارے مخالفوں کے درمیان اصولی اختلاف ہے فروعی نہیں۔ کیوں کہ وہ ہمارے رسول کو نہیں مانتے۔'' اس کو نقل کر کے ۲۴ مارچ ۱۹۱۱ء کے اہلحدیث میں لکھا گیا تھا کہ:

''حکیم نورالدین صاحب کو خدا اس کی جزا دے کہ اُنہوں نے بہت پرانا قصہ طے کر دیا اور پبلک پر ظاہر کر دیا کہ قادانی مشن جو اپنے آپ کو محمدی چھوڑ کر احمدی کہلاتا ہے اوس کی وجہ وہی ہے جو محمدی کہلانے کی ہے یعنی جس طرح عام مسلمان محمدی اس لئے کہلاتے ہیں کہ اون کے ہادی اور نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ مرزائی احمدی اس لئے کہلاتے ہیں کہ اُن کا ہادی ''غلام احمد'' ہے اب اس کو ایک مثال میں یوں سمجھئے کہ ہم مسلمانوں کا اور مرزائیوں کا اوسی قدر فرق ہے جو عیسائیوں اور محمدیوں میں ہے کہ ایک فریق دوسرے کی نسبت ایک رسول کو زیادہ مانتا ہے۔

حکیم صاحب! آپ کی تقریر سے یہ بات تو صاف کھل گئی کہ ہمارا اور قادیانی مشن کا اصولی اختلاف ہے۔ یہ بھی واضح ہوگئی کہ اصولی اختلاف صرف مرزا صاحب کی نبوت کے متعلق ہے۔ پس ہمارا حق ہے یا نہیں؟ کہ ہم آپ کے مشن پر وہ سوالات کریں جو آپ کے رسول کی رسالت کے منافی ہوں۔ جس طرح عیسائی اور آریہ وغیرہ آں حضرت ﷺ کی رسالت پر اعتراض کرتے ہیں اور مسلمان اون اعتراضات کو اوٹھاتے ہیں۔ چنانچہ قادیانی مشن کا ہیرو (پیشوا) اور افراد بھی اسی غرض کے لئے مباحثات میں جاتے ہیں۔ بلکہ جناب مرزا صاحب تو اسی کام کی وجہ سے نیک نام بنتے تھے۔ پس ٹھیک اسی طرح ہم ایک جلسہ میں نبوت مرزائیہ پر معترض ہوتے ہیں اور اُن اعتراضات کے جوابات دینے کو آپ (حکیم صاحب) تشریف لاویں۔ یا کسی وکیل کو (ایک یا ئی ایک کو) بھیجیں غالباً نہ ہمارا یہ تقاضا کوئی بے جا ہے نہ آپ کا جواب دینا کچھ غیر مفید۔ اور لایعنی بلکہ جس طرح محمدی ہونے کی حیثیت میں نبوت محمدیہ کا ثبوت دینا اور اعتراض کو اوٹھانا فرض ہے۔ اسی طرح احمدی

ہونے کی حیثیت سے نبوت احمدیہ کا ثبوت دینا اور اعتراضات کو اوٹھانا احمدی (مرزائی) کا فرض ہے کیا کوئی احمدی (مرزائی) ہے؟ جو اس کام کے لئے لبیک کی آواز ہمارے کانوں میں ڈالے۔ وہ لاہوری ہو یا امرت سری، قادیانی ہو یا دہلوی۔ ہمیں اس سے غرض نہیں کسے باشد مگر ہو حکیم صاحب ی اجازت سے۔ ایسا نہو کہ بعد کو کہا جائے کہ چونکہ ہم اپنے امام کے حکم سے نہ گئے تھے اس لئے ذلیل ہوئے جیسے رامپور کے مباحثہ کی بابت کہا جاتا تھا۔ خدا کرے اس درخواست کی قبولیت سے میرے کان بہت جلد آشنا ہوں مگر رام پور کی طرح میں پیشگوئی کئے دیتا ہوں (خدا کرے میری پیشگوئی غلط نکلے) کہ

نہ خنجر اوٹھے گا نہ تلوار اون سے
وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں''

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۴/مارچ ۱۹۱۱ء)

اس مضمون کا مطلب بالکل صاف ہے کہ مرزائیوں کو اُن کے ایک فرض کا احساس کرایا تھا کہ تم بھی اپنے نبی کی مدافعت کرنے پر اوسی طرح تیار رہا کرو جس طرح ہم محمدی مخالفین اسلام کے ہر ایک اعتراض کا جواب دینے کو تیار رہتے ہیں۔ جو نبوت محمدیہ پر وارد ہوتا ہے۔ کیا کوئی دانا اس مثال سے یہ سمجھے گا کہ راقم مضمون ہذا (خاکسار ایڈیٹر اہلحدیث) آریہ یا عیسائی ہے ہاں ایسا شخص کہے تو تعجب نہیں جو ''جیل زادوں'' کو داروغہ جیل کی اولاد بنادے۔ اے جناب یہ تو عام مثل مشہور ہے کہ شیر خان کی دم نہیں ہوتی۔

خیر یہ تو احمدی کی تمہیدی غلطی ہے اس کے بعد اوسنے مقدمہ تفسیر ثنائی سے کام لیا ہے۔

مقدمہ مذکور میں جناب رسالتمآب ﷺ کی نبوت کے ثبوت میں چند دلیلیں لکھی ہیں۔ جن میں سے ایک دلیل عیسائیوں کی منقول ہے جو بائبل سے ماخوذ ہے جس کا مختصر مطلب یہ ہے کہ جھوٹا نبی قتل کیا جاویگا۔ جس سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ چونکہ آنحضرت ﷺ قتل نہیں ہوئے اس لئے سچے نبی تھے۔

احمدی ان دلائل سے عموماً اور اس آخری بائبلی دلیل خصوصاً مرزا صاحب کی نبوت کا ثبوت دیتا ہے۔ اس آخری دلیل پر اوس کو بہت کچھ ناز ہے۔ اسی لئے وہ آخر رسالہ کے انعامی چیلنج دیتا ہے کہ اہلحدیث

اس دلیل کا جواب دے تو یکصد روپیہ انعام لے۔

اس لئے ہم اوس کا غرور توڑنے کو تمام دلائل کا ایک ہی جواب دیتے ہیں۔ پس وہ غور سے سُنے:

عدالتی قاعدہ ہے کہ مدعی کا ثبوت لے کر مدعا علیہ کو جواب کا موقع دیا جاتا ہے۔ فی نفسہ مدعی کا ثبوت کافی ہوتا ہے تاہم اوس کو ڈگری نہیں ملتی۔ تاوقتیکہ مدعا علیہ کا جواب نہ سنا جائے بسا اوقات مدعی کا ثبوت گذرنے پر بھی اوس کو ڈگری نہیں ملتی۔ مثلاً مدعی نے اپنا ثبوت دستخطی کاغذ میں دکھادیا جس کے دستخطوں کا مدعا علیہ کو اقرار ہے لیکن مدعا علیہ نے اوس کے بعد کی ایک رسید وصولی دکھادی تو دعویٰ خارج ہوگا۔ مختصر یہ کہ مدعی کا ثبوت اوسی وقت مثبت مدعا ہوتا ہے جب وہ مدعا علیہ کی مدافعت سے محفوظ رہ سکے۔ ٹھیک اسی طرح مقدمات فوجداری میں ہے۔ مستغیث کے بیان پر مستغاث علیہ پر فرد جرم لگایا جاتا ہے جیسا کہ جناب مرزا صاحب پر لگایا گیا تھا مگر مدافعت سے صفائی ہو کر مستغاث علیہ چھوڑا جاسکتا ہے۔ پس اس قاعدے سے سنئے:

ہمارے پیش کردہ دلائل تم کو اوسی وقت مفید ہوسکتے ہیں جب وہ مخالف کی زد سے محفوظ رہ سکیں۔ مرزا صاحب قتل نہیں ہوئے۔ بہت خوب مگر قتل سے بچ رہنا اوسی وقت مفید ہوسکتا ہے جب وہ اور قسم کے اعتراضات سے محفوظ رہ سکیں جو خود اون کے اقرارات پر وارد ہوتے ہیں۔ جن کو اونہوں نے خود اپنے لئے نشان صدق و کذب قرار دیا ہوا ہے۔ مثلاً عبداللہ آتھم (عیسائی) کا ۱۵ ماہ میں مرنا جو نہوا۔ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا اون کے نکاح میں آنا جس کی بابت صاف اقرار ہے کہ اگر یہ نکاح نہوا تو میں (مرزا) ہر ایک بد سے بدترین ٹھیرونگا (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۴) ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کی موت۔ آخر میں اوس فیصلہ کا اعلان آہ جس کے ذکر کئے بغیر بھی مرزا صاحب کے مریدوں کو تصور آجاتا ہے۔ جس کا عنوان تھا:

"مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ"

جس میں صاف مرقوم تھا کہ مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں خدا کی طرف سے نہیں جس کو بدر مورخہ ۲۵/اپریل ۱۹۰۷ء کے پرچہ میں الہام خداوندی سے قبولیت کا وعدہ بتلایا تھا۔ وغیرہ وغیرہ جن کا ذکر ہمارے رسالہ "الہامات مرزا" اور "صحیفہ محبوبیہ" میں مفصل مذکور ہے۔ چونکہ یہ واقعات صحیحہ مرزا صاحب کی

نبوت کے منافی ہیں اس لئے کوئی مرزائی ہمارے پیش کردہ دلائل سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا کیوں کہ ہمارے نبی پر یہ اعتراض وارد نہیں ہو سکتے اور تمہارے نبی پر وارد ہوتے ہیں۔ پس احمدی اس جواب پر غور کر کے اس نتیجہ پر پہونچے کہ۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

انصاف ہے تو مبلغ یکصد بذریعہ منی آرڈر بھیجدے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔ نمبر ۱۴۔ مورخہ ۱۲ صفر ۱۳۳۰ھ مطابق ۲ فروری ۱۹۱۲ء ص: ۱-۳)

قادیانی خلیفہ صاحب

حکیم نورالدین صاحب خلیفہ قادیان کو سخت شکایت ہے کہ لوگوں نے کلمہ کے معنیٰ بدل دیئے ہیں۔ چنانچہ آپ کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

''تمام لڑکوں کو پڑھایا جاتا ہے کہ کلمہ لفظ مفرد کو کہتے ہیں۔ حالانکہ کلمہ کی یہ تعریف قرآن مجید کے خلاف ہے تمت کلمة ربك صدقا وعدلا پھر کیا صداقت، عدل سے کلمہ کی تعریف ہو سکتی ہے؟ غرض سب مسلمان جانتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو کلمہ کہتے ہیں۔ مگر اب اس الفظ کے معنی بگاڑ کر لفظ ''مفرد'' کا نام کلمہ رکھ دیا جو صحیح نہیں۔ اسی طرح بہت سے لفظ بگڑ گئے اور ان کے شرعی معنی چھوڑ دیئے گئے اور ان کی بجائے اور معنی تجویز کر لئے گئے جن کو سن کر اور دیکھ کر مجھے بڑا دکھ ہوتا ہے۔ (بدر قادیان۔ ۱۸ جنوری)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم خلیفہ صاحب کے اس دکھ میں ہمدردی ظاہر کرتے ہیں۔ اور علماء نحو کی خدمت میں سفارش کرتے

ہیں کہ وہ اس تعریف کو بدل دیں اور یہ عذر نہ کریں کہ "لا مناقشۃ فی الاصطلاح" مگر ہمیں خود بھی ایک خدشہ ہے۔ اگر خلیفہ صاحب کی بات مانی جائے تو لامحالہ یہ سوال تو ضرور ہوگا کہ کلمۃ اللہ جس کا ذکر اس آیت میں ہے مفرد ہے یا مرکب؟ مفرد ہے تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جو دو جملے ہیں۔ کلمہ نہ ہوا۔ مرکب ہے تو آیت میں اس کا ثبوت کیا؟ کلمۃ ربک مرکب اضافی بحکم مفرد ہے کلام نہیں صدقاً وعدلاً تمیز ہے۔

ایک دفعہ جناب مرزا صاحب کی الہامی عبارت میں مذکر کے لئے مؤنث کا لفظ تھا تو جناب موصوف نے عذر کیا تھا کہ گو علم نحو کے خلاف ہے مگر خدا کسی کا پابند نہیں۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے جس طرح چاہے بولے ہمارے خیال میں قادیانی مشن کے ایسے ایسے اعتراضات اور عذرات سن کر اہل علم کی نگاہ میں ایسے ایسے فاضلوں کی علمی عزت جگہ نہ پا سکے گی۔ ہاں خلیفہ صاحب کی اس تقریر سے ہمیں توقع ہوئی ہے کہ وہ قادیانی مشن کے غلو کو جو حد سے بڑھ کر اس کی کم وقعتی کا باعث ہوا ہے کہ جناب مرزا صاحب کو رسول اللہ، نبی اللہ کہتے ہیں۔ اصلاح ہو جائے گی۔ کیوں کہ رسول اللہ نبی اللہ بھی شرعی الفاظ ہیں اُن کے معنی وہی ہیں جو شریعت میں آئے ہیں جن کی بابت ارشاد ہے اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ پھر ان معنی کو چھوڑ کر کہیں مجازی رسول اور کہیں بروزی نبی مراد لینا غالباً اس اصول سے خلیفہ کو ناپسندیدہ ہوگا۔ (خدا کرے ایسا ہی ہو)

ناسخ منسوخ کی تحقیق کے متعلق بھی آپ نے بڑی عمر خرچ کا کرنے کا ذکر بڑے فخر سے کیا ہے جو ۲۵ جنوری کے بدرؔ میں نقل ہوا ہے۔ فرماتے ہیں میں نے بڑی بڑی کتابیں اس کے متعلق دیکھیں۔ ایک کتاب میں چھ سو آیت منسوخ دیکھی۔ ایک میں پانچ۔ ایک میں ایک۔ آخر ثابت ہوا کہ ناسخ منسوخ کا علم صرف بندوں کے فہم پر ہے۔

ہمارے خیال میں خلیفہ صاحب حافظ ابن قیم کی "اعلام الموقعین" دیکھ لیتے (دیکھی ہوگی تو شاید خیال نہیں کیا ہوگا) تو ان کو تکلیف اور اظہار تکلف کرنے کی حاجت ہی نہ ہوتی۔ حافظ ممدوح نے جلد اول صفحہ ۱۲ پر نسخ کی اصطلاحات جدیدہ اور قدیمہ بتلائی ہیں۔ منجملہ یہ بھی ہے کہ سلف کی اصطلاح میں کسی ایسی آیت کو بھی منسوخ کہہ دیا کرتے تھے جس کی تفسیر دوسرے مقام پر دوسرے طریق سے آئی ہو پس جن لوگوں نے پانسو یا چھ سو آیات کو منسوخ کہا ہے اونکا مطلب یہ ہے یا ہو سکتا ہے کہ اتنی آیات کی تفسیر اور تشریح خود قرآن مجید میں ہو چکی

ہے۔ چنانچہ آیت کریمہ ان تبدوا مافی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ کی بابت بعض صحابہ سے روایت ہے کہ منسوخ ہے۔ حالانکہ اصطلاح جدید کے مطابق یہ آیت منسوخ نہیں ہوسکتی۔ کیوں کہ نہ امر ہے نہ نہی بلکہ جملہ خبریہ ہے۔ اس کو منسوخ کہا گیا ہے تو جس زمانہ میں کہا گیا ہے اسی زمانہ کی اصطلاح کے مطابق اس کو منسوخ سمجھنا ہوگا یعنی تفسیر۔ امید ہے خلیفہ صاحب اس پر خوب غور فرمائیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔ نمبر ۱۵۔ مورخہ ۱۹ صفر ۱۳۳۰ھ مطابق ۹ فروری ۱۹۱۲ء ص:۳)

مرزائیوں کو شکست

۳۰/ اکتوبر ۱۹۱۱ء کو موضع پھیرو چیچی (ضلع گورداسپور پنجاب) میں قادیانیوں سے مولانا ابوالبر عبدالحکیم (تلمیذ مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلویؒ) کی بحث مولوی سرور شاہ مرزائی سے بالمشافہ ہوئی حقیقت اوس کی یہ ہے کہ موضع مذکور میں چند آدمی مرزا صاحب قادیانی آنجہانی کے دام افتادہ ہیں۔ جن میں سے ایک شخص مسمی رحمت علی مرزائی مولانا صاحب کو کہنے لگا کہ تم ہمارے مولویوں سے مناظرہ کرلو۔ مولوی صاحب نے بڑی خوشی سے منظور کرلیا۔ جس پر اور لوگ بہت خواہاں ہوئے کہ مباحثہ ضرور ہونا چاہئے کیوں کہ اکثر عوام الناس کو ٹولہ قادیانی تنگ کیا کرتا تھا تو اوس کے واسطے ۲۸/ اکتوبر ۱۹۱۱ء کا روز مقرر ہوا جب اوس تاریخ پر گروہ اہلحدیث حاضر ہوا تو اُس جگہ نہ کوئی مرزائی تھا اور نہ مرزائیت کا دم بھرنے والا ہاں نمبردار میراں بخش اور دو تین آدمی اور انتظار میں بیٹھے تھے۔ اون بیچاروں نے سامان نشست مہیا کیا آخر کار جب اوس مرزا صاحب کے حواری رحمت علی کو بلایا گیا تو پتہ ملا کہ لہسن بیچنے گیا ہے۔ گیا کہاں ہے موضع بھٹیاں میں جو گاؤں اہلحدیث کا ہے۔ قسمت کا چکر جب لگتا ہے تو ایسا ہی ہوا کرتا ہے جب اوس نے دیکھا کہ جماعت اہلحدیث و احناف دونوں اس امر میں متفق ہیں تو اب لہسن بیچنا یاد آیا: فلما تراءت الفئتین نکص علی عقبیہ خیر وہاں منشی نور احمد ملے اونہوں نے اُسے پکڑ لیا اور کہا کہ لوگ تو مقام مناظر پر چلے گئے اور تو یہاں پھرتا ہے۔ پھر کوئی چارہ نہ چلا ناچار واپس آنا پڑا اور دائیں بائیں کی باتیں ملانے لگا تب نمبردار میراں بخش اور چودھری ملنگ موضع

پھیر وپیچی نے زور دیا تو اُس وقت اس نے پھر اقرار کیا کہ اب میں مولویوں کو لاتا ہوں تو اوس کو تین سوال لکھ کر مولوی صاحب نے دیئے اور کہدیا کہ اگر تین سوالوں کا جواب مرزائی نہ دے سکیں تو اپنا سامان جمع کر کے آجاویں اگر اس وقت سامان ان کے پاس نہو تو چھ ماہ کی میعاد ہے اُس کے بعد جواب کے ذمہ دار ہوں تو میں نصیر آباد سے آجاؤنگا اور تاریخ ۳۰/ اکتوبر ۱۹۱۱ء مقرر ہوئی اور وہ شخص ان کو بلانے کو موضع کادیاں چلا گیا جو کہ وہاں سے پانچ چھ کوس کا راستہ ہے سوالات جو لکھ کر دیئے گئے۔ اس جگہ ہدیہ ناظرین ہیں:

سوالات:

(۱) مرزا صاحب کا بیان ہے کہ ہر صدی کے سرے پر ایک مجدد ہوگا جو دین کو تازہ کرے گا اور چودہویں صدی کا میں مجدد ہوں۔ تیرہ مجددوں کی کتابیں ساتھ لاویں؟

(۲) مرزا صاحب کا براہین احمدیہ میں اقرار ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا آوینگے کل روئے زمین پر اسلام پھیلاویں گے۔

(۳) مرزا صاحب کا ''ازالہ اوہام'' میں اقرار ہے کہ مسیح کی پیش گویوں پر ایمان لانا ایمان میں داخل نہیں اور اون پیشگوئیوں کو اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے۔

۲۸- اکتوبر کی ظہر تک وہاں جو لوگ دیہات وگاؤں مذکور کے تھے اون کو مولوی ابراہیم صاحب ساکن بھڈیاں نے اپنے وعظ سے محظوظ فرمایا۔ اثنائے وعظ میں مولوی صاحب نے ایک نکتہ بھی بیان کیا جو ناظرین کی خاطر درج کیا جاتا ہے۔

مولوی صاحب نے فرمایا کہ مرزا صاحب نے دعویٰ کیا ہے میں ہی عیسیٰ مسیح ہوں تو عیسی علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا اسم مریم تھا اور مرزا صاحب کی والدہ کا نام کسیٹی ہے اس کا ثبوت میں دے سکتا ہوں۔ (یہ نام عام تحریروں میں لکھا جاتا ہے لیکن ہم اس کی تصدیق نہیں کر سکتے۔ ثناء اللہ)

آخرکار اوس روز واپس موضع بھڈیاں میں مولانا صاحب تشریف لے آئے۔ پھر ۳۰۔ اکتوبر کو گروہ اہلحدیث میدان مناظرہ میں حاضر ہوگیا مگر مرزائی مولوی صاحبان گھروں میں گھس رہے تھے جب ان کو میدان میں بلایا گیا تو ٹال مٹول کرنے لگے۔ آخرکار کرتے کراتے بارہ بجے کا قریب ہوگیا پھر اون کی طرف

سے ایک دو آدمی آئے کہ مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ ہم تحریری بحث کرینگے مگر بیچاروں کی قسمت۔ جب قسمت کھوٹی ہوتی ہے تو کوئی ساتھ نہیں دیتا۔ تمام زمینداروں نے اس سے انکار کیا کہ ہم لوگوں کو اس سے کیا حاصل ہم نے اپنے کام کاج کا کس لئے ہرج کیا ہے اس طرح تو فریقین کے مولوی صاحب ہی جانیں گے جو کچھ بحث ہوگی۔ ہم ایسا پسند نہیں کرتے پھر مجبوراً ماننا پڑا۔ قریب ایک بجے کے قریب مرزائی مولوی صاحبان میدان مناظرہ میں آگئے۔ مرزائیوں کی طرف سے مولوی سرور شاہ منتخب ہوئے، اہلحدیث کی طرف سے مولوی ابوعبدالبر عبدالحکیم صاحب نصیر آبادی۔

مولوی صاحب نے سوال نمبر اول پیش کیا۔ مولوی سرور شاہ نے اس کا جواب سوا ادھر اودھر کی باتوں اور انا خیر کے نعروں کے اور کچھ نہیں دیا کہ میں ایسا مال والا ہوں میرے ایسے مکان ہیں میں نے مولوی ثناء اللہ صاحب سے رام پور میں متوفی کے معنے طلب کئے اون سے کچھ جواب نہ بن آیا۔

ناظرین کیا یہ جواب مولوی سرور شاہ کا سوال نمبر اول کے ساتھ مطابقت رکھ سکتا ہے؟ نہیں نہیں بلکہ اس کی نسبت اس شعر کے ساتھ ہوسکتی ہے۔

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا
الا یا ایہا الساقی ادر کأسا وناولہا

کہنے والا سعدی شیرازی کتاب زلیخا مولوی جامی کی مصرع حافظ کا ''بریں عقل ودانش بباید گریست۔'' مسلمان تو کیا ہندو لوگ قائل ہیں کہ مولوی سروری شاہ صاحب نے اقرار کرلیا کہ تیرہ سو برس میں کسی مجدد نے عیسی علیہ السلام کی وفات کا ذکر نہیں کیا۔ مفصل حال تقریری پھر بیان کیا جائے گا۔ مرزائیوں کی قلعی کھولنے کے لئے بعد نماز عصر کے مولوی صاحب نے سوالات دوہرا دیئے۔

جب سوال نمبر ۳ پر آئے یعنی عیسی السلام کی پیشگوئیوں پر ایمان لانا۔ ایمان میں داخل نہیں۔ اوران پیشگوئیوں کو اسلام سے کچھ تعلق نہیں تو فریق ثانی کے مولوی صاحب پھر کہنے لگے کہ یہ کہیں نہیں لکھا حتی کہ مولوی عبدالحکیم صاحب نے کہہ بھی دیا کہ ازالہ اوہام کے صفحہ ٦٠ میں ہے۔ جو کہ دوسری بار طبع ہوا۔

اتنا سنتے ہی ایک مرزائی کھڑا ہوکر کہنے لگا کہ اگر صفحہ ساٹھ میں یہ عبارت موجود ہو تو ساٹھ روپیہ انعام پاؤ محمدی

مولوی صاحب کے ہاتھ میں کتاب تو تھی ہی مولوی سرور شاہ کے سامنے رکھ دی اور دکھا دیا۔بس پھر نہ انعام دیا نہ جواب ہی سوال کا دیا مجلس مناظرہ برخواست ہوئی۔مرزائیوں کو شرمساری اور نامرادی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا پیر کی طرح جب ہوئی تو ناکامی ہی ہوئی۔مرزائیو! اس شعر کو بہت پڑھا کرو جو مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب نے فرمایا ہے۔

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

مرزائی صاحبان! کیا یہی تمہاری ہمہ دانی ہے کہ جو حق کے سامنے ھباءً منثورا ہوگئی۔اب بھی وقت ہے اس ہٹ کو چھوڑ کر حق پر آ جاؤ

ہٹ چھوڑیئے اب برسر انصاف آیئے
انکار ہی رہے گا میری جان کب تلک

ابوسعید محمد شریف محمدی۔۷/ماہ جنوری ۱۹۱۲ء

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

باوجود مرات کرات اعلانات کے ہمارے دوست قادیانی دام میں پھنس کر حیات وممات مسیح وغیرہ پر بحث کرنے لگ جاتے ہیں حالانکہ ایسا کرنا مرزا صاحب کے منشا کے بھی خلاف ہے جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔اسی طرح کا ایک مطول مضمون سوال وجواب کی شکل میں ''بہاولپور'' سے آیا ہے جس میں اس مضمون پر بحث ہے کہ آنحضرتﷺ کے بعد رسول ہوسکتا ہے یا نہیں۔مرزائی مجیب نے مرزا صاحب کی کتابوں سے صفحوں کے صفحے نقل کر دیئے ہیں کہ خاتم النبین کا لقب مانع نبوت جدید نہیں۔اس میں شک نہیں کہ یہ بحث مفید ہے مگر اہل منطق کی شکل چہارم کی طرح بعید الانتاج۔ہمارے دیرینہ تجربہ سے کوئی صاحب فائدہ حاصل کرنا چاہیں جو حکیم جالینوس اور ارسطو کے تجربہ سے زیادہ مفید نہیں تو کم بھی نہیں۔تو قادیانی مناظرہ کو اصل مرکز سے سرکنے نہ دیا کریں۔جناب مرزا صاحب نے جن امور کو اپنے لئے مدار صدق وکذب قرار دیا تھا بس انہی امور

کو مدار قرار دے کر گفتگو کیا کریں۔ میں یقین کرتا ہوں کہ عیسائی تثلیث پر اور آریہ نیوگ پر گفتگو کر سکتے ہیں خواہ چند گھنٹے ہی کریں یا چند سکنڈ بولیں۔ لیکن قادیانی مشن کے بڑے بڑے ہیرو ایک منٹ کے لئے بھی ان امور مدار صدق وکذب پر بحث کرنے کو بطیّب خاطر اور بآمد مضمون تیار نہیں ہو سکتے۔

خدا کی شان مرزا صاحب نے اپنے تمام طول طویل دفتروں کا اختصار کیسے مختصر فقروں میں کیا کہ عبداللہ آتھم اور احمد بیگ کی لڑکی المعروف آسمانی منکوحہ وغیرہ کی پیشگوئیوں پر میرا مدار صدق وکذب ہے۔ یہ تو تھا مرزا صاحب کی اُس وقت تصنیف میں سے اصل ثمرہ بادام کی طرح اختصار مگر قدرت کو منظور تھا کہ اس سے بھی زیادہ واضح تر اختصار ہو اس لئے مرزا صاحب کو خدا نے الہام کیا کہ امت مرحومہ کو ایک واضح راستہ دکھاؤ تاکہ یہ بیچارے زیادہ دیر تک ابتلا میں نہ رہیں اس لئے مرزا صاحب نے بحکم خداوندی ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار جس کا نام اونہوں نے از خود رکھا ''آخری فیصلہ'' اس میں کیا مذکور تھا؟ بغیر اظہار ہی ظاہر ہے۔ آہ خدا کے کاموں اور اسرار کو وہی جانتا ہے۔ ایسا صاف اور کھلا الہام خدا نے کبھی کسی نبی کو بھی شائد نہ کیا ہو جو جناب مرزا صاحب قادیانی کو کیا۔ یہ محض اوس کی مہربانی اور امت محمدیہ مرحومہ پر نظر عنایت کا نتیجہ ہے۔ وہ کیا تھا؟ مرزا صاحب قادیانی نے لکھا:

> ''خداوند! ہم دونوں (مولوی ثناء اللہ اور مرزا غلام احمد) میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مرجائے خدا نے الہامی طور پر جواب دیا اجیب دعوۃ الداع اذا دعان یعنی میں نے تمہاری (مرزا صاحب کی) دعا قبول فرمالی۔ (مضمون بدر ۲۵-اپریل ۱۹۰۷ء)

اب تنقیح طلب صرف یہ بات ہے کہ آیا یہ دعا قبول ہوئی یا نہیں؟ مرزا صاحب کے مرید (مگر ضدی) کہتے ہیں نہیں قبول ہوئی۔ ہم کہتے ہیں ضرور قبول ہوئی یعنی خدا نے سچے کی زندگی میں جھوٹے کو اوٹھا لیا۔ کیونکہ مرزا صاحب قادیانی کو اس سے پہلے ایک الہام ہو چکا تھا اجیب کل دعاءک میں (خدا) تیری سب دعائیں قبول کرتا ہوں۔

یہ ہے مرزائی مناظرہ کا 'روغن بادام' یا مرکزی نقطہ ہمارے دوست اس مرکزی نقطہ کو جس قدر مضبوط

پکڑیں گے اوسی قدر جلدی فتیاب ہونگے۔ یہی جواب ہے بہاولپوری مضمون کا۔ یہی معنی ہیں۔

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

علاوہ اس کے بادل ناخواستہ اوس کا ایک جواب اور بھی دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی اگر کسی شخص کا نبی ہو کر آنا جائز تھا تو مرزا صاحب قادیانی نے ایک زمانہ یہ کیوں کہا تھا:

الاتعلم ان الرب الرحیم المتفضل سمی نبینا ﷺ خاتم الانبیاء بغیر استثناء وفسرہ نبینا فی قولہ لانبی بعدی. وکیف یجئ نبی بعد رسولنا وقد انقطع الوحی بعد وفاتہ وختم اللہ بہ النبیین (حمامۃ البشریٰ)

(ترجمہ) کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کا نام خاتم النبین رکھا ہے جس کی تفسیر آنحضرت نے خود فرمائی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ پھر کیوں کر کوئی نبی آ سکتا ہے حالانکہ بعد وفات آں حضرت کے وحی منقطع ہو چکی ہے اور نبی ختم ہو گئے ہیں۔''

اِس عام اصول اور اعتقاد بیان کرنے کے بعد اپنے حق میں آپ فتویٰ دیتے ہیں:

''ماکان لی ان ادعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق بقوم الکافرین

(حمامۃ البشری صفحہ ۷۹) یعنی یہ مجھ سے کیسے ہو سکتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے کافروں میں جا ملوں۔''

اس بیان سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا عقیدہ بھی (زمانہ تالیف حمامۃ البشریٰ) ۱۳۱۱ھ تک یہی تھا کہ دعویٰ نبوت کفر ہے۔ اسی لئے اس زمانہ تک کسی تصنیف میں اون کا دعویٰ نبوت و رسالت نہیں۔ جو کچھ بھی ہے وہ اس سے بعد کا ہے لہذا وہ ایسا دعویٰ کرنے سے اور اون کے مصدقین اون کی تصدیق سے خود اس فتوی کے نیچے ہیں۔ یہی معنی ہیں۔

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔ فروری ۱۹۱۲ء ص: ۶-۸)

تقسیم بنگال کا نسخ اور قادیانی مشن کا مسخ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

شاہ معظم نے تقسیم بنگالہ کو منسوخ فرمایا تو اس پر قادیانی مشن نے اپنے نبی، رسول، مہدی اور مسیح کی ایک بہت پرانی سڑی گلی پیشگوئی نکال کر شائع کیا کہ شاہی حکم سے ہمارے ہیرو کی پیشگوئی پوری ہوئی کہ ''بنگالیوں کی دلجوئی ہوگی۔'' اس پیشگوئی کا جواب ہم نے ۲۹ دسمبر کے اہلحدیث میں مفصل دیا کہ جناب مرزا صاحب قادیانی خود اپنی زندگی میں اس پیشگوئی کو ۱۹۰۶ء میں سر فلر لفٹنٹ گورنر مشرقی بنگال کے استعفا پر پوری کر چکے ہیں۔ مرزا صاحب قادیانی کی کتاب ''حقیقت الوحی'' کے صفحہ ۲۹۶ سے عبارت بھی نقل کی تھی۔ مگر قادیانی اور خاموشی؟ (ضدان مفترقان ای تفرق) چاہئے تو یہ تھا کہ ہمارے پیش کردہ حوالہ کو دیکھ کر شرماتے کہ ہم نے بڑی غلطی کی کہ اپنے ہادی کی تشریح اور تعلیم کے برخلاف اس مردہ پیشگوئی کو پھر زندہ کیا بجائے اس کے اونہوں نے اس سڑی گھاس کو پانی دے کر تازہ کرنے کے لئے رسالہ کی صورت میں شائع کیا جس کا نام ہے ''بنگال کی دلجوئی'' ہم نے اُس رسالہ کو خوب دیکھا اور اس غرض سے دیکھا کہ ہمارے پیش کردہ حوالہ کو اس مصنف نے لکھا اور لکھ کر کچھ جواب دیا یا نہیں؟ افسوس یا خوشی سے ہمیں کہنے کا موقع ملا کہ بالکل نہیں۔ تو ہم نے سمجھا ان لوگوں کا خیال ہے کہ دنیا احمقوں سے خالی نہیں۔ اس رسالہ کو دیکھ کر ہم نے مزید تحقیق کی تو بفضلہٖ تعالیٰ ہم سابق سے زیادہ ترقی کر گئے۔

۲۹- دسمبر ۱۹۱۱ء کے پرچہ اہلحدیث میں تو ہم نے اتنا لکھا تھا کہ حسب تشریح مرزا صاحب یہ پیشگوئی سر فلر کے استعفاء سے پوری ہو چکی۔ اس منسوخی سے اس کو کوئی تعلق نہیں گو اوس کا پورا ہونا بھی جن معنیٰ سے تھا وہ اس سے کم نہ تھا کہ:

''کون کندن وکاہ برآوردن''

مگر آج کے اس مضمون میں ہم علی وجہ البصیرت لکھتے ہیں کہ ''تقسیم بنگالہ کے نسخ نے قادیانی مشن کو مسخ کر دیا۔'' کوئی ہے؟ جو ہمارے دعویٰ کا ثبوت سنے اور جواب دے۔

غور سے سنئے مرزا صاحب کی زندگی میں مرزا قادیانی کے ماہواری رسالہ ریویو قادیان میں یہ مضمون نکلا تھا:

''بنگالہ کی نسبت جو پیشگوئی آج سے چھ سات ماہ پہلے شائع کی گئی تھی۔ اس پر غور کرو کہ کس صفائی سے پوری ہوئی۔ پیشگوئی کے شائع ہونے کے وقت بنگالیوں کی شورش اور فساد حد درجہ تک پہونچی ہوئی تھی۔ اور اودھر سر فلر کی گورنمنٹ اس بات پر تلی ہوئی تھی کہ اس تمام فساد کو زور سے دبایا جاوے۔ ایسے وقت میں دو قسم کی امیدیں تو لوگوں کے دلوں میں ضرور تھیں یعنی بعض لوگوں کا یہ خیال تھا کہ شائد گورنمنٹ بنگالیوں کی شورش وغیرہ سے دب کر تقسیم بنگال کو منسوخ کر دے گی۔ چنانچہ بعض نجومیوں نے ایسی پیشگوئیاں اپنی جنتریوں میں شائع بھی کر دی تھیں۔ دوسری طرف جو لوگ اس امر سے واقف تھے کہ سر فلر کیسا مستعد اور کسی سے نہ دبنے والا حاکم ہے۔ ان کا یہ خیال تھا کہ گورنمنٹ اس تمام شورش کی کوئی پرواہ نہیں کریگی۔ اور قانون کے منشاء کے مطابق اس شورش کو (مناسب ذرائع عمل میں لاکر) فرو کرے گی۔ لیکن ان دو خیالوں کے سوا اور کوئی خیال اوس وقت کسی نے ظاہر نہیں کیا۔ انہی حالات کے نیچے ۱۱ فروری ۱۹۰۶ء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر پا کر حضرت مسیح موعود نے اس امر کا اعلان کیا کہ اس حکم کے متعلق جو ہو چکا ہے اب گورنمنٹ صرف ایسا طریق اختیار کرے گی جس سے بنگالیوں کی دلجوئی ہو۔ جس کا یہ صاف صاف مفہوم ہے کہ جو خیال لوگوں کے دلوں میں ہیں وہ دونوں پورے نہیں ہوں گے بلکہ ایک ایسا طریق اختیار کیا جاویگا جس سے تقسیم بھی منسوخ نہو اور اہل بنگال کی دلجوئی بھی ہو جائے۔ اب جس وقت تک نئے صوبہ کی حکومت سر فلر کے ہاتھ میں تھی اس وقت تک کسی بات سے بنگالیوں کی دلجوئی کا مقصد حاصل نہیں ہوسکتا تھا۔ کیوں کہ ایک طرف تو سر فلر بھی ایک زبردست حاکم تھا اور دوسری طرف بنگالیوں کو اس سے اس کی بعض کارروائیوں کے سبب سے خاص عناد تھا اور بظاہر پانچ سال تک جب تک سر فلر کا زمانہ حکومت خود بخود ختم ہو جاتا گورنمنٹ کی پالیسی بنگالیوں کی نسبت بدل نہیں سکتی تھی۔ مگر وہ علیم خدا

جس نے اپنے بندہ پر پیش از وقت یہ ظاہر کیا تھا کہ اب بنگالیوں کی دلجوئی ہوگی وہ خوب جانتا تھا کہ کس طرح پر واقعات پیدا ہونے والے ہیں جن سے دلجوئی کی جاوے گی۔ چنانچہ یک بیک جب کسی کو خیال بھی نہ تھا سر فلر نے استعفاء پیش کیا اور گورنمنٹ نے اسے منظور کیا۔ یہ بات کہ اس استعفا سے بنگالیوں کی دلجوئی ہوئی ایسی صاف ہے کہ ایک سخت سے سخت دشمن بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا جو خوشیاں بنگالہ میں سر فلر کے استعفا پر ہوئی ہیں اور جس پر بنگالی اخباروں نے خوشی کے نعرے بلند کئے ہیں اور کالموں کے کالم اسی خوشی میں سیاہ کئے ہیں اس سے بہت کم لوگ ناواقف ہونگے۔اور یہ سب باتیں صاف ظاہر کرتی ہیں کہ بنگالیوں نے گورنمنٹ کی اس دلجوئی کو خوب محسوس کیا ہے۔'' (ریویو آف ریلیجنز۔بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۶ء)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: ناظرین! اس ساری عبارت کو پڑھئے اور سوچئے کہ اس میں صاف اعلان ہے یا نہیں کہ تقسیم بنگالہ منسوخ نہیں ہوگی جس فقرہ پر ہم نے خط دیا ہے اس کو پھر پڑھئے اور تقسیم کے نسخ کو ملحوظ رکھ کر ہمارے دعویٰ ''قادیانی مشن کا مسخ'' کی تصدیق کیجئے۔

قادیانی مشن کے ممبرو! اور وکیلو! کیوں مخلوق خدا کی گمراہی کا بوجھ سر پر لیتے ہو۔ کیا تمہیں منظور ہے کہ لاہور میں ایک جلسہ کر کے مرزا صاحب کی اس اور اس جیسی دیگر متحدیانہ پیشگوئیوں پر ہم سے بالمشافہ گفتگو کرلو ہاں یہ واضح رہے کہ گفتگو نہایت تہذیب اور شائستگی سے ہوگی۔ جو فریق خلاف تہذیب کوئی لفظ بولیگا اوس پر خرچہ ہرجہ کی ڈگری ہوگی جس کے لئے فریقین کو زر ضمانت پہلے کسی امین کے پاس جمع کرانا ہوگا۔ ہماری طرف سے اس بات کی کوئی ضد نہیں کہ اس مباحثہ میں کون پیش ہو بلکہ عام اجازت ہے خواہ کوئی جیل زادہ ہو یا شہزادہ۔ ہاں ہو تو باجازت خلیفہ صاحب ہو بدر، الحکم، ریویو وغیرہ کے اڈیٹرو! سکت رکھتے ہو؟ یاد رکھو ؎

انا صخرة الوادی اذا ما زوحمت

واذا نطقت فاننی الجوزاء

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔نمبر ۱۷۔مورخہ ۴ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۱۲ء ص:۱-۲)

قادیانی مناظرہ

پھر دوبارہ عشق کا دل میں اثر پیدا ہوا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین اہلحدیث کو خوب معلوم ہوگا کہ قادیانی مشن کے بانی کے خاتمہ سے ہمارے مباحثات کا خاتمہ ہو چکا ہے مگر قادیانی مشن کے جوشیلے ممبروں کو ہنوز ولولہ باقی ہے۔ چنانچہ منشی قاسم علی اڈیٹر الحق دہلوی لکھتا ہے کہ اڈیٹر اہلحدیث اس بارے میں مجھ سے بحث کرلے۔ جس کی شرائط بھی اُس نے خود بخود تجویز کئے ہیں۔ ہمارا دعویٰ وہ خود نقل کرتا ہے جو یہ ہے:

(۱) جناب مرزا صاحب قادیانی نے ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء کو یہ دعا شائع کی تھی کہ ہم دونوں (مرزا صاحب اور خاکسار ثناءاللہ) میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مرے۔

(۲) مرزا صاحب کو عام طور پر خدائے ذوالجلال نے فرمایا تھا کہ اجیب کل دعائك الا فی شركائك (میں تیری سب دعائیں قبول کرونگا سوا اوس دعاء کے جو تیرے قریبی رشتہ داروں کے حق میں ہوگی)

(۳) خاص اس معاملہ میں یعنی ۱۵-اپریل کی دعاء کے متعلق خدا نے قبولیت کا وعدہ کیا تھا۔" (الحق ۱۶ فروری ۱۹۱۲ء)

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے ان دعووں پر اڈیٹر الحق مباحثہ کرنا چاہتا ہے جس کے لئے شرائط مفصلہ ذیل ہیں، جن کو ہم ایک ایک کر کے قبول یا ترمیم کرتے ہیں:

(۱) یہ مباحثہ نہ دہلی میں نہ امرت سر میں، بلکہ ان دونوں شہروں کے درمیان جو شہر ہو اس میں ہوگا۔ اور میرے خیال میں وہ لدھانہ ہے، اور محفوظ مکان ہوگا جہاں عوام الناس داخل نہ ہوسکیں۔

اہلحدیث: منظور۔

(۲) مباحثہ بجز اس "روغن بادام" یا "مرکزی نقطہ" کے کسی دیگر مسئلہ میں نہ ہوگا۔"

اہلحدیث: منظور۔

(۳) حاضرین میں فریقین کے سامعین کی تعداد مساوی ہوگی کم وبیش نہیں اور یہ تعداد سوسو سے کم نہ ہو زیادہ جس قدر ہو جائے تو مضائقہ نہیں مگر ہوگی برابر۔

اہلحدیث: سوسو کی حاجت نہیں۔ امن وامان مطلوب ہے اور فیصلہ شائع کرنا ہے تو فریقین کے بیس سے تیس تک تعداد ہونی مناسب ہے۔

(۴) مباحثہ تحریری ہوگا۔ جیسا کہ آپ نے مولوی احمد رضا بریلوی کے ساتھ تحریری مباحثہ منظور کیا تھا دیکھو اپنا دستخطی معاہدہ مندرجہ اہلحدیث مورخہ ۲۹/اپریل و ۶/مئی ۱۹۱۰ء۔"

اہلحدیث: منظور

(۵) فریقین کا ایک ایک میر مجلس ہوگا جو اپنے اپنے فریق کی طرف سے تحریری طور پر حفظ امن کا ذمہ دار ہوگا۔"

اہلحدیث: منظور۔

(۶) ایک ثالث علاوہ ان دو میر مجلسان کے ہوگا جس کا تقرر برضامندی فریقین ہو اور ضروری ہوگا کہ وہ اگر مسلمان ہے تو خدا کی قسم کھا کر اپنا تحریری فیصلہ بحث کے خاتمہ پر لکھے گا اور اس فیصلہ پر مناظرین اور فریقین کے مجلسوں کے دستخط بھی ہونگے۔ اگر باتفاق میر مجلسان وثالث ایک ہی مضمون کا فیصلہ ہوا تو فریقین کو تسلیم کرنا ہوگا بصورت اختلاف کثرت رائے کو ترجیح ہوگی یعنی جس میر مجلس کے ساتھ ثالث کی رائے متفق ہو جاوے وہ فیصلہ بھی قابل تسلیم ہوگا۔ میر مجلسان کو بھی خدا کی قسم کھا کر فیصلہ پر دستخط یا مباحثہ کے متعلق کسی تحریری رائے کے دینے کا حق ہوگا جو رائے مباحثہ کے متعلق بغیر خدا کی قسم کے کوئی ثالث یا میر مجلس دے گا وہ قابل وقعت نہ ہوگی انہی کے فیصلہ پر وہ سوروپیہ کی رقم دی یا واپس لے جائے گی۔"

اہلحدیث: یہ شرط چونکہ میر مجلسوں اور منصف کے متعلق ہے اس لئے اون کی منظوری یا عدم منظوری پر موقوف ہے۔ میں کیونکر منظور یا نامنظور کرسکتا ہوں۔

(۷) ہر ایک تحریر کی نقل بدستخط خود وتصدیق میر مجلسان فریق مقابل کو دی جاوے گی جس کی صرف نقل کرنے کے لئے ایک ایک مددگار رہونا چاہیئے۔

اہلحدیث: منظور۔

(۸) ہرایک پرچہ بعد تحریر جواب سامعین کو مجیب ہی خود پڑھ کر سنائیگا بعدازاں حوالہ فریق ثانی بغرض تحریر جواب بجواب کیا جائے گا۔

اہلحدیث: منظور۔

(۹) جس پہلا پرچہ ہوگا اوسی کا آخری پرچہ ہوگا۔

اہلحدیث: منظور۔

(۱۰) اس بحث میں تعداد پرچوں کی صرف پانچ ہوگی مدعی کے تین منکر کے دو پرچے ہونگے۔

اہلحدیث: منظور۔ مگر تحریر پرچہ کے لئے ۲۰ سے ۳۰ منٹ تک ہونگے۔

(۱۱) اس بحث میں آپ مدعی ہونگے۔

اہلحدیث: منظور۔

(۱۲) تقرر مکان مباحثہ و تاریخ مباحثہ و وقت مباحثہ و وقت تحریر بتراضی فریقین ہوگا۔

اہلحدیث: منظور۔

(۱۳) کسی زبانی گفتگو کرنے کا مناظرین کو کوئی حق نہ ہوگا نہ کسی زبانی گفتگو کو قابل جواب سمجھا جائیگا۔

اہلحدیث: منظور۔

(۱۴) ثبوت دعویٰ میں اگر عقلی دلائل سے علاوہ نقلی استدلال سے فریق ثانی پر حجت قائم کرنی ہو تو وہ نقلی دلائل مسلمات خصم سے ہونگے نہ کہ اپنے مسلمات سے جو فریق مقابل پر حجت نہیں۔

اہلحدیث: منظور۔

(۱۵) کوئی امر خلاف تہذیب اشارتاً یا کنایۃً کسی فریق کی طرف سے سرزد ہوا تو اس کی جوابدہی میرمجلسان کے ذمہ ہوگی جس کا اونہیں اختیار ہوگا کہ ایسے شخص کو جن سے کوئی حرکت خلاف تہذیب واقع ہوئی ہے جلسہ مباحثہ سے نکالدیں یا اون سے معافی منگوائیں اور وہ معافی اس فریق کے مناظر کی طرف سے ہوگی جس فریق کی توہین یا تضحیک کی گئی ہے اوس پر فریقین کے میرمجلسان تحریر کر کے دستخط کریں گے تاکہ مباحثہ کی اشاعت کے

وقت وہ تحریریں بھی ساتھ ہی شائع کی جائیں۔

اہلحدیث: منظور۔ مگر بحکم خداوندی لاتزر وازرۃ وزر اخری ۔ جو شخص توہین کرے گا وہی قصوروار ہوگا ہاں اس فقرے کا مطلب نہیں سمجھا کہ ''وہ معافی اس فریق کے مناظر کی طرف سے ہوگی جس فریق کی توہین کی گئی ہے۔'' اس عبارت کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ جس فریق کی توہین ہوئی گئی اونہی کا مناظر معافی مانگے گا۔ بہرحال معنی کچھ ہی ہوں۔ بحکم خداوندی ہم اتنا مانتے ہیں کہ جو شخص مناظر ہو یا حاضر توہین کرے گا وہی قصوروار سمجھا جاویگا دوسرا نہیں۔

(۱۶) اختتام مباحثہ پر جس مناظر کو مدمقابل کے جوابات اطمینان وتسلی نہوئی ہو اور استدلال پیش کردہ فریق ثانی یعنی مدعی یا منکر سے کسی طرح کا انکار ہو تو ایسے منکر مناظر کو خدا کی قسم کھا کر یہ لکھ دینا ہوگا کہ میرے اعتراض یا سوال یا استدلال کا کوئی جواب یا صحیح جواب مدمقابل نے نہیں دیا۔ یہ شرائط ہیں جن کی برائی یا بھلائی کا اثر کسی فریق پر کم وبیش نہیں بلکہ مساوی ہوتا ہے۔ مولوی صاحب امرت سری سے ہماری التماس ہے کہ وہ ان شرائط پر ہم سے ''روغن بادام'' پر مباحثہ کرلیں۔ اگر ان شرائط میں کوئی کمی بیشی یا ترمیم وہ چاہیں تو تحریر مطبوعہ کے ذریعہ ہمیں مطلع فرمادیں۔ بشرط معقول ہونے اور فریقین پر مساوی اثر انداز ہونے کی ہم منظور کرینگے ورنہ بدلائل اس کا جواب عرض کردینگے۔''

اہلحدیث: فیصلہ کے لئے منصف مقرر کیا ہے تو اس شرط کی کیا حاجت ہے۔

شیخ الاسلام منشی قاسم علی کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ اب سنئے ہماری طرف سے شرط:

چونکہ آپ نہ عالم ہیں نہ مولوی، اس پر مناظرہ کے شائق۔ خطرہ ہے کہ آپ کا مناظرہ بوجہ آپ کی بے علمی کے قادیانی مشن میں فیصلہ کن تصور نہوگا، اس لئے آپ کو اپنے خلیفہ نورالدین صاحب کا کلی اجازت نامہ مجلس میں پیش کرنا ہوگا۔ جو خلیفہ صاحب کے دستخطی اور مہری ہو۔ میری نسبت آپ نہیں کہہ سکتے کیوں کہ ایک تو یہ کہ جس مسئلہ پر بحث ہے اوس میں مرزا صاحب نے مجھ سے کوئی اجازت نامہ طلب نہ کیا تھا تو آپ کو کیا حق ہے۔ اجازت نامہ بنا بے علمی ہے۔ ہاں اگر آپ عالم ہونے کے مدعی ہیں تو منصفوں کے سامنے ایک صفحہ عربی عبارت کا جو میں پیش کروں، مع معنی صحیح پڑھنا ہوگا۔ یا کسی درسگاہ کی سند پیش کرنی ہوگی۔

دوسری شرط یہ ہے کہ مناظرہ صرف اونہی نمبروں پر ہوگا جو آپ نے اخبار اہلحدیث ۲۴ رنومبر سے خود ہی نقل کیے ہیں جن کو ہم نے بھی شروع مضمون میں الحق سے نقل کیا ہے۔

امید ہے یہ مباحثہ رامپور اور منگیر کے مباحثوں سے بہت زیادہ دلچسپ ہوگا۔ کیوں کہ رام پور میں تو قادیانی مناظر بے پوچھے ہی تشریف لے گئے تھے اور منگیر سے سب کے سامنے باضابطہ بھاگے تھے۔ دیکھیں لودہانہ میں کیا ہوتا ہے؟

جس طرح ہم نے الحق کی ساری شرائط نقل کی ہیں اوس سے بھی توقع رکھنی چاہیئے کہ اپنے ناظرین تک ہمارا مضمون ہمارے ہی الفاظ میں پہنچائے گا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر **جلد ۹۔ نمبر ۱۸۔ مورخہ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ مطابق یکم مارچ ۱۹۱۲ء** ص: ۱-۲)

قادیان میں تثلیث

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی مشن کو ناز تھا کہ ہم میں یکتائی ہے۔ ہمارا امام ہی ہماری سچائی کی دلیل ہے۔ خدا کی شان جہاں اور دلائل اس مشن کی اپنی قوت میں مضبوط تھیں اس دلیل کو بھی خدا نے ویسی ہی قوت بخشی۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

قادیانی مشن میں موجودہ خلافت ہی میں کئی ایک گل نے نکل آئے ہیں۔ عرصہ ہوا اہلحدیث میں لکھا گیا تھا کہ قادیانی مشن میں ایک دوسرا خلیفہ بھی پیدا ہوگیا ہے جس کا نام ''عبداللہ'' تیماپوری ہے۔ خلیفہ دوم کا بیان ہے کہ میں حسب پیشگوئی مرزا صاحب قدرت ثانیہ ہوں بیعت لینے کا حق مجھے حاصل ہے۔ جس پر خلیفہ اول نے اس کو پاگل کا فتویٰ دیا۔ ہوسکتا ہے کہ خلیفہ اول نے اپنی طبی قابلیت سے اوس کی تشخیص ایسی ہی کی ہو۔ ہمیں اس سے کیا مطلب۔ محتسب را درونِ خانہ چہ کار۔

تیسرے خلیفہ اَور پیدا ہوئے جن کا اشتہار ہم کو ملا ہے اوس میں کی چند ابتدائی سطور درج ہیں:

واضح ہو کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کی وفات حسرت آیات سے چند ماہ پیشتر اسلامیہ سکول ہوشیار پور سے ایک اشتہار بعنوان ''محض اللہ تعالیٰ کے لئے ایک سچی شہادت'' شائع کیا تھا۔ اُس اشتہار میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند الہامات درج تھے جو صراحتاً وکنایتاً میرے متعلق تھے۔ اور ساتھ ہی اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے عین قرآن کریم کی منشاء کے مطابق خلافت عطا فرمائی ہے۔ یعنی جیسے کہ رسول کریم ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر کا درجہ تھا۔ ویسے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد مجھے وہ درجہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔''

ان سطور کا مضمون صاف ہے کہ یہ حضرات جن کو ہم نے بلحاظ ترتیب زمانہ خلیفہ سوم کا لقب دیا ہے دراصل خلیفہ اول ہونے کے مدعی ہیں۔ دیکھئے خلیفہ صاحب قادیانی کی بارگاہ سے ان بیچاروں پر کیا فتویٰ صادر ہوتا ہے ممکن ہے اسی طرح کوئی اَور صاحب بھی پیدا ہوں اس لئے تاوقتیکہ خلفاء قادیان باہمی مل کر خلافت کا تصفیہ نہ کرلیں ہم کس کو مانیں اور کس کو نہ مانیں؟ یہی معنی ہیں۔

دل بکہ کند اقتدا　　　قبلے یکے امام دو

سردست تو ان خلفاء کی نسبت ہمارا وہی اعتقاد اور فیصلہ ہے جو ان کے اصل منیب (پیغمبر) کی نسبت تھا کہ۔

رسول	قادیانی	کی	رسالت
جہالت	ہے	جہالت	ہے جہالت

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔ نمبر ۱۹۔ مورخہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ مطابق ۸ مارچ ۱۹۱۲ء ص: ۱)

قادیانی حرکت مذبوحی

بلا سے کوئی ادا اون کی بدنما ہوجائے
کسی طرح سے تو مٹ جائے ولولہ دل کا

حضرت شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

۲۲ رفروری ۱۹۱۲ء کے اہلحدیث میں ایک مضمون نکلا تھا جس کا عنوان تھا ''تقسیم بنگال کا نسخ اور قادیانی مشن کا مسخ'' اس مضمون میں ہم نے دکھایا تھا کہ تقسیم بنگالہ کے متعلق جو قادیانی مشن نے آواز اوٹھائی ہے کہ مرزا صاحب کی پیشینگوئی سچی ہوئی ہے یہ آواز خود مرزا صاحب کے خلاف منشأ ہے۔ چنانچہ رسالہ ریویو بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۶ء سے ایک عبارت نقل کی تھی کہ بنگال کی تقسیم منسوخ نہوگی۔ بلکہ کچھ اور ہی صورت نکلے گی۔ اس صریح حوالے کو دیکھ کر چاہیے تو یہ تھا کہ قادیانی مشن خاموشی سے ہدایت یاب ہوتا اور اپنے خیالات مخالف منشأ مرزا صاحب سے تائب ہوتا۔ مگر قادیان اور حق پسندی؟ ؎ ضدان متفرقان ان تفرق۔ اس کے جواب میں بدر قادیان میں ایک مضمون کسی مرزائی کا شائع ہوا جس کی تحسین اڈیٹر بدر نے بھی کی ہے وہ مضمون کیا ہے اچھا خاصہ دلچسپ ناول ہے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ جس طرح ہم نے اس سے لطف پایا ہے۔ ناظرین اہلحدیث بھی لطف پاویں لہذا بلاکم و کاست سب نقل کیا جاتا ہے۔ جو یہ ہے:

''چودھویں صدی کا یہودی:

ایک مضمون بعنوان ''تقسیم بنگال کا نسخ اور قادیانی مشن کا مسخ'' اہلحدیث مورخہ ۲۳ رفروری ۱۹۱۲ء میں نظر سے گذرا۔ اگر مضمون نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا تاہم مضمون پر غور کرنے سے اتنا پتہ لگتا ہے کہ

مضمون نویس صاحب چودھویں صدی کے یہودی ہیں اور مسیح زمان کی مخالفت میں یہاں تک حد سے تجاوز کر گئے ہیں کہ پیشگوئی جو الہام الٰہی ہے اُس کی نسبت ایسے سخت اور کریہہ الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے ایک مومن کا دل لرزہ میں آجاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسی ہی باتوں سے اصل یہود پھٹکارے گئے۔ انشاء اللہ اسی طرح مسیح زمان کی مخالفت سے یہ نئے یہودی بھی دھتکارے جائیں گے (بلکہ دھتکارے گئے) قابل نامہ نگار صاحب تحریر کرتے ہیں کہ اس پیشگوئی کو حضرت مرزا صاحب۔ (مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) اپنی زندگی میں سرفلر کے مستعفی ہونے پر پورا کر چکے ہیں۔ لہذا قادیانی مشن کا کوئی حق نہیں ہے کہ اب منسوخی بنگال کو اس پیشگوئی کے ماتحت سمجھیں۔ چنانچہ نامہ نگار صاحب نے اپنی تائید میں چند حوالہ ریویو آف ریلیجنز اور حقیقت الوحی کے بھی لکھے ہیں جن کو پڑھ کر بے اختیار ہنسی آتی ہے کہ خدا جانے نامہ نگار کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل بھی ہے کہ نہیں غالباً نہیں ہوگی جب ہی تو اس قدر بیہودہ لاف زنی کی ہے کہ ''کوئی ہے جو ہمارے سامنے آوے یا ہمارے سوال کا جواب دے'' ہمیں اڈیٹر اہلحدیث پر تعجب آتا ہے کہ وہ ایسے لچر اور نامعقول نامہ نگاروں کے مضمون سے اپنا اخبار کیوں گندہ کرتا ہے ہم ہرگز اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں کہ یہ بیہودہ مضمون فاضل امرتسری کا خاص اپنا ہے اگرچہ یہ ہم جانتے ہیں کہ ایسی حرکتیں وقتاً فوقتاً اُن سے بھی ظہور میں آتی رہتی ہیں خیر کسے باشد جواب مندرجہ ذیل پر غور کریں۔

غالباً نامہ نگار صاحب کو (بشرطیکہ کچھ معلومات ہوں) یہ تو معلوم ہوگا کہ ملہم ربانی جو ہوا کرتے ہیں وہ انسان ہی ہوتے اور انسانی کمزوریوں سے وہ اپنی عبودیت کا اظہار کرتے رہتے ہیں جیسا کہ عام خیال ہے وہ عالم بالغیب نہیں ہوتے جب کسی پیشگوئی کے متعلق الہام ہوتا ہے تو اُس کے ساتھ خدا کی طرف سے عموماً کوئی تفسیر نہیں آتی۔ ملہم اپنے اجتہاد سے جو کچھ اُس پیشگوئی کا قبل از وقت مطلب سمجھتا ہے وہ فوراً شائع کر دیتا ہے۔ کبھی ملہم کے اجتہاد کے مطابق بات ظہور میں آتی ہے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لیکھرام والی پیشگوئی جو لفظاً اور معناً پوری ہوئی (محض

جھوٹ۔اہلحدیث) اورکبھی اجتہاد کے برخلاف پیشگوئی کا ظہور ہوتا ہے۔جیسا کہ عبداللہ آتھم والی پیشگوئی جس کوقبل از وقت جماعت احمدیہ کے اکثر افراد نے اپنے اجتہاد سے اس طرح سمجھ لیا کہ آتھم پندرہ ماہ میں ہی مرجائے گا۔اورحق کی طرف رجوع کا خیال گویا ان کو بھول گیا۔حالانکہ یہ اجتہاد بھی غلط نہ تھا خدا کے فضل سے اس اجتہاد کے رو سے بھی پیشگوئی پوری ہوگئی۔اورشرط جوع ہونے سے مخالفوں کوکسی طرح انکار کی گنجائش نہیں۔ورنہ الہام کے رو سے تو معاملہ بالکل صاف ہے جس پر واقعات زمانہ نے مہر کردی۔اوروہ یہ کہ الہام الٰہی میں کہیں مرنے کا ذکر نہیں۔چنانچہ الہامی الفاظ یہ نہیں''پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔'' یہاں ہاویہ سے مراد رنج وغم جان کا خوف ہے۔نہ کہ دوزخ سب جانتے ہیں دوزخ اور بہشت میں قیامت سے پہلے کوئی نہیں جاسکتا۔پھر بیچارہ آتھم قبل از وقت دوزخ میں کیوں جانے لگا تھا۔ہاں رنج وغم کے ہاویہ میں وہ لگاتار پندرہ ماہ تک بموجب الفاظ پیشگوئی پڑا رہا۔اس عرصہ میں اگر وہ مسلمان ہوجاتا تو یقیناً وہ الٰہی کے مطابق اس ہاویہ سے اس کونجات ملجاتی مگر چونکہ وہ مسلمان نہیں ہوا اس لئے پندرہ ماہ تک اوس کی زندگی ایک جہنمی زندگی رہی جس کا ثبوت اوس کی اُس خوشی سے ملتا ہے جواُس نے اوراس کے رفیقوں نے میعاد مقرر کے گذرنے پر کی گویا وہ اُس وقت ہاویہ سے نجات پاکر بہشت میں آ گیا تھا۔آمدم برسر مطلب۔جب کہ الہام کے ساتھ تفسیر نہیں آتی تو جو کچھ ملہم اوراس کے متبعین کہتے ہیں اس کے مطابق وہ پورا ہونے کے منتظر رہتے ہیں۔اوراون کونہایت اشتیاق لگا رہتا ہے کہ دیکھئے کب پیارے خداوند کی باتیں پوری ہوتی ہیں۔چنانچہ کبھی وہ اپنے خیال کے مطابق کوئی بات پوری ہوتی دیکھتے ہیں تو فوراً بنی نوع کے سامنے خدا کی ہستی کا ثبوت دینے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں (نہ کہ تم منکروں کی طرح صریح نشان دیکھتے ہواور انکار پر انکار کرتے ہو) اس کے بعد اگر وہ پیشگوئی اپنے لفظوں کے ماتحت پورے طور سے صفائی کے ساتھ پوری ہوجاوے تو پھر ملہم اور اس کے متبعین اپنی پہلی رائے کوچھوڑ کر اس موجودہ بات پر ایمان لے آتا ہیں۔دیکھوسوچنے کا مقام ہے کہ اگر ملہم اوراس کے متبعین نسانی بندے ہوتے تو جو کچھ وہ اپنے پہلے اجتہاد سے بات قائم

کر چکے تھے (تمہاری طرح) اسی پر قائم رہتے مگر سبحان اللہ مومن اور متقی کی تو یہی شان ہے اور یہی پہچان ہے اور تقویٰ اس کا نام ہے کہ جہاں اپنی غلطی معلوم ہو فوراً اُس کو تسلیم کر کے حق کو قبول کر لیتے ہیں۔ یاد رکھو۔ متقی اور مؤمن بندہ وہی ہے جو ہر طرح خدا کی باتوں کی تصدیق کرتا رہے (نہ کہ تم جیسے مکذب) دیکھو قرآن شریف میں کہیں ويل يومئذ للمصدقين نہیں آتا بلکہ بجائے مصدقین کے مکذبین آیا ہے۔ اسی طرح تم لوگ ہمیشہ خطبہ میں پڑھتے ہو الصدق ينجي والكذب يهلك۔ فاعتبروا يا اولى الابصار۔

اب بھی اگر تمہاری ان عقلی دلائل سے تسلی نہیں ہوئی تو لو اب ہم اس مضمون کی تائید میں قرآن شریف پیش کرتے ہیں جس سے تم اچھی طرح سمجھ جاؤ گے اور انشاء اللہ تا قیامت بھی تم اس بات کو رد نہ کر سکو گے۔ غور سے پڑھو وہ یہ ہے۔ قرآن شریف میں ایک پیشگوئی فرعون کے متعلق تھی اور وہ یہ ہے فاليوم ننجيك ببدنك لتكون لمن خلفك آية ترجمہ: پس آج ہم تیرے بدن کو نجات دینگے تا وہ پچھلوں کے لئے ایک نشانی ہو۔ اب دیکھو تمام بزرگان سلف اور مفسرین علیہ الرحمۃ اس پیشگوئی کا مطلب اور نتیجہ یہی نکالتے چلے آئے کہ ''جس وقت فرعون دریا میں غرق ہوا ہے جان نکلنے کے بعد اُس کا لاشہ دریائے نیل نے ایک کنارہ پر ڈال دیا تھا جو اوس وقت کے لوگوں کے لئے ایک نشان ہو کر موجب عبرت ہوا تھا۔'' مگر اللہ اللہ تین ہزار سال کے بعد یہ پیشگوئی لفظاً ومعناً پوری ہوئی چنانچہ چند سال ہوئے مصر میں بذریعہ کمیٹی آثار قدیمہ ایک تابوت ملا جس میں فرعون کا لاشہ برآمد ہوا۔ اور اصل الفاظ پیشگوئی کے مطابق وہ اس زمانہ کے لوگوں کے لئے ایک نشان بنا چنانچہ تم کو یاد ہوگا کہ ہر فرقہ اور ہر طبقہ کے مسلمانوں نے اس پیشگوئی کی تصدیق کی اور بڑی خوشی سے اس کو صداقت اسلام اور قرآن مانا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا تم میں سے کسی نے اس وقت یہ کہا تھا؟ کہ ہم اس کو نہیں مانتے کیوں کہ یہ تو (نعوذ باللہ) ایک بہت پرانی سڑی، گلی پیشگوئی ہے جس کو تین ہزار برس کا عرصہ گذر چکا ہے یا کسی نے کہا تھا کہ چونکہ بزرگان سلف اور تمام مفسرین علیہ الرحمۃ اس پیشگوئی کا تصفیہ پہلے کر چکے ہیں۔ لہذا اب ہم ان کے خلاف یہ بات نہیں مانتے جہاں

تک مجھے یاد ہے کہ کسی نے بھی اس وقت اس کی قبولیت سے انکار نہیں کیا مگر میں اب یہ کہتا ہوں کہ جس طرح تم اس وقت منسوخی بنگال کو اس پیشگوئی کے ماتحت نہیں مانتے۔ حالانکہ اسکو تو دس برس بھی نہیں گذرے۔ یہ پیشگوئی بالکل تازی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ فرعون والی پیشگوئی جو تین ہزار برس پرانی ہو چکی اور تمہارے مفسر اور بزرگ اس کا فیصلہ بھی کر چکے اب ان کے برخلاف ایک نئی بات مانتے ہو اگر مانتے ہو تو دونوں مانو ورنہ دونوں سے انکار کر اور نؤمن ببعض ونکفر ببعض کے مصداق مت بنو۔ الحمد اللہ مجھے اس وقت ایک عجیب نکتہ یاد آیا۔ دیکھو تم لوگ ہر بات میں بزرگانِ سلف کو نظیر پیش کیا کرتے ہو۔ خواہ وہ غلط ہی کیوں نہو کہ اس حدیث کا اور اس آیت کا یہ مطلب بزرگان سلف نے بیان کیا ہے۔ اب ہم اوس کے خلاف کس طرح کریں۔ دیکھو تم فرعون کی پیشگوئی سے بزرگان سلف کی غلطی تسلیم کرنی پڑی یا نہیں۔ پس اس معیار پر ہم کہتے ہیں کہ اس زمانہ کے متعلق جو جو پیشگوئیاں قرآن مجید اور احادیث شریف میں ہیں مثلاً حضرت مسیح کا نزول ثانی، دجال کا خروج، یاجوج وماجوج کا عروج وغیرہ ان کا مطلب جو کچھ بزرگان سلف نے بیان کیا ہے وہ صرف آن کا قبل از وقت اجتہاد ہے جو زمانہ کے طرز عمل سے ٹھیک پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے وقت پر غلط ثابت ہوا۔ ہم خدا تعالیٰ کی جناب شکر کرتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں بہت پیشگوئیاں پوری ہوئیں اور ہمارے ہی زمانہ میں وہ خدا کا پیارا مسیح محمدی دنیا میں تشریف لایا۔ اُس نے ہم کو ایمان کی دعوت دی والحمد للہ ہم نے اُس کی دعوت کو قبول کیا۔ کیا کوئی سعید روح ہے جو ان باتوں پر دھیان کرے۔" (بدر قادیان ۷/ مارچ ۱۲ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

کیا ہی لطیف ناول ہے۔ ساری تقریر کا مطلب دو جملوں میں ہے:

(الف) مرزا صاحب قادیانی نے جو تقسیم بنگال کی نسبت منسوخ نہونے کی راء ظاہر کی تھی وہ اون کا خیال تھا جو بعد میں غلط ثابت ہوا۔

(ب) فرعون کی لاش جواس زمانہ میں برآمد ہوئی یہ آیت قرآنی کی تصدیق ہے جس کو سب نے مانا اور پہلی تفسیر کو غلط جانا۔

اس سے لطیف تر وہ ہے جو اڈیٹر صاحب بدر نے اس مضمون پر بطور ریویو لکھا ہے۔ جسے ہم بطور تفریح طبع ناظرین نقل کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

''بدن فرعون کے متعلق پیشگوئی تو ہمارے دوست نے خوب یاد دلائی ہے۔ مگر خوف ہے کہ ہمارے مُلّان بغض مسیح میں کہیں اس کا بھی انکار نہ کردیں جیسا کہ سب کہا کرتے تھے کہ مہدی چودہویں صدی کے شروع میں آئے گا۔ لیکن اب تو وعظوں میں سے اس مضمون کا ہی رفع ہو گیا ہے۔ خطبوں میں فرمایا کرتے تھے کہاں موسیٰ کہاں عیسیٰ اس بات کا ہے سب کو غم۔ اب اوس غم کو دبایا جاتا ہے اور اس خطبے کو مثل نسخہ انجیل منسوخ سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ ہمیں تو یہ بھی خوف ہے کہ رفتہ رفتہ یہ لوگ کہیں گے کہ مسیح کوئی آنے کا ہی نہیں۔ ان لوگوں کو اپنے سب عقائد چھوڑنے پڑینگے کیوں ولی اللہ کی دشمنی سے ایمان رفتہ رفتہ سلب ہو جاتا ہے۔ پیشگوئیوں کا وقوع کئی رنگ میں ہوتا ہے سرفلر کے وقت میں بھی اس کا ایک جزو ہو گیا۔ اب اس کا پورا ظہور ہو گیا۔ اس میں کونسا نقص وارد ہوتا ہے؟ مگر جن کی قسمت میں شقاوت ہو ان کا کیا علاج۔ انہوں نے نہ اوس سے فائدہ اوٹھایا۔ نہ اس سے وہ بات پیش ہوئی تو کہنے لگے یہ کچھ دلجوئی نہیں۔ یہ وقت آیا تو کہنے لگے تم تو پہلے کہہ چکے تھے کہ یہ پوری ہو گئی خدا اس بدبختی سے بچائے اور مسلمانوں کو راہ راست پر لائے۔ آمین۔''

شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں: یہ ہیں بھول بھلیاں۔ منطقی اور فلسفی دلائل۔ جن کو لے کر قادیانی مشن بغرض تبلیغ یورپ امریکہ اور جاپان جانا چاہتا ہے۔ خیر ان سب کا جواب ہم ایک ہی دیں گے اور اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ جناب مکرم حضرت مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی کے الفاظ نقل کرتے ہیں جو یہ ہیں:

ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنیٰ نہیں سمجھ سکتا اور نہ کسی کا حق ہے جو اوسکے مخالف کہے۔''

(تتمہ حقیقت الوحی، صفحہ ۷)

یہ عبارت بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ مرزا صاحب کے الہامات کی تفسیر جو خود مرزا صاحب کریں وہی مقبول ہوگی اوس کے خلاف خواہ حکیم خلیفہ نورالدین صاحب بھی کہیں بجوئے نار زد (کوڑی کے کام کی نہیں)۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی میں ایک دفعہ آریہ سماج لاہور میں مرزا صاحب قادیانی کا لیکچر تھا۔ حکیم نورالدین صاحب اوس کے پڑھنے کے لئے مامور تھے۔ لیکچر میں چند الہامات مرزا قادیانی بھی درج تھے جن کا ترجمہ مرزا صاحب نے نہ کیا تھا۔ حاضرین نے حکیم نورالدین صاحب سے ترجمہ الہامات کی خواہش کی تو حکیم صاحب نے بہت ہی نرمی سے بصد عذرات محض ترجمہ کرتے وقت یہ کہا کہ الہام کا ترجمہ صحیح وہی ہوتا ہے جو ملہم خود کرے میرا ترجمہ مرزا صاحب قادیانی پر حجت نہیں ہوسکتا بلکہ صحیح ترجمہ وہی ہوگا جو حضرت ممدوح خود کریں گے۔

اللہ اللہ۔ ایک زمانہ تھا کہ حکیم نورالدین صاحب جیسے عربی کے فاضل مرزا صاحب قادیانی کے معمولی الہامات عربیہ کا ترجمہ بھی نہیں کرتے اور یہ عذر کرتے ہیں کہ ملہم کے خلاف منشا نہو جائے۔ آج اہلحدیث کے مقابلہ پر قادیانی مشن کی یہ حالت ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی تصریحات پیش کرنے پر بجائے نادم ہونے کے الٹے اکڑتے ہیں یہی معنی ہیں وان یروا کل اٰیۃ لایؤمنوا بھا۔

فرعون کی لاش کا عذر بھی کیسا بھدا اور دور از کار ہے کس طبقے کے مسلمانوں نے اس لاش سے قرآنی پیشگوئی کی تفسیر کی؟ اگر کسی نے کی تو غلطی کی بلکہ جھک مارا۔ سنو! قرآن مجید ہمارے سامنے عربی زبان میں موجود ہے اوس کے الفاظ یہ ہیں: فالیوم ننجیك ببدنك۔

اس آیت میں اَلْیَوْمَ کا لفظ ظرف زمان ہے جو ننجی کے متعلق ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ آج ہم تجھ (فرعون) کو بچاوینگے۔ چنانچہ شاہ عبدالقادر صاحب دہلویؒ نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

''آج بچاوینگے ہم تجھ کو تیرے بدن سے''

اور یہ کلام اس وقت کا ہے جس وقت فرعون کہا تھا کہ اٰمنت انہ لا الہ الا الذی اٰمنت بہ بنو اسرائیل وانا من المسلمین یعنی میں خدا پر ایمان لایا اور میں مسلمانوں میں ہوں۔

اس کا جواب ملا تھا: الآن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین فالیوم ننجیک ببدنك (اب تو مانتا ہے۔ پہلے تو بڑا مفسد تھا پس آج ہم تیرے بدن کو بچاوینگے۔'' (سورہ یونس۔ع ۹)

افسوس کہ قادیانی مشن کو ضد وتعصب میں معمولی باتوں کی سمجھ بھی نہیں رہی۔ بھلا اس زمانے میں جو فرعون کی لاش برآمد ہوئی تو آج قبر سے اوس کا ظہور ہوا یا دریا سے نجات ملی۔ غور کرو اور سمجھو کہ قرآن مجید میں اوس کے بدن کی نجات کا ذکر ہے جو قبر سے لاش برآمد ہونے سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اسی لئے ہم نے کہا۔ جس شخص نے آج کل لاش کے ظہور کو آیت قرآنی کا مصداق بتایا ہے وہ قرآن کو تو سمجھے۔ افسوس اون کے دل ودماغ میں قرآن سمجھنے کا شوق ہی نہیں۔

قادیانی مشن کے ممبرو! جانتے ہو مخاطب کون ہے؟ وہی مخاطب ہے جس کو خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے تمہارے مشن کے بانی آنجہانی (مرزا غلام احمد قادیانی) پر فتح مبین عطا فرمائی۔ ایک دفعہ نہیں کئی ایک دفعہ تم بیچارے تو کیا ہو؟ ہاں تم کو خوب ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ اڈیٹر اہلحدیث کو مرزائی لٹریچر (مضامین) پر تم سے زیادہ اطلاع ہے۔ پس بات منہ سے نکالتے ہوئے یہ بات خوب یاد رکھا کرو کہ مبادا اس کے جواب میں کوئی ''مرزائی'' حوالہ نکل آئے۔

کوئی ہے؟ کہ حوالجات سے پیش آوے۔ محض زبانی لفاظی کا جواب بجز اس کے کچھ نہیں جو صدیوں پہلے حضرت سعدی دے چکے ہیں۔

آنکس کہ بقرآن وخبر زو نرہی
اینست جوابش کہ جوابش نہ دہی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔ نمبر ۲۱۔ مورخہ ۲ ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۲ مارچ ۱۹۱۲ء ص:۱-۴)

قادیانی مذاق

(الولد سر لابیہ)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی مشن کے بانی مرزا صاحب قادیانی آنجہانی کی عادت سے ہمارے ناظرین خوب آگاہ ہونگے کہ آنجناب ایک بات چھیڑ دیتے یہ سمجھ کر کہ مد مقابل شائد ادھر توجہ نہ کرے گا۔ یا اوس کی حیثیت اور مشاغل اوس کو مانع ہونگے۔ مگر جب متوجہ ہوتا تو آپ بغلیں جھانکنے لگ جاتے۔ ایک دفعہ آپ نے پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑہ ضلع راول پنڈی کو تفسیر نویسی چیلنج دیا کہ لاہور میں آکر بالمقابل تفسیر لکھو۔ یہ سمجھا کہ ایک سجادہ نشین کا حرکت کرنا بقول ؎ ''قطب از جانمے جنبد'' محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ مگر وہ پیر صاحب آپ کی چال سمجھ گئے اور مع خدم وحشم لاہور میں آگئے۔ لیکن قادیانی مسیح تشریف نہ لائے۔ البتہ بازاروں میں بڑے بڑے اشتہار لگے دیکھے گئے کہ: ''پیر مہر علی کا فرار'' ایک طرف لوگ اون اشتہارات کو دیکھتے، دوسری طرف پیر صاحب کی لاہور میں زیارت کرتے، تو اون کے منہ سے صاف نکلتا ؎

خون ناحق بھی چھپانے سے کبھی چھپتا ہے
کیوں وہ بیٹھے ہیں میری نعش پہ دامن ڈالے

اسی طرح ایک دفعہ خاکسار (ثناء اللہ) کو چیلنج دیا قادیان میں آکر مجھ سے گفتگو کر لو۔ تم کو سفر خرچ کے علاوہ انعام بھی دونگا۔ میں جا پہنچا تو وہی دون کی لی۔ میں نے خدا کے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ مباحثہ نہ کرونگا (مرزا صاحب قادیانی کی زبانی عربی فارسی اور اردو میں اس واقعہ کی تفصیل کتاب ہذا کے آخر میں بیان ہو رہی ہے۔ بہاء)

اسی طرح قادیان کے جوشیلے رکن منشی قاسم علی دہلوی نے ۱۶-فروری سنہ حال (۱۹۱۲ء) کو مناظرہ کا چیلنج دیا اور شرائط بھی خود ہی تجویز کر دیں اور مجھے اجازت دی کہ میں کمی بیشی یا ترمیم کرنی چاہوں تو کروں۔

اس لئے میں نے بھی ایک شرط بڑھائی کہ آپ اپنے خلیفہ نورالدین صاحب سے اجازت نامہ لیکر پیش کریں۔

میں نے یہ شرط کیوں لگائی؟ اس کی اصل وجہ تو آگے چل کر بتلاؤنگا مگر ناظرین اس کی معقولیت کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ جو قوم ہر بات میں فخر کرے کہ ہمارا امام ہی ہمارا امیر ہے، اوس کو کہا جائے کہ اپنے امام کی اجازت حاصل کرو۔ تو اس کے بُرا ماننے کی کیا بات ہے؟ مگر افسوس کہ ہمارے مخاطب منشی قاسم علی دہلوی نے اس کو ناپسند کیا۔ بلکہ اس شرط کے پیش کرنے کو ہمارا افرار قرار دیا۔ اس لئے ہم بتلاتے ہیں کہ یہ شرط ہم نے کیوں لگائی تھی۔

عرصہ ہوا بدر قادیان میں ایک ہدایت نامہ در بارہ مباحثات بنام مرزائیان شائع ہوا تھا جو درج ذیل ہے:

(۱) شرائط مباحثہ وہاں کی جماعت کو خو بخود طے کر لینی چاہئیں۔ کیونکہ ہماری جماعت کے لوگ عموماً سیدھے سادھے ہیں۔ اور مولویوں کی کارروائیوں سے واقف نہیں۔ انہیں چاہئے کہ شرائط مباحثہ جو ان کے نزدیک ضروری ہوں بمعہ وہاں کے مفصل حالات کے لکھ کر یہاں حضرت خلیفۃ المسیح کے پاس بھیج دیں اور یہاں سے پھر شرائط مباحثہ جو لکھ کر بھیجی جائے ان کے مطابق فریق مخالف سے فیصلہ کرلیں۔

(۲) تاریخ مباحثہ خود بخود کبھی مقرر نہ کریں کیوں کہ بعض دفعہ یہاں سے کوئی صاحب جو اوس مباحثہ میں پیش کرنے کے لائق ہوں۔ عین اون تاریخوں پر روانہ نہیں ہو سکتے۔ اس واسطے یہاں سے دریافت کر لینا چاہئے۔ کہ کونسی تاریخیں مباحثہ کے واسطے موزوں ہونگی۔

(۳) مباحثہ ہمیشہ تحریری منظور کرنا چاہئے اس سے مخالفین کو بیہودہ باتیں بنانے اور گالیاں دینے اور بکواس کرنے کا موقع نہیں رہتا۔ نیز وہ بعد میں اپنے کہے ہوئے سے انکاری نہیں ہو سکتے۔ اگر تحریر نہ ہو تو آج کل کے مولویوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ ابھی ایک بات کہتے ہیں پھر ایک منٹ کے بعد منکر ہو جاتے ہیں۔

(۴) بعض دفعہ مخالفین یہ شرطیں پیش کرتے ہیں کہ کسی کو حکم اور فیصلہ کنندہ مباحثہ میں مقرر کیا جائے۔ یہ بالکل بیہودہ بات ہے۔ ہمارے اور غیر احمدیوں کے درمیان مباحثہ کے وقت کسی ثالث

یا فیصلہ کنندہ یا حکم مقرر کرنے کی ضرورت نہیں۔ موقع پر سننے والے لوگ خود اپنے واسطے فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کس کے دلائل زبردست ہیں۔ اور بعد میں تحریروں کو پڑھ کر لوگ فیصلہ کر سکتے ہیں۔ ایسے معاملات میں کوئی ثالث فیصلہ کنندہ ہو ہی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اگر فیصلہ کنندہ غیر احمدی ہوگا تو اُس کا میلان بہر حال فریق مخالف کی طرف ہوگا۔ اور اگر احمدی ہوگا تو غیر احمدی اس کو قبول نہ کرینگے۔ غیر مذہب کے آدمی کو اسلامی عقائد کے فیصلہ کے واسطے مقرر کرنا کسی غیرت مند مسلمان کا کام نہیں ہوسکتا۔ اگر اس طرح مذاہب کا فیصلہ ہوسکتا تو آج تک جس قدر مذاہب ہیں اون میں کوئی اختلاف نہ ہوسکتا۔ غرض کسی خاص شخص کو کبھی حکم یا فیصلہ کنندہ نہیں بنانا چاہئے۔

(۵) جس شہر میں مباحثہ ہو اوس شہر کے چند معزز رؤس کو حفظ امن کا ذمہ دار بنالینا چاہئے اور نیز گورنمنٹ سے اجازت حاصل کر لینی چاہئے اور چونکہ فریق غیر احمدیہ کی تعداد ہمیشہ زیادہ ہوتی ہے اس واسطے یہ دونوں کام اون کے سپرد کرنے چاہئیں۔ اور جب تک وہ گورنمنٹ کی اجازت حاصل نہ کر لیں۔ اور کسی رئیس کو حفظ امن کا ذمہ دار نہ بنالیں۔ اور ان ہر دو امور کے واسطے تحریری کاغذ نہ لاویں تب تک مباحثہ منظور نہیں کرنا چاہئے اور نہ دوسری شرائط طے کرنی چاہئے۔"

(بدر قادیان۔ مورخہ ۵- اکتوبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۱۰)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ان شرائط میں خلیفہ صاحب نے جماعت مرزائیہ کو کیا ہدایت فرمائی ہے؟ کسی تشریح کی محتاج نہیں۔

(الف) وہ شرائط خود فیصل نہ کریں۔ منشی قاسم علی نے شرائط خود مقرر کیں۔ خلیفہ صاحب کا خلاف کیا۔

(ب) تاریخ بھی مقرر نہ کریں۔ منشی قاسم علی نے ایسٹر کی تعطیلات کی تاریخ مقرر کی۔

(ج) منصف مقرر نہ کریں منصف مقرر کرنا بیہودگی ہے۔ منشی قاسم علی نے یہ بیہودہ پن کیا کہ منصف مقرر کئے۔

غرض منشی قاسم علی کی ساری کارروائی خلیفہ قادیانی کی ہدایت کے برخلاف تھی لہذا خطرہ تھا کہ عین وقت پر فرار کر جاتے اس لئے ہم نے لکھا کہ با جازت خلیفہ صاحب آویں تا کہ بعد میں قادیانی مشن کو یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ منشی صاحب نے چونکہ امام وقت کے خلاف کیا تھا اسلئے رام پور کی طرح ان کو ذلت ہونی لازمی

تھی۔ یہ ہیں اصل واقعات۔اب سنئے ہمارے دل کی۔

میں آپ کی جملہ شرائط جو میری ذات خاص کے متعلق ہیں تسلیم کرتا ہوں۔

البتہ یہ کہتا ہوں کہ منصفوں کو حلف دینے کا قاعدہ نہیں تاہم اگر وہ اس شرط کو منظور کریں گے تو مجھے بھی اس انکار پر اصرار نہیں۔مناظر کا حلف اوٹھانا تو بالکل فضول ہے ایک تو وہ دلائل دے دوم وہ مصنف مانے۔ سو قسم کھائے۔کیسی فضول حرکت ہے۔اس لئے قسم (حلف) کو تو غالباً سب فضول جانیں گے۔البتہ منصفوں کا فیصلہ منظور ہوگا۔پس آپ حسب اقرار مبلغ صدروپیہ بمدامانت خواہ دہلی میں خواہ لودہانہ میں (جہاں مناظرہ کرنا چاہتے ہیں) کسی معتبر آدمی کے پاس جمع کرا کر مجھے اطلاع دیں۔میں اپنی فرصت دیکھ کر تاریخ مقرر پر آجاؤنگا۔ ان شاءاللہ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر **جلد ۹۔نمبر ۲۲۔مورخہ ۹ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۹ مارچ ۱۹۱۲ء** ص:۱-۲)

قادیانی بیعت سے توبہ

(حکیم فیروزالدین فیروزؔ امرتسری)

مخدومی ومکرمی حرنبیل وفاضل جلیل مولانا وبالفضل اولنا مولوی ابوالوفاء ثناءاللہ صاحب زادمجدکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں چونکہ ہمیشہ سے ایک وسیع الخیال مسلمان ہوں اس بناپر مجھے کسی اسلامی فرقے سے تعصب اور کاوش نہیں۔چنانچہ کچھ عرصہ سے میں فرقِ اسلامیہ کی عملی حالت کا اندازہ لگانے میں اس مغالطہ کا شکار ہوگیا کہ سلسلہ احمدیہ (مرزائیہ) کی عملی حالت نسبتاً بہتر ہے اور الحقنا بالصالحین کی آرزو مجھے کشاں کشاں قادیان میں لے گئی جہاں میں اس مفروضہ پاک گروہ میں شامل ہوا۔مگر بہت جلد اس امر کا موقعہ ملا کہ ایک حاجی مسلمان کے جنازہ سے اس جماعت کے افراد کو علیحدہ ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور اون کے قول سے یہ ثابت ہوگیا کہ وہ قرآن اور حدیث کے فیصلے کے مقابل

مرزا صاحب کے فیصلے کو ترجیح دیتے ہیں۔ جس سے میں نے نفرت کی۔ پھر اس کے بعد جناب نے مختلف کتابوں کے حوالوں سے میری اون معلومات میں اضافہ کیا جو پیش از یں مجھے سلسلہ مذکورہ کے متعلق حاصل تھے اس پر میری قوت فیصلہ کو اور مدد ملی۔ لہذا میں اس جماعت سے جو مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتی۔ علیحدہ ہوتا ہوں۔ فاشھدوا بانی مسلم۔

ان چند سطور کو اپنے اخبار میں عام آگاہی کے لئے درج فرماویں۔ فیروز الدین احمد۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حکیم صاحب! یہ فسخ بیعت خدا آپ کو مبارک کرے۔ حسن ظن تو ایک اچھا وصف ہے مگر بدیہیات میں حسن ظن بدظن کے برابر ہے۔ قادیانی مشن کا مسئلہ اب کوئی نظری نہیں رہا بلکہ بدیہی ہے۔ بہرحال خدا نے آپ کو بہت جلد بروقت دستگیری فرمائی اس کے شکریہ میں آپ کو کوشش کرنی چاہیئے کہ جو صاحب آپکو قادیان لے گئے اب آپ اون کو اپنے ہمراہ کرنیکی کوشش کریں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ مارچ ۱۹۱۲ء ص:۳)

چیلنج حق گو بنام ثناء اللہ اینڈ کو

منشی قاسم علی دہلوی قادیانی نے اپنے اخبار احمدی، دہلی جلد دوم نمبر ۵ (۱۹۱۲ء) میں صفحہ ۸۱۔۸۸ پر حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کو وہ چیلنج دیا ہے جس کے جواب میں بالآخر اپریل ۱۹۱۲ء میں مباحثہ لدھیانہ ہوا تھا۔ منشی صاحب کا چیلنج درج ذیل ہے:

معزز ناظرین! گذشتہ بحث سے آپ نے یہ معلوم کر لیا ہوگا کہ (ثناء اللہ) امرتسری اور اس کے حمایتیوں کے پر زور دعوی تین ہیں۔

اول یہ کہ مرزا صاحب قادیانی نے آخری فیصلہ کے لئے جو دعائیہ اشتہار بنام ثناء اللہ شائع کیا ہے، وہ

مرزا صاحب قادیانی کی تمنا یا خواہش سے نہ تھا، بلکہ خدا کے حکم اور منشاء سے تھے، جس کو مرزا صاحب قادیانی نے بروئے بدر مورخہ ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء خدا کے منشاء بلکہ اس کی طرف سے ہونے کو تسلیم کیا ہے (مرقع قادیانی۔ اگست صفحہ ۱۴۱۔ وا کتوبر ص ۲۶۔ ۱۹۰۸ء ورسالہ دعاء مرزا۔ ص ۸)

دوئم یہ کہ اشتہار مذکور مورخہ ۱۵۔اپریل (۱۹۰۷ء) میں جو دعا مرزا صاحب قادیانی نے بدیں الفاظ مانگی ہے:

اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے۔

اس کے قبول کرنے کا خدا نے وعدہ کر لیا ہے۔اس لئے یہ محض دعا نہیں بلکہ الہامی پیش گوئی ہے جس کی قبولیت کا الہام بدر ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء میں اس دعا کرنے کے بعد ہو چکا ہے۔ (اہل حدیث امرتسر ۳۱ جولائی صفحہ ۳ و مرقع قادیانی اکتوبر ۱۹۰۸ء ورسالہ دعاء مرزا۔ ص ۸)

اس کے علاوہ بھی امرتسری مکذب نے ہر ایک تحریر میں اس پر بہت زور دیا ہے۔ دیکھو اخبار اہل حدیث امرتسر ۲ فروری و ۹ فروری ۱۹۱۲ء۔

سوم یہ کہ ثناء اللہ کے انکار مجریہ ۲۶۔اپریل ۱۹۰۷ء کے بعد بھی مرزا صاحب اور آپ کی جماعت اس دعا کو فیصلہ کن جانتے رہے چنانچہ بدر ۹ مئی میں مرزا صاحب قادیانی نے ۲۶۔اپریل والے ثنائی انکار سے بعد یہ کہا تھا:

ثناء اللہ کے واسطے بھی ہم نے توبہ کی شرط لگا دی ہے۔

جس سے ظاہر ہے کہ ثنائی انکار کا اس دعا پر کچھ اثر نہیں ہوا۔اور مرزا صاحب قادیانی بدستور اس کو فیصلہ کن مانتے رہے۔ (مرقع قادیانی اکتوبر ۱۹۰۸ء ص ۵۔ رسالہ دعاء مرزا۔ ص ۸)

یہ تینوں دعوے کرنے کے بعد ثناء اللہ نے یہ کہا ہے کہ:

اگر مرزا صاحب قادیانی نے ہمارے متعلق یہ الہامی دعا شائع نہ کی ہوتی تو ہم بھی ان کے مرنے سے ان کے کذب پر استدلال نہ کرتے، بلکہ ان کی موت کو معمولی جانتے۔

(مرقع قادیانی اکتوبر ۱۹۰۸ء ص ۲۴)

اور یہ بھی لکھا ہے:

مرزا جی کا اپنا اقرار ہے کہ ثناء اللہ کے ساتھ ہمارا فیصلہ خدائی الہام سے ہے۔اور خدا نے اس دعا کے قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے پس اصل مدعا علیہ کے اقرار کے سامنے کسی کا انکار بجوئے نارزد۔

(مرقع قادیانی۔اکتوبر۔ص ۳۰)۔

منشی قاسم علی قادیانی دہلوی نے لکھا ہے:

اگر ان ہر سہ دعاوی کا وہ ثبوت جو ملزم پارٹی نے پیش کیا ہے مطابق واقعہ اور صحیح ہے،تو کوئی اور مانے یا نہ مانے لیکن میں تو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ فوراً مان لونگا۔اور اگر ثبوت پیش کردہ ثناء اللہ اینڈ کو بالکل ہی غلط اور واقعات صحیحہ کیخلاف ہے جیسا کہ میں اوپر ثابت کر آیا ہوں تو کم از کم فریق ثانی سے ہم اتنا چاہتے ہیں کہ وہ اس کو واپس لے کر آئندہ اس ثبوت کے دینے سے شرم کر۔اتنا کرنا تو صرف انسانیت کا تقاضا ہوگا ایمان داری کا مقتضایہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی صداقت کا اعتراف کریں اور بذریعہ اخبار و رسالوں کے اپنے پیش کردہ ثبوت کے غلط ہونے کا علی رؤس الاشہاد اعلان۔مگر کیا امید ہے کہ ان میں سے کوئی ایسا کرے گا؟ آج تک کا تجربہ جو ہمیں دیگر مخالفین کی عموماً اور امرتسری مکذب کی نسبت بالخصوص حاصل ہو چکا ہے اس کی بنا پر تو ہمیں امید نہیں۔اصل حال خدا ہی جانتا ہے۔

الغرض اگر ملزم پارٹی اپنی ہٹ اور ضد سے باز نہ آ کر اپنے استدلال کو واپس نہ لے تو ہم چیلنج انعامی پانچ سو روپیہ ثناء اللہ اینڈ کو کو دیتے ہیں کہ ۲۵۔اپریل و ۹۔اپریل ۱۹۰۷ء کے بدر میں جو ڈائری متنازعہ ہے جس کی بنا پر تم بقول خود حضرت مسیح موعود کی تکذیب کرتے ہو اور جس الہام کے ذریعہ دعا مسیح موعود کو پیش گوئی بتاتے ہو اور جس کی وجہ سے تم ثنائی انکار مجریہ ۲۶۔اپریل ۱۹۰۷ء کا فیصلہ مطلوبہ میں اثر انداز نہ ہونا سمجھتے ہو، اگر یہ ثابت کردو کہ ڈائری مندرجہ بدر ۲۵۔اپریل مع الہام اجیب دعوۃ الداع ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء والے اشتہار دعائیہ سے بعد کی ہے۔اور ۹ مئی والی ڈائری ۲۶۔اپریل والے انکار ثنائی سے پیچھے کی ہے،اور الہام مذکور میں کسی آئندہ یا گذشتہ دعا کی قبولیت کا وعدہ ہے یا کم از کم ڈائری ۲۵۔اپریل والی اور الہام مذکور کا

اشتہار دعائیہ سے کچھ تعلق ہے، تو بہ تفصیل ذیل انعام حاصل کرو۔

- اگر اصل ملزم یعنی امرتسری مکذب ثابت کر دے تو تین سو روپیہ انعام۔
- اگر منگیری حنفی ثابت کرے تو ایک سو پچاس روپیہ
- اگر رفعت اللہ شاہجہان پوری ثابت کرے تو پچاس روپیہ انعام

اور ثبوت دینے کے واسطے کسی بحث مباحثہ کی ضرورت نہیں، نہ کوئی نظری دلائل یا بقول مہلوی انفسی وآفاقی دلیلوں کی حاجت ہے۔ صرف شائع شدہ کاغذات سے یہ ثبوت دینا ہے جس میں کسی فریق کو کسی قسم کی تحریف یا تبدیل کا موقعہ ہی نہیں۔ یہ تاریخی واقعات ہیں اور آج کسی کے بنائے یا بگاڑے بنتے بگڑتے نہیں جو اخبار اشتہار رسالے ان دعووں کا مدار فیصلہ ہیں وہ مخالف اور موافق سب کے پاس پہلے سے موجود ہیں (قدرت قاسم علی قادیانی سے وہ کچھ لکھوا رہی ہے جو مباحثہ میں شکست کے بعد مرزائیوں نے عذرات کئے۔ کہ سکھ ثالث کو قرآن وحدیث، اور اسلامی اصطلاحات وعلوم سے کوئی واقفیت نہیں تھی اس لئے وہ گمراہ ہوا۔ حالانکہ قاسم علی یہاں کہہ رہا ہے کہ نظری بحث مباحثہ کی ضرورت نہیں بس جو اخباروں رسالوں میں شائع ہو چکا ہے وہی سامنے رکھ دینا ہے اور یہ صرف تاریخ ہے کوئی نظری بحث نہیں) اس لئے کسی قسم کی تکلیف ثناء اللہ اینڈ کو کو کرنی نہیں پڑے گی فقط اخبار یا اشتہار یا کتاب کا حوالہ لکھ دینا کافی ہوگا جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ

ا۔ ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے بدر میں جو ڈائری متنازعہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کی شائع ہوئی ہے وہ اشتہار دعائیہ کے بعد دعا مندرجہ اشتہار مذکور کے متعلق ہوا ہے

۳۔ ۹ مئی کے بدر والی ڈائری ثنائی انکار مجریہ ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے بعد کی ہے۔

یہاں تک تو واقعات سے دستاویزات شائع شدہ سے ثبوت دیتا ہے اور چوتھی بات

۴۔ یعنی الہام اجیب دعوۃ الداع میں کسی خاص دعا مرزا صاحب کی قبولیت کا وعدہ ہے اس کا ثبوت علمی طریق سے دیتا ہے جو الہام کے لفظوں سے ثابت ہو جائے۔

اب اگر انصاف نہیں تو لوگوں کی شماتت سے ہی ڈر کر چیلنج ہذا قبول کرو، یا شرافت کا ذرا بھی پاس ہو تو ایک لفظ بھی آئندہ برخلاف حضرت مرزا صاحب قادیانی زبان وقلم سے نہ نکالو۔ کیا باپ بیٹا روح القدس یعنی

امرتسری، مہولی، شاہجہان پوری کا اتحاد ثلاثہ جرأت کرے گا کہ ہمارے چیلنج کو قبول کرے۔

سیھزم الجمع و یو لو ن الد بر

الداعی عاجز قاسم علی احمدی اڈیٹر اخبار الحق ورسالہ احمدی دہلی ۶ مارچ ۱۹۱۲ء

نوٹ: اس لئے کہ اگر کوئی ان میں سے تیار ہوا، اور وہ انعام موعودہ کا روپیہ پہلے جمع کرانا چاہے، تو ہم اس کی درخواست آنے پر بہت جلد ایسے شخص کے پاس اول ہی روپیہ انعام کا جمع کر دیں گے جس پر فریقین کو اعتماد ہو۔ اس کے متعلق ہر ایک تحریر مطبوعہ ہمارے پاس آوے، بغیر مطبوعہ کا جواب ضروری نہ ہوگا۔

قادیانی مباحثہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی مشن سے واقفیت رکھنے والے احباب سے مخفی نہوگا کہ بعد انتقال کرنے اعلیٰ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے اس جماعت سے ہمارا روئے سخن کرنا ایک معنی سے بیفائدہ ہے مگر اس خیال سے کہ اس فرقہ کی تحریرات سے بعض ناواقف مسلمان دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ یا دھوکہ کھانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس لئے کچھ نہ کچھ لکھنا پڑتا ہے۔

عرصہ سے قادیانی جماعت کے جو شیلے ممبر قاسم علی دہلوی ہم کو مباحثہ کے لئے چیلنج دیتے ہیں جس کو دیکھ کر بے ساختہ منہ سے نکلتا ہے ؎

بت کریں آرزو خدائی کی
شان ہے تیری کبریائی کی

جن کے پیر و مرشد، مہدی اور مسیح کو مباحثہ کی طاقت نہوئی یہاں تک کہ جب اون کے بلانے پر ۱۰-جنوری ۱۹۰۲ء کو میں قادیان پہونچا تو حضرت صاحب گھر سے بھی باہر تشریف نہ لائے اور اندر ہی اندر سے

لکھدیا کہ ہم نے خدا کے ساتھ مباحثہ نہ کرنے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اُسی جماعت کے ایک نئے ممبر آج ہمارے سامنے آتے ہیں نہ صرف آتے ہیں بلکہ چیلنج دیتے ہیں۔ مباحثہ کس مضمون پر؟ مرزا صاحب کے اشتہار پر جو اونہوں نے ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء کو میری موت کے متعلق دیا تھا جس کے اونہوں نے تین فقرے کئے ہیں:

(۱) ۱۵-اپریل کا اشتہار مرزا صاحب نے بحکم خداوندی دیا تھا۔

(۲) خدا نے الہامی طور پر جواب دیا تھا کہ میں نے تمہاری دعا قبول فرمالی۔

(۳) مرزا صاحب کے مرید کہتے ہیں یہ دعا قبول نہیں ہوئی۔

اب ان تینوں فقرہ میں سے دراصل اول یا فقرہ دوم ہی ان سب مباحثات کی روح ہے۔ فقرہ ۳ تو بالکل اجنبی اور زائد چیز ہے۔ فقرہ اول یا دوم ثابت ہو جائے تو بس وہی کافی ہے۔ تیسرے پر بحث کرنے کی کوئی حاجت نہیں۔ خیر اس کا یہاں خاص ذکر نہیں۔

اس بحث کے لئے منشی قاسم علی نے بڑی سوچ بچار کے بعد اپنے مفید مطلب ۱۶ شرطیں مقرر کیں جن کو ہم نے اہلحدیث یکم مارچ میں ایک ایک کر کے منظور اور بعض کو ترمیم کیا۔ مگر اونہوں نے ہماری کوئی ترمیم نہ مانی خود اسی سے ثابت ہوسکتا ہے کہ اون کی نیت میں کہاں تک صداقت ہے۔ کیا دنیا میں اس کی کوئی نظیر مل سکتی ہے کہ ایک فریق ۱۶-شرطیں تجویز کرے اور دوسرا اون میں ذرہ بھی ترمیم نہ کر سکے۔ یا للعجب۔

آخر کار جب ہم نے دیکھا کہ فریق ثانی پہلو بچانا چاہتا ہے تو بحکم "... بدو بائد رسانید۔" اہلحدیث مورخہ ۲۹/مارچ میں ہم نے صاف لکھ دیا کہ آپ کی جملہ شرائط منظور۔ مگر منشی صاحب نے اس پر بھی قناعت نہ کی اور اس کی تفصیل چاہی۔

بڑی اڑ کی شرط یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ منصف فیصلہ میں حلف اوٹھائیں۔ میں کہتا ہوں یہ اون کی منظوری پر موقوف ہے۔ میں کیسے کہدوں کہ وہ حلفیہ فیصلہ دیں گے مگر منشی صاحب مصر ہیں اس لئے میں آج ایک آخری تحریر نہایت ہی منصفانہ لکھتا ہوں۔ امید ہے اس سے کسی کو بھی اختلاف نہوگا۔

(۱) منصفوں کی صورت یہ ہوگی کہ ایک میری طرف سے ایک آپ کی طرف سے۔ تیسرا کوئی غیر مسلم دونوں فریق کی راء سے ہوگا۔ یہ تینوں صاحب منصف بھی ہونگے اور صدر جلسہ بھی۔ کل کام ان کے فیصلے سے

ہونگے۔ مسلمان اپنے میں حلف اوٹھائیں گے۔ غیر مسلم کو آپ نے بھی حلف سے مستثنیٰ رکھا ہے۔

(۲) وقت تحریر پرچہ اور سنانے کا زیادہ سے زیادہ نصف گھنٹہ ہوگا۔

(۳) داخلہ مجلس میں فریقین کے پچاس ساٹھ سے زیادہ نہوں گے یعنی ہر فریق کے پچیس تیس آدمی علاوہ منصفان ومناظران کے ہونگے۔ باقی سب منظور۔

یہ شرائط دراصل کوئی نئی نہیں بلکہ آپ ہی کی شرائط میں خفیف سی ترمیم ہے۔ اگر آپ کو یہ ترمیم منظور نہوتو یہ فیصلہ بھی منصفوں کے ہاتھ دیدیا جائے۔

پس آپ اس تحریر کو دیکھتے ہی تین روز کے اندر لودہانہ پہونچ جائیں اور حسب اعلان مبلغ تین سو روپیہ معتبر امین کے پاس رکھ دیں، بایں دستاویز کہ جس فریق کے حق میں فیصلہ ہو اوس کو دے دیا جائے۔ اب زیادہ طول دینے کی حاجت نہیں، نہ کسی مضمون کے چھاپنے کی۔

غالباً ۱۲-اپریل کے دن یہ پرچہ آپ کو ملے گا۔ پس آپ اوسی روز اپنی روانگی کے مجھے اطلاع دیں اور پیر کے روز ۱۵-اپریل تک لودہانہ پہونچ جاویں۔ اگر نہ پہونچے یا مجھے اطلاع نہ دی تو سمجھا جائیگا کہ آپ کی نیت میں صداقت نہیں۔

اس مضمون کے متعلق ہماری یہ آخری حیلہ شکن تحریر ہے۔ آئندہ اللہ اعلم۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲۔اپریل ۱۹۱۲ء ص: ۱۰-۱۱)

فتح قادیان پر حصول غنیمت

حبابِ بحر کو دیکھو یہ کیسا سر اوٹھاتا ہے
تکبر وہ بری شے ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ابھی کل کا ذکر ہے کہ ۱۶ر فروری کو اخبار الحق دہلی کے اڈیٹر صاحب منشی قاسم علی نے ہمیں چیلنج دیا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اشتہار مورخہ ۱۵- اپریل ۱۹۰۷ء کے متعلق ہم سے بحث کرلو۔ بحث میں منصف ہوں گے اگر کثرت راء سے آپ کے حق میں فیصلہ ہوا تو ہم آپ کو یک صدروپیہ انعام دیں گے۔ ادھر سے قبولیت میں ذرہ دیر ہوئی تو رقم انعامی اور بڑھی یہاں تک کہ تین سو روپیہ تک ترقی ہوئی۔ منشی صاحب ایسے مباحثہ کے شائق تھے کہ شرائط بھی خود ہی تجویز کئے جو تعداد میں ۱۶ تھے۔ مقام مباحثہ بھی خود ہی (لودہانہ) مقرر کیا۔ لاچار ادھر سے بھی ہاں میں جواب دینا پڑا۔ چنانچہ ۱۲ر اپریل کی اہلحدیث میں نوٹس دیا گیا کہ آپ کی تجویز منظور۔ پس آپ ۱۵- اپریل تک لودہانہ پہنچ جائیں۔ ۱۲ر اپریل کو میں بغرض شرکت شوریٰ اہلحدیث کانفرنس دہلی میں گیا تو منشی قاسم علی صاحب نے میری خبر پا کر وہیں مجھ کو رقعہ لکھا کہ آپ کے اعلان کے مطابق میں ۱۵ر اپریل کو لودہانہ پہونچ جاؤنگا۔ میں نے بھی تیاری کی اتوار کی صبح کو ۱۰ بجے امرت سر پہونچا۔ سامان مناظرہ (کتب وغیرہ) لے کر ۱۵- اپریل کو میں بھی لودہانہ پہونچ گیا جا کر سنا کہ قادیانی پارٹی بغلیں بجاتی اور اُچھلتی کودتی ہے کہ ۱۵ر کی شام ہونے کو ہے ہمارا ہیرو (منشی قاسم علی) آ گیا۔ ثناء اللہ نہیں آیا۔ یہ سن کر مجھے ان لوگوں کی اخلاقی حالت پر رحم آیا۔ کہ یہ لوگ سبک رو ہیں اتنا بھی نہیں جانتے کہ جو شخص جناب مرزا صاحب قادیانی کی دعوت پر قادیان چلا گیا اور اتنا بھی نہ ڈرا کہ قادیان میں نہ میرے رہنے کی جگہ ہے نہ سہنے کی نہ کوئی دوست ہے نہ خیر خواہ تاہم وہ پہونچا اور اچھی طرح پہونچا۔ جس کے مقابلہ میں جناب مرزا غلام احمد قادیانی صاحب حرم سرا میں چھپ گئے اور یہ بہانہ کیا کہ میں نے خدا تعالی کے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ کسی سے بحث نہیں کرونگا۔ کیا سچ ہے

زاہد	نداشت	تابِ	جمال	پری رخاں
کنجے	گرفت	وترسِ	خدارا	بہانہ ساخت

تو کیا ایسا شخص مرزا صاحب کے کسی مرید سے ڈر کر لودہانہ جیسے آباد شہر میں نہ آئیگا جہاں اوس کے

دوست احباب بھی بکثرت بلکہ آنے کے متمنی۔ خیر یہ تو ان کی معمولی اوچھ پن کی باتیں ہیں جو جناب مرزا صاحب قادیانی میں بھی افسوس کے ساتھ ہم پاتے ہیں۔

بہر حال ۱۶ تاریخ سرپنچ کے تقرر میں گذری ۱۷-کو بموجودگی منصفان ۳ر بجے بعد دوپہر مباحثہ شروع ہوا۔مصنف تین تھے۔ ہماری طرف کے جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی اور اُن کے طرف کے منشی فرزند علی صاحب ہیڈ کلرک قلعہ میگزین فیروز پور،اور سرپنچ جناب سردار بچن سنگھ صاحب بی اے گورنمنٹ پلیڈر۔لودہانہ تھے۔

زیر بحث تین امر تھے:

(ا) ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء والا اشتہار بحکم خداوندی مرزا صاحب قادیانی نے دیا تھا۔

(ب) خداتعالی نے دعاء مندرجہ اشتہار مذکور کی قبولیت کا الہام کر دیا تھا۔

(ج) احمدی،مرزا صاحب کی دعاء کو قبول شدہ نہیں مانتے۔

ان دعووں میں سے اخیر کا دعویٰ فریق ثانی نے خود ہی چھوڑ دیا باقی دو دعووں میں میں مدعی تھا۔اس لئے میرا ہی اول اور میرا ہی اخیر پرچہ تھا۔کل پرچے پانچ تھے تین میرے اور دو اُن کے۔ یہ بھی فریق ثانی ہی کی تجویز تھی مگر افسوس کہ منشی قاسم علی نے اپنی ہی تجویز کردہ شرائط کا سخت خلاف کیا۔باوجودیکہ پانچ پرچے ختم ہو کر مصنف اپنی اپنی جگہ فیصلہ نویسی میں مشغول بھی ہو گئے تاہم فریق ثانی نے ایک چھٹا پرچہ سرپنچ صاحب کے پاس بھیج دیا جس کا نام رکھا ضروری یادداشتیں۔سرپنچ صاحب نے جب وہ پرچہ مجھے دکھایا تو میں حیران رہ گیا۔ کہ اللہ اکبر ایک ایسی جماعت کا شخص جس کا دعویٰ ہے اسلام کا سچا نمونہ ہمارے سوا دنیا میں کہیں نہیں مل سکتا۔اوسی معزز جماعت کا ایک موقر شخص بلکہ ایک معنی میں لیڈر اور کارکن جس کو قادیانی اخبار مقابلہ مقابلہ میں ''شیر اسلام'' کے نام سے یاد کریں وہ ایسی خلاف معاہدہ حرکت کرے تو باقی افراد کی بابت یہ کہنا بے جا نہو گا کہ ؎

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا

فریق ثانی کی بے اعتدالیاں اسی پر ختم نہ تھیں بلکہ اور بھی تھیں۔ یہاں تک کہ ان کے میر مجلس جن کا نام دوسرے لفظوں میں ''منصف'' تھا وہ بھی اپنے منصب کو یا تو سمجھے نہیں تھے یا ادا نہیں کرتے تھے یا کرنا نہ جانتے تھے۔منشی

قاسم علی نے پہلے پرچہ میں ایک عبارت پڑھی میں تاڑ گیا کہ تحریر نہیں ہوگی۔ چنانچہ پرچہ لے کر تقاضا کیا کہ فلاں فقرہ جو آپ نے پڑھا تھا اوس پر خط کھینچ دیجئے۔ جواب ملا کہ وہ زبانی پڑھا تھا۔ میں نے استغاثہ کیا کہ شرط ہے کہ جو کوئی بولے تحریر میں آوے۔ اس خلاف ورزی پر معافی مانگی جائے تو فریق ثانی کے میر مجلس نے جن کا دعویٰ ہے کہ میں تمام وقت خدا سے دعا کرتا رہا کہ مجھے توفیق عنایت فرما کہ میں اپنے فرض منصبی کو انجام دے سکوں۔ باوجود اس کے جب میں نے استغاثہ کیا تو وہی صدر صاحب کہتے ہیں کہ اس سے چشم پوشی کیجئے یہ ہیں ہماری اس مقدس جماعت کے مناظر اور یہ ہیں ہماری پاک جماعت کے صدر جو خود اپنی ہی تجویز کردہ شرائط کو آپ ہی غلط قرار دیں۔

لطیفہ: شائد کہہ دیں کہ خداوند تعالیٰ کی بھی یہی صفت ہے یمحو اللہ ما یشاء ویثبت اوسی طرح ہم بھی بحکم تخلقوا باخلاق اللہ مامور ہیں کہ جس شرط کو چاہیں عمل میں لاویں جس کو چاہیں رد کریں اٰمنا وصدقنا۔

خیر ان شکایات کی تفصیل کی یہ جگہ نہیں اس لئے ہم اس شکایت کو کسی اَور محل پر چھوڑتے ہیں۔ یہاں بطور نمونہ اپنا پہلا پرچہ نقل کرتے ہیں۔ جو یہ ہے:

(اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام نے مباحثہ میں لکھا جانے والا اپنے پہلا پرچہ اخبار اہل حدیث میں درج کیا ہے۔ مفصل مباحثہ کے لئے شائع ہونے والے رسالے فاتح قادیان کو پڑھنے کا مشورہ دیا ہے۔ لہذا اہم اختتام پر موقع کی مناسبت سے رسالہ فاتح قادیان مکمل نقل کئے دیتے ہیں۔ بہاء)

سرپنچ صاحب کا مفصل فیصلہ تو بہت بسیط ہے مختصر بوقت برخواست اجلاس جو انہوں نے دیا یہ ہے کہ:

میری راء ناقص میں حسب دعویٰ مرزا صاحب قادیانی

(۱) ۱۵- اپریل ۱۹۰۷ء والا اشتہار بحکم خداوندی مرزا صاحب نے دیا تھا۔

(۲) خدا نے الہامی طور پر یہ جواب دیا تھا کہ میں نے تمہاری یہ دعا قبول فرمائی۔

اس فیصلہ کی ایک نقل ہم کو ایک فریق ثانی کو، تیسری امین صاحب کو دی گئی تا کہ وہ اس کو دیکھ کر رقم امانت مجھے دیدیں۔ چنانچہ رقم مذکور امین صاحب (جناب مولوی محمد حسن خانصاحب) سے ہم نے وصول کر لی۔

اس مختصر مگر معنی خیز فیصلہ نے فریق ثانی پر کیا اثر کیا؟ اس کا پورا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہوگا۔ ہاں ظاہری طور پر جو محسوس

ہوسکتا یہ یہ تھا کہ منشی قاسم علی صاحب اور اُن کے ساتھی لودہانہ سے نکلتے ہوئے لودہانہ یا اوس مکان کو جس میں وہ فروکش تھے مخاطب کر کے کہتے تھے۔

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔ نمبر ۲۷۔ مورخہ ۱۴؍ جمادی الاول ۱۳۳۰ھ مطابق ۳؍ مئی ۱۹۱۲ء ص: ۱-۴)

قادیانی فتح پر حقانی مبارک

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مولانا ابومحمد عبدالحق صاحب مصنف تفسیر حقانی دہلی کے مشاہیر علماء میں ہیں۔ آپ کو خاکسار کے ساتھ خاص محبت اور نظر شفقت ہے آپ کے کلام میں ایک قسم کی شیرینی ہوتی ہے۔ فتح قادیان کے مبارک کا گرامی نامہ اس قابل ہے کہ ناظرین بھی اس سے حظ اوٹھائیں۔ مولانا موصوف فرماتے ہیں:

''مولانا! السلام علیکم! فتح مبارک۔ بھائی جب ڈگری پائی ہوگی اور جج نے کہا ہوگا کہ تم جیتے۔ لو تین سو روپیہ لو، تو اس وقت آپ نے برا رومال بچھا دیا ہوگا۔ اور کھنکارتے ہوئے گھر لائے ہوگے۔ اور آکر یاروں کے آگے رومال دے پٹکا ہوگا کہ یارو یہ لو غنیمت۔ یہ بحرین کی پہلی فتح ہے۔ سدا اسی طرح فتح پاتے رہو اور فریق مخالف کی جرأت سے عبرت پکڑو ہمیشہ کام کرو اللہ کے واسطے خالص نیت سے سوچ سمجھ کر کرو بیمار ہوں مشکل سے چار سطریں لکھی ہیں۔''

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا عبدالحق حقانی کے خطاب میں لکھتے ہیں؛

خدا آپ کو صحت عاجلہ کاملہ عطا فرماوے بالکل تھوڑی سی رقم تھی یعنی کل بیس پونڈ جو چھوٹی سی مٹھی میں آگئے رومال کی کیا حاجت؟ ہاں وہ انعام جو جناب مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں میرے لئے رکھا تھا

حاصل ہو جاتا تو یاروں کے گل چھرے خوب ہوتے گو وہ بھی کوئی بڑی رقم نہ تھی کل ''ایک لاکھ پندرہ ہزار'' (اعجاز احمدی، صفحہ ۲۳) جس کے وصول کرنے کو حسب شرط خاکسار قادیان شریف بھی پہونچا۔ آہ

اوس نقش پا کے سجدے نے یاں تک کیا ذلیل

میں کوچۂ رقیب میں بھی سر کے بل چلا

مگر مرنے والا استاد بھی بلا کی نگاہ رکھتا تھا اوس نے ایک ہی سنائی کہ میں نے خدا کے ساتھ وعدہ کرلیا ہے کہ علماء سے بحث نہیں کرونگا۔ کہاں کیا؟ عالم بالا میں پھر بلایاں کیوں تھا؟ یونہی آزمانے کو۔ آہ

کی میرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ

ہائے اوس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

توقع ہے مولانا دعاء اخلاص سے یاد فرماتے رہیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔ نمبر ۲۸۔ مورخہ ۲۱؍ جمادی الاول ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۰؍ مئی ۱۹۱۲ء ص:۶)

شکریہ احباب بر فتح قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جن حضرات نے خاکسار کو اس فتح پر مبارک بادی کے خطوط تار اور پیغام بھیجے ہیں گو یہ کام سب کا مشترک ہے اس لئے مبارکبادی کے مستحق سب مسلمان ہیں تاہم یہ خادم اون کی اس ہمدردی کا شکرگذار ہے۔

جن حضرات نے مال غنیمت میں حصہ مانگا ہے۔ چونکہ مذاق دوستانہ اور محبت ہی مانگا ہے اس لئے اون کے اس سوال کا بھی شکرگذار ہوں۔ لیکن ان صاحبوں نے بھی چونکہ کمال یگانگت سے سوال کیا ہے اس لئے میں بھی کمال صداقت سے عرض کرتا ہوں کہ کسی مہذب ملک کا جرنیل کوئی ملک فتح کرکے آتا تو اوس کی

قوم اس سے غنیمت کا حصہ نہ مانگتی بلکہ اپنی طرف سے اوس کو خلعتیں دیتی اور نچھاور کرتی۔ کیا یہ ٹھیک نہیں کہ فتح قادیان کا اثر تمام مسلمانوں کے حق میں برابر ہے اور خوشی میں سب شریک ہوئے پھر اپنے ایک سپاہی سے معمولی حصول غنیمت میں حصہ بٹانے کا سوال اینچہ بوالعجبی ست۔

خیر یہ تو ایک مذاق دوستانہ ہے۔ رسالہ ''فاتح قادیان'' اسی مال غنیمت سے چھپے گا اور ٹکٹ محصول ٦ پائی آنے پر مفت جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔ نمبر ۲۹۔ مورخہ ۲۸ ر جمادی الاول ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۷ ر مئی ۱۹۱۲ء ص: ۸-۹)

قادیانی مقابلہ

پیرے کے دم ز عشق زند بس غنیمت است

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی مشن سے ہمارا مقابلہ دیر سے چلا آتا ہے۔ مشن کے بانی کی زندگی تک تو لطف رہا گو وہ بیچارے بھی آخر میں چیخ اوٹھے تھے اور اس چیخ وپکار کی آواز انہوں نے عرش معلیٰ تک پہونچانے کے لئے ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار دیا تھا کہ ہائے مجھ کو ثناء اللہ نے ستایا۔ مجھے یہ کہا مجھے وہ کہا۔ خیر اس کا فیصلہ تو خدا نے کر دیا اور اوس فیصلہ کا فیصلہ آخر کار لودہانہ میں ہوا۔ الحمد للہ

اس مقابلہ میں تو قادیانی مشن کو جو فتح ہوئی اس کے کیا کہنے؟ مرنے والے کے بعد مریدوں نے ایک نئی طرح ڈالی کہ ہمارے مبلغوں اور لیکچراروں کو خدا نے ایک خاص اثر بخشا ہے جو ہمارے مخالفوں کو نہیں یہی ہماری سچائی کا زندہ ثبوت ہے ہمارے مخالف (میری اور برادرم مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کی طرف اشارہ تھا) چاہیں تو مقابلہ کر لیں میں نے اور مولوی صاحب موصوف نے اس کی منظوری دی کہ ہم حاضر ہیں۔ آئے لاہور میں ایک جلسہ کریں مضمون خواہ عام اسلامی رکھو یا ''شان مرزا'' مقرر کرو۔ شان مرزا ہو تو آپ لوگ مرزا

صاحب کی صداقت کی دلائل دیں اور ہم اوس کے خلاف دینگے۔ مولوی ابراہیم صاحب نے یہ بھی لکھا کہ قرآن مجید میں کہیں سے ایک رکوع نکال کر دونوں فریق کو دیا جائے گا دونوں اس رکوع کی تفسیر کر دینگے۔

یہ جواب چھپنا تھا کہ قادیان میں سناٹا چھا گیا۔ جواب ملا کہ اس قسم کے جلسے کرنے کی حاجت نہیں۔ یہ تو تم لوگ اپنی شہرت کے لئے کرتے ہو (اچھا تو پھر کیا کریں؟) ایسا کرو کہ ملک میں دورہ کرو اور اشاعت اسلام کے متعلق لیکچر دیتے پھرو ہم بھی ایسا کریں گے اثر خود بخود معلوم ہو جائے گا۔ ایک جگہ یا ایک ساتھ چلنے کی بھی ضرورت نہیں۔ بہت اچھا۔ اب بعد مدت اس تجویز کو ایک معنی سے پھر حرکت دینے کو سوجھی مگر ہم تجربہ سے پیشگوئی کرتے ہیں (خدا کرے ہماری پیشگوئی غلط ہو) کہ اس تجویز پر بھی قائم نہیں رہیں گے۔ اس تجویز کی طرف رخ کرنے کو الحکم کے نامہ نگار نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے لیکچروں کا مقابلہ کیا ہے جس میں اتفاق سے ہم دونوں اور ان کے بڑے لیکچرار خواجہ کمال الدین وکیل بھی تھے۔ نامہ نگار نے ہمارے لیکچروں کا مقابلہ کرتے ہوئے کمال ایمانداری سے کام لیا جس کی ہمیں شکایت نہ ہونی چاہئے کیوں کہ جو کچھ کہیں ہوتا ہے وہی نکلتا ہے۔ نامہ نگار لکھتا ہے:

> ''امرت سری مولوی ثناء اللہ اور حاجی محمد ابراہیم سیالکوٹی کے لیکچر بھی اسی سٹیج پر ہونے والے تھے۔ اور لطف یہ کہ ابراہیم صاحب اور خواجہ صاحب کا وقت بھی ایک ہی تھا۔ ہمارے ناظرین کو معلوم ہے کہ ابراہیم و ثناء اللہ سے چیلنج ہو چکا ہے کہ ایک سٹیج پر ہماری تقریریں ہوں اور پھر دیکھیں کہ حاضرین پر کس کا زیادہ اثر ہوتا ہے اور کون حقائق و معارف قرآنی بیان کرتا ہے۔ مولوی ابراہیم اس حسرتناک نظارہ کو نہیں بھولے گا کہ خواجہ صاحب کے وقت میں حاضرین بُت بنے بیٹھے ہیں۔ اور وہاں سے نہیں اُٹھتے جب تک کہ خواجہ (کمال الدین) صاحب نہیں کہتے کہ جاؤ اب شام کی نماز پڑھو اور آپ کے وقت میں لوگ وقت سے ۲۰ منٹ پہلے اُٹھنے شروع ہو گئے اور سکریٹری صاحب اوٹھ کر تائید کرتے ہیں کہ صاحبان بیٹھے رہو مولوی صاحب کا وعظ سن لو مگر لوگ بہت کم اس ارشاد کی تعمیل کرتے ہیں۔ پھر ابراہیم نے جو کچھ بیان کیا کاش وہ خود ہی اس پر نظر ثانی کریں۔ سوال تو اچھا اوٹھا کہ کیا وجہ ہے قرآن مجید بھی وہی اسلام بھی وہی مگر وہ خیر و برکات نہیں۔'' مگر اس کا جواب کچھ نہیں دیا اور

ٹال دیا۔ جیسا کہ لابد للمسلمین من امیر کے جواب میں سکوت کیا۔ بعد میں دو تین باتیں ایسی کیں جو نفس مضمون سے کچھ تعلق نہ رکھتی تھیں۔ ہاں ثناء اللہ صاحب کی کچھ تعریف کرتے جاتے تھے اور وہ بھی من ترا حاجی بگویم کے اصل پر۔ زندہ باش۔ جزاک اللہ کہتے جاتے تھے۔"

(الحکم قادیان ۲۱و۲۸۔اپریل ۱۹۱۲ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خلاصہ تو بہت اچھا نکالا۔ خلاصہ میں تو اتنا کمال نہیں کیا۔ جتنا کمال اس میں کیا کہ واقعات اپنے پاس سے تصنیف کر لئے چنانچہ پہلی ہی سطر آپ کی سراپا کذب ہے کہ:

"ابراہیم اور ثناء اللہ سے چیلنج ہو چکا ہے کہ ایک ہی سٹیج پر ہماری تقریریں ہوں پھر دیکھیں کہ حاضرین پر کس کا زیادہ اثر ہوتا ہے۔"

نامہ نگار اپنے بیان میں سچا ہے تو اس چیلنج کا ثبوت دکھائے۔ تو ہم اس چیلنج کو قبول کرنے کے علاوہ کچھ حصہ اوس انعام سے جو بمقام لدھیانہ ہم کو اوس کے ہم مذہبوں سے حاصل ہوا ہے اوس کی نذر کرینگے۔ اگر نہ دکھا سکے تو خدا تعالی سے ڈرے کہ مسیح (مرزا قادیانی) کے حواری اور نبی کے صحبت یافتہ ہو کر بھی جھوٹ بولیں تو اَور کوئی کیا نہ کرے گا۔

مولوی ابراہیم سلمہ کے مضمون پر ریویو کرنا اہلحدیث کا کام نہیں نہ مولوی ابراہیم اس وقت ہندوستان میں کوئی گمنام شخص ہے۔ گوشہ گوشہ میں پھرا ہوا لیکچر دیئے ہوئے۔ آج ہندوستان کی مقرروں میں "سحبان ہند" کا خطاب پانے کا مستحق ہے تو ابراہیم ہے اس سے زیادہ کیا؟ مزید جواب آگے آتا ہے۔ اس کے بعد خاکسار پر نظر عنایت فرماتے ہیں:

"یہی حال شیر پنجاب کے لیکچر کا ہوا جن کے لیکچر کا میں کوئی خلاصہ نہیں دے سکتا کیوں کہ وہ مجموعہ تھا چند اشعار کا اور مجموعہ تھا چند ایسی باتوں کا جن سے قہقہہ پڑتا تھا اور چند حرکات واشارات کا جو کم از کم میرے نزدیک ایک مولوی فاضل کی شان سے بعید ہیں گو ان کے لئے وہ مایہ ناز ہوں۔ میں مولوی صاحب کی خدمت میں نہایت ادب سے عرض کروں گا کہ وہ خدا کے لئے سوچیں کہ وعظ کا اثر یہ ہونا

چاہئے کہ لوگوں کو اس کے کلمات سن کر ہنسی آئے یا یہ کہ دل خوف خدا سے پُر ہو جائے اور رقت طاری ہو آپ نے بیان کیا کہ مسلمانوں کو فیشن درست رکھنا چاہئے اور اس فیشن کو سر کے بالوں کی مانگ سیدھی نکالنے اور داڑھی بڑھانے مونچھیں کٹوانے میں ختم کر دیا۔ مولوی صاحب! اس پر تو اَور کئی غیر مسلم لوگ بھی عمل کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ مسلمان نہیں کیوں آپ نے یہ نہ کہا کہ ہمارا فیشن جو ہم کو دوسری قوموں سے جدا کرتا ہے وہ نماز ہے اور یہی وہ چیز ہے جس سے ایک مسلمان کسی صورت میں غیر مسلموں سے مخلوط نہیں ہو سکتا۔ قدرت نے آپ کی آواز بھی باریک بنائی ہے تاکہ آپ کے خود ساختہ لقب کی تردید ہوتی رہے۔ ان دونوں بزرگوں کا ذکر خواجہ صاحب کے ساتھ کرنا ضروری تھا۔'' (الحکم مذکور)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خدا کی شان میری نسبت ان دونوں قوموں (آریوں اور مرزائیوں) کا اتفاق ہے کہ جب کبھی میری تقریر کا خلاصہ بتلاتے ہیں تو بس اتنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ چند اشعار کا مجموعہ تھا۔ رام پور میں تین روز ہر روز تین گھنٹے مباحثہ ہوا۔ ہز ہائینس نواب صاحب خود تشریف فرما تھے روزانہ ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹہ ہر فریق کی تقریر ہوتی رہی مگر مولوی محمد احسن صاحب امروہی (مرزائی) نے اس مباحثہ کی روئداد شائع کی تو میری تقریر کی بابت یہی لکھا کہ چند اشعار کا مجموعہ تھا چنانچہ ادھر وادھر کے کچھ صحیح کچھ غلط اشعار بھی لکھ دیئے اور بس۔ کوئی دانا ان سے نہیں پوچھتا کہ ایسے بڑے دربار شاہی میں مباحثہ ہو جہاں علاوہ ارکان دولت کے علماء کرام بھی موجود ہوں۔ آپ لوگ تو قرآن وحدیث کے نکات بتلاویں اور فریق ثانی محض اشعار پڑھے اور غالب آجائے

این چہ بوالعجبی ست

میری تقریر کو لاہور میں بے تعداد آدمیوں نے سنا تھا کہ میں نے کس طریق سے اپنا فیشن بتلایا تھا مَیں نے کسی طریق سے اپنا فیشن بتلایا تھا میں نے کہا تھا جس طرح انسان روح اور جسم کے مرکب کا نام ہے اسی طرح اسلام بھی صرف مادی مذہب نہیں بلکہ روحانی اور جسمانی دونوں حیثیتیں رکھتا ہے اس لئے روحانی حیثیت سے ہمارا فیشن یہ ہے جو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:

انما المؤمنون الذين اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم واذا تلیت علیھم اٰیاتہ زادتھم ایمانا وعلی ربھم یتوکلون

یعنی مسلمان وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو اُن کے دل کانپ جائیں اور جب اللہ کے احکام اون کو سنائے جائیں تو اون کے ایمان بڑھیں اور پروردگار ہی پر بھروسہ کریں۔

غرض روحانی کیفیت پوری یا کسی قدر حسب گنجائش وقت بتلا کر میں نے جسمانی حصہ کا بیان شروع کیا۔ کہا کہ طبیب لوگ بیماریوں کا بیان امراض سر سے شروع کرتے ہیں اس لئے میں بھی سر ہی سے شروع کرتا ہوں۔ اس کے بعد میں نے ان مسنونات کا بیان شروع کیا جو جسمانی طور پر سر کے متعلق ہیں۔ سب سے پہلے میں نے کہا ہمارے نبی نے ہم کو سب کچھ سکھایا۔ یہاں تک کہ سر کے بالوں کی مانگ نکالنی بھی سکھائی کہ نصف حصے میں ہو دلیل بھی یہی چاہتی ہے کہ درمیان میں ہو مگر آج کل اس فیشن کے برخلاف ایک طرف سے نکالتے ہیں پھر اسی طرح اور جسمانی احکام کا بیان کیا یہ سب کچھ کہہ کر اخیر میں یہ کہا تھا ہمارا فیشن بس اتباع سنت ہے دگر ہیچ۔

یہ تھا میرا مضمون جس پر قادیانی نامہ نگار کھٹکا ہے جس کے جواب میں ہم دونوں اوس کو آخری فقرہ مقطع کلام یہ سناتے ہیں کہ اگر وہ اس دعویٰ میں سچا ہے کہ ایک سٹیج پر تقریروں کا چیلنج دیا تھا تو ہم اس کو منظور کرتے ہیں۔ لاہور جیسا مقام اس کام کے لئے موزوں ہے تقریروں کا عنوان ہوگا ''حقیقت مسیح قادیان'' اس کی منظوری میں کوئی معقول عذر مانع ہو تو اوسے سنکر ہم دوسری تقریر یہ تجویز کریں گے ''حقیقت اسلام'' پہلی تقریر کو ہم اس لئے ترجیح دیتے ہیں کہ اوس صورت میں تمہارا لیکچرار واقعی حیثیت میں تمہارا ہوگا اور اس حیثیت میں لیکچرار بحیثیت مرزائی مشن کے نہیں بولے گا بلکہ عام اسلامی حالت کی حیثیت سے ہوگا گویا وہ تمہارا نہ ہوگا۔ تاہم ہمیں منظور ہے۔ اور سنئے ہم اپنی دریا دلی میں یہ شرط بھی نہیں لگاتے کہ مضمون صحیح بلکہ یہ بھی نہیں کہتے کہ آیات واحادیث کی عبارات صحیح پڑھے۔ نہیں جو اوس کا جی چاہے کرے ہم تو اثر کا مقابلہ دکھاوینگے۔ کیا ہے؟ کوئی قادیانی کہ اپنی پیش کردہ تجویز پر عمل کر دکھائے۔ ہاں اس مقابلہ کا ذکر اشتہار میں تو نہ ہوگا۔ لیکن خاص طور پر جانچ کرنے کو تین منصف ضرور ہونگے۔ ہم آپ کی خاطر یہ بھی مانتے ہیں کہ منصفوں میں سردار بچن سنگھ

صاحب پلیڈر لودہانہ ہرگز نہونگے۔ کیا اب بھی نہ مانو گے۔ضرور بالضرور۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔نمبر ۳۰۔مورخہ ۶/جمادی الثانی ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۴/مئی ۱۹۱۲ء ص:۱-۳)

الحکم جواب دے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاءثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

میری طرف سے جتنے حملے قادیانی قلعہ پر ہوئے ہیں بفضلہٖ تعالیٰ ایک سے ایک سخت۔ رسالہ ''الہامات مرزا'' نے تو اس قلعہ کو ایسا مسمار کیا کہ اوس کے جواب کے لئے پہلی دفعہ مبلغ پانچسو دوسری دفعہ مبلغ ایک ہزار تیسری دفعہ مبلغ دو ہزار کا اشتہار تھا مگر جواب نہو سکا پر نہو سکا۔

الحکم کا ایڈیٹر بیچارہ اسی صدمہ میں بجلی کا شکار بھی کئی ایک دفعہ اٹھا مگر الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطان من المس نشانات مرزا بجواب الہامات مرزا کے اشتہار دیئے یہاں تک لکھا کہ پریس میں جا چکا۔ ۷/جون ۱۹۱۱ء کے پرچہ میں لکھا کہ خلیفہ نورالدین صاحب نظر ثانی فرماتے ہیں جسے آج ایک سال ہونے کو ہے۔ اتنی دیر کی وجہ کیا۔ ہماری سمجھ میں جو آتا ہے بتلاتے ہیں غلط ہو تو صحیح بتلانے کا آپ کو حق ہے۔

(الف) یا تو ایسا لطیف جواب تھا کہ خلیفہ صاحب کی نظر ثانی میں اوسے نظر بد لگ گئی۔

(ب) یا خلیفہ صاحب نے اپنے علم وفضل کی شہادت سے اوسے قابل اشاعت نہ سمجھا۔

بہرحال دال میں کالا ضرور ہے۔ اس عقدہ کا حل بجز ایڈیٹر الحکم کون کرے؟

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴/مئی ۱۹۱۲ء ص:۳)

قادیانی وفد کا سفر اور ندوہ کا جلسہ

حضرت شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

شروع اپریل (۱۹۱۲ء) میں قادیان سے ایک وفد نکلا جس کی غرض وغایت بقول اس کے مدارس اسلامیہ دینیہ کا معائنہ کرنا تھا۔ اس سفر میں وہ ندوہ کے جلسہ میں بھی شریک ہوا۔ اس وفد کا امیر مرزا صاحب قادیانی کا بیٹا مرزا محمود احمد تھا۔ وفد کا میر منشی یا سفر نویس اڈیٹر الحکم تھا۔ چنانچہ اڈیٹر موصوف نے اپنا سفر نامہ الحکم کے کئی ایک نمبروں میں شائع کیا ہے۔ اس سفر نامہ میں گو اوس نے بہت سی باتیں علماء کرام کی نسبت ایسی ویسی کہی ہیں، مگر ہماری غرض اون سب سے نہیں بلکہ چند باتوں پر ہم نوٹس لینا چاہتے ہیں۔

اول اڈیٹر صاحب نے اپنے معمولی اخلاق مسیحی کا ثبوت یوں دیا ہے کہ مولانا شبلی جیسے باکمال عالم کی نسبت جہاں کہیں ذکر کیا ہے صرف مفرد کے صیغے میں محض ''شبلی'' کے لفظ سے۔ مولانا شبلی سے ہمارا بھی کئی ایک باتوں میں اختلاف ہے اور ہونا چاہئے مگر اختلاف کی صورت میں بھی اون کے علم وفضل کی قدر ہماری نگاہ میں اوسی قدر ہے جس قدر اتفاق کی صورت میں ہو سکتی ہے۔ اس ضمن میں آپ نے مولوی سید سلیمان صاحب مدرس ندوہ کا ذکر بھی کیا ہے مگر عجب خبط الحواسی سے ایک ہی بیان میں کہیں جمع کا صیغہ ہے تو کہیں مفرد کا اس موقع پر ہمیں صرف مسیح علیہ السلام کا قول بہت صحیح معلوم ہوتا ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے جس کا مطلب عربی کی ایک مثل میں بھی ملتا ہے۔ الثمرة تنبئ عن الشجرة. اس مقدس جماعت کی رعونت اور اخلاق ہی ان کے مذہب کی صحت کے ضامن ہے۔

خیر اس سفر میں مولانا شبلی اور مولانا عبداللہ ٹونکی کے سامنے اونھوں نے یہ مسئلہ بھی پیش کیا کہ کسی غیر مرزائی مسلمان کی لڑکی کا نکاح مرزائی کے ساتھ ہونے سے آپ (مولانا شبلی) نے کیوں منع کیا۔ اونھوں نے کہا مَیں نے تو اجازت دی تھی۔ پھر لکھتے ہیں کہ اسی ضمن میں مرزا صاحب کی نبوت کا ذکر آیا تو ہم نے کہا جزئی نبوت کے قائل تو (مولانا) شبلی بھی ہیں۔ ہم باور نہیں کرتے کہ مولانا شبلی اور مولانا عبداللہ ٹونکی نے اس کا معقول

اور مسکت جواب نہ دیا ہو۔ ضرور دیا ہوگا مگر ناقل نے اوس کو نقل نہیں کیا۔ اس لئے ہم اس کا جواب دیتے ہیں اور آپ کے رسول (قادیانی آنجہانی) کے قول سے دیتے ہیں۔ پس غور سے سنو! زیادہ کنج وکاؤ اور کرید نے کی حاجت نہیں تمہارے امام نے غیر مرزائی مسلمانوں کے رشتوں کی بابت تمہیں خود ہدایت دے رکھی ہے جوافسوس تم لوگ بھول کر دوسروں کو بھی بھلانے کی کوشش کرتے ہو۔ اپنے امام کا وہ فتویٰ غور سے پڑھو جو اونہوں نے بذریعہ ایک اشتہار کے شائع کیا تھا جو یہ ہے:

"یہ تو ظاہر ہے کہ جو لوگ مخالف مولویوں کے زیر سایہ ہو کر تعصب اور عناد اور بخل وعداوت کے پورے درجہ تک پہونچ گئے ہیں اون سے ہماری جماعت کے نئے رشتے غیر ممکن ہو گئے ہیں۔ جب تک وہ توبہ کر کے اس جماعت میں داخل نہوں اور اب یہ جماعت کسی بات میں اون کی محتاج نہیں۔ مال میں، دولت میں، علم میں، فضیلت میں، خاندان میں، پرہیز گاری میں، خدا ترسی میں سبقت رکھنے والے اس جماعت میں بکثرت موجود ہیں۔ اور ہر ایک اسلامی قوم کے لوگ اس جماعت میں پائے جاتے ہیں۔ تو پھر اس صورت میں کچھ بھی ضرورت نہیں کہ ایسے لوگوں سے ہماری جماعت نئے تعلق پیدا کرے جو ہمیں کافر کہتے اور ہمارا نام دجّال رکھتے ہیں۔ یا خود تو نہیں مگر ایسے لوگوں کے ثنا خوان اور تابع ہیں۔

یاد رہے کہ جو شخص ایسے لوگوں کو چھوڑ نہیں سکتا وہ ہماری جماعت میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔ جب تک پاکی اور سچائی کے لئے ایک بھائی بھائی کو نہیں چھوڑے گا۔ اور ایک باپ بیٹے سے علیحدہ نہیں ہوگا تب تک وہ ہم میں سے نہیں۔ سو تمام جماعت توجہ سے سُن لے کہ راستباز کے لئے ان شرائط پر پابند ہونا ضروری ہے اس لئے میں نے انتظام کیا ہے کہ آئندہ خاص میرے ہاتھ میں مستور اور مخفی طور پر ایک کتاب رہے جس میں اس جماعت کی لڑکیوں اور لڑکوں کے نام لکھے رہیں اور اگر کسی لڑکی کے والدین اپنے کنبہ میں ایسی شرائط کا لڑکا نہ پاویں جو اپنی جماعت کے لوگوں میں سے ہو اور نیک چلن اور نیز اون کے اطمینان کے موافق لائق ہو۔ ایسا ہی اگر ایسی لڑکی نہ پاویں۔ تو اس صورت میں ان پر لازم ہوگا کہ وہ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اس جماعت میں سے تلاش کریں۔

اور ہر ایک کو تسلی رکھنی چاہئے کہ ہم والدین کے سچے ہمدرد اور غمخوار کی طرح تلاش کریں گے اور حتی الوسع یہ خیال رہے گا کہ وہ لڑکا یا لڑکی جو تلاش کئے جائیں اہل رشتہ کے ہم قوم ہوں۔ یا اگر نہیں تو ایسی قوم میں سے ہوں جو عرف عالم کے لحاظ سے باہم رشتہ داریاں کر لیتے ہوں۔ اور سب سے زیادہ یہ خیال رہیگا کہ وہ لڑکا یا لڑکی نیک چلن اور لائق بھی ہوں۔ اور نیک بختی کے آثار ظاہر ہوں۔ یہ کتاب پوشیدہ طور پر رکھی جائے گی اور کسی لڑکے لڑکی کی نسبت کوئی رائے ظاہر نہیں کی جائے گی جب تک اوس کی لیاقت اور نیک چلنی ثابت نہو جائے۔ اس لئے ہمارے مخلصوں پر لازم ہے کہ اپنی اولاد کی ایک فہرست اسماء بقید عمر و قومیت بھیج دیں تا کہ وہ کتاب میں درج ہو جائے مندرجہ ذیل نمونہ کا لحاظ رہے:

نام دختر یا پسر۔ نام والد۔ نام شہر بقید محلّہ و موضع۔ عمر دختر یا پسر (فتاوی احمدیہ جلد دوم، صفحہ ۷-۸)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کیا اب وہ کتاب محو ہو گئی جس میں رشتوں کو مخفی راز رکھے رہتے تھے۔ اب کیوں مسلمانوں سے رشتہ کرنے کی درخواست ہوتی ہے اور نہ کرنے پر شکایت۔ جس فرق سے تمہارے نبی نے تم کو یہ وصیت کی تھی اوسی فرق سے اہل اسلام تم سے ناطہ نہ کریں تو تمہارا کیا اعتراض؟ ؎

آنچہ بخود نہ پسندی بدیگراں مپسند

اسی مضمون میں اڈیٹر صاحب الحکم نے ایک بات ایسی لکھی ہے جس پر خدا لگتی کہنے کو ہمارا بھی جی چاہتا ہے کہ بہت ہی معقول لکھی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

''اشاعت سلسلہ کے متعلق اس امر کی بہت بڑی ضروری ہے کہ سلسلہ کے اصولوں کو کھول کھول کر بیان کیا جاوے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ راستہ صاف کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ ہماری پبلک تقریروں میں سلسلہ کا نام تک نہ آوے حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور ۴ و ۵ مئی ۱۹۱۲ء کو یہ سوال پیش کیا گیا تو حضرت صاحب نے اس کو نہ صرف ناپسند کیا بلکہ اس کو ایک قسم کا نفاق بتایا۔ اے خدا تو ہم سب کو نفاق سے محفوظ رکھ۔ (آمین)

حقیقت میں اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ ہم اشاعت سلسلہ میں اگر اپنے عقائد اور اصولوں کو پیش نہ کریں گے تو لوگ اس سے کیونکر واقف ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اس قسم کا ایک واقعہ پیش آچکا ہے جو ہمارے لئے حجت اور خضر راہ ہے۔ لاہور کے اخبار وطن نے ریو آف ریلیجنز کی اشاعت کے متعلق ایک معاہدہ کرنا چاہا تھا کہ اس میں سلسلہ کا ذکر نہو۔ اس تجویز کو جس حقارت اور نفرت کی نظر سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیکھا تھا وہ ان خطوط وتحریروں سے عیاں جو ۱۹۰۵ء کے آخر اور ۱۹۰۶ء کے اوائل میں اخبارات اور میگزین میں شائع ہوچکی ہیں خود جناب مولوی محمد علی صاحب نے ایک مبسوط خط ایڈیٹر وطن کے نام لکھا تھا جس میں اونہوں نے کھول کر بیان کیا تھا کہ ''میں جو کچھ اس رسالہ میں لکھونگا اس میں اپنے عقاید کا پابند رہونگا۔ اور یہ منافقانہ کارروائی مجھ سے ہرگز نہیں نہو سکے گی کہ اپنے عقاید کو چھپاؤں۔''

(الحکم ۷-۱۴ر مئی ۱۹۱۲ء، ص:۹)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اشارہ اپنے ایک مشہور اور قابل لیکچرار خواجہ کمال الدین کی طرف ہے جو پبلک تقریروں میں قادیانی مشن کا نام تو کیا اشارہ تک نہیں کرتے۔ جس کو ایڈیٹر الحکم اور وفد کی امیر مرزا محمود نفاق کہتے ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ بات اس لئے معقول ہے کہ جن خصوصیات کی وجہ سے اتنی تکلیف اوٹھائی جن کو مر مر کر حاصل کیا جن کی بابت یہ کہنا بے جا نہیں کہ۔

دشمن کے طنز دوست کے پند آسمان کے جور
کیا کیا مصیبتیں نہ سہیں تیرے واسطے

وہی مخفی رکھی جائیں تو غالباً بہادری اور اخلاص مندی سے بعید ہے۔ اسی لئے ہم بھی قادیانی ممبروں کو چیلنج دیتے ہیں کہ اون خصوصیات پر ہمارے سامنے مقابلہ کے لئے لیکچر دو تو پھر دیکھیں کہ کیا رنگ پیدا ہوتا ہے۔ کیا قادیانی مشن کے امام مقتدی ہماری اس معقول درخواست کو منظور کریں گے؟ (آئندہ زمانہ خود بتلائیگا)۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔ نمبر ۳۱۔ مورخہ ۱۳ر جمادی الثانی ۱۳۳۰ھ مطابق ۳۱ر مئی ۱۹۱۲ء ص:۱-۳)

قادیانی گیدڑ بھبکی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

منشی قاسم علی دہلوی نے لکھا ہے۔ کہ مباحثہ لودہانہ میرے اور آپ کے درمیان تھا۔ تمام قوم مرزائیاں پر اس کا کوئی اثر نہیں۔ اس لئے آپ کا فتح قادیاں یا فاتح قادیاں وغیرہ مضامین لکھنے سے احمدیوں (مرزائیوں) کی دل آزاری ہے۔ پس یا تو معافی مانگو، یا تم پر نالش کی جائے گی۔

جواباً قلمی ہے آپ کو اور دیگر مرزائیوں کو اجازت دیتا ہوں۔ کہ بذریعہ عدالت بھی دل کے ارمان نکال لیں۔ اور سن رکھیں۔

عاشقاں از ہیبتِ تیغ تو سر پیچیدہ اند
جامیء بیچارہ را چوں دیگراں پنداشتی

ہم نے جو کچھ لکھا ہے۔ اُس کا ثبوت بفضلہٖ تعالیٰ ہمارے پاس کافی سے زیادہ ہے۔ جس کو بالا جمال شیخ سعدی مرحوم کے قول میں سُنائے دیتے ہیں۔

چو از قومے یکے بیدانشی کرد
نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را

تفصیل کے لئے کمرہ عدالت کا انتظار کیجئے۔ استغاثہ کی اخراجات کے لئے روپیہ کی ضرورت ہو۔ تو غنیمت حاصل کردہ مبلغ تین سو روپیہ میں سے کچھ رقم میں بھی بطور چندہ پیش کرنے کو تیار ہوں۔

ہاں دوستانہ نصیحت کیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ استغاثہ کرنے سے پیشتر دفعہ (۲۱۱) تعزیرات ہند کو دیکھ رکھیئے گا۔ پس۔

ہم بھی ہیں سینہ سپر قاتل لگا جو ہو سو ہو
آج دیکھیں کاٹ تیرے ابروئے خم دار کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔ نمبر ۳۲۔ مورخہ ۲۰ رجمادی الثانی ۱۳۳۰ھ مطابق ۷ رجون ۱۹۱۲ء ص: ۱۳)

قادیانی خلیفہ لاہور میں

ایک ضروری مسئلہ کا حل

۱۶-جون کو خلیفہ نورالدین صاحب نے لاہور میں لیکچر دیا جس کا مضمون بقول ہمعصر اخبار زمیندار یہ ہے کہ:

''ہم (قادیانی) کسی کلمہ گو کو کافر نہیں سمجھتے جو کلمہ گو ہے وہ مسلمان ہے۔'' (۲۰ جون ۱۹۱۲ء)

ہم اس خبر کو سن کر خوش ہیں کہ قادیانی جماعت بھی کلمہ گوؤں کو مسلمان جاننے لگی جس سے مسلمانوں میں بہت کچھ ملاپ اور اتفاق کی امید ہے مگر افسوس کہ واقعات صحیحہ ہم کو یہ خوشی منانے سے مانع ہیں جب تک اصل واقعات سے اس کا جواب نہ ملے کہ ہاں یہ فتویٰ خلیفہ صاحب اصل مذہب سے دیا ہے اور کسی مصلحت اور دور اندیشی پر نہیں دیا۔ گذشتہ زمانہ کی تحریرات مٹ نہیں گئیں۔ بلکہ ہمارے سامنے ہیں۔ کل کی بات ہے خلیفہ صاحب کی تقریر قادیانی اخباروں میں گشت کر رہی تھی کہ:

''ہمارا اور غیروں کا اختلاف اصولی ہے فروعی نہیں جب کہ بحکم لا نفرق بین احد من رسلہ کسی رسول کا انکار بھی کفر ہے تو مرزا صاحب مامور من اللہ ہیں اون کے انکار سے تفرقہ بین الرسل ہوتا ہے۔'' (الحکم ۲۸ فروری ۱۹۱۱ء، صفحہ ۴)

اس تقریر کا مطلب صاف ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ یا حضرت سید الانبیاء علیہم السلام کے انکار سے آدمی کافر ہوتا ہے اسی طرح مرزا صاحب کے انکار سے بھی آدمی کافر ہوتا ہے۔ اس لئے قادیانی خلیفہ صاحب سے بتوسط زمیندار اور بلاتوسط دریافت کرتے ہیں کہ تقریر مندرجہ الحکم کا مطلب کیا ہے۔ یہی ہے جو ہم نے سمجھا اور بتلایا یا کچھ اور ہے۔ یہی ہے تو لاہور والی تقریر میں آپ نے سابقہ تقریرات سے رجوع کیا یا کیا۔ اَور کچھ مطلب ہے تو کیا ہے۔ غالباً ہمارا سوال اہل علم اور اہل دانش کی نگاہ میں ہر طرح قابل

وقعت ہے۔مگر ہم وجدانی پیشگوئی کرتے ہیں کہ قادیانی جماعت مع خلیفہ صاحب اس سوال کا جواب نہ دیں گے(کیوں؟)۔

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔نمبر ۳۵۔مورخہ ۱۱رجب ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۸جون ۱۹۱۲ء۔ص:۲-۳)

قادیانی اخفاء حق

ایک صاحب شاہ محمد حسین از بنارس شکایت کرتے ہیں کہ میں نے قادیان کے اخبار بدر کو خط لکھا کہ

مخدوم بندہ جناب اڈیٹر صاحب۔سلام علیکم

عرض ہے کہ اہل حدیث میں مباحثہ تحریری جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری و میر قاسم علی صاحب دہلوی اڈیٹر الحق شائع ہوا ہے مگر چونکہ اب تک بدر میں نظر سے نہیں گذرا،اس لئے یقین نہیں آتا کہ دراصل ایسا ہوا یا نہیں؟ اگر ایسا نہیں ہوا ہے تو آنجناب کو بذریعہ بدر تردید چھاپنا ضرور تھا اور اگر یہ واقعہ درست ہے تو سچ کو پوشیدہ کرنا آپ جیسے حق نویس اڈیٹر کی شان سے بعید ہے۔لہذا امیدوار ہوں کہ اس تحریر کو معہ اپنے جواب باصواب کے بدر میں شائع فرما کر مشکور فرمایئے گا اور حالات مباحثہ سے بھی پبلک و نیز ناظرین بدر کو واقف فرمایئے گا۔

نیازمند شاہ محمد حسین۔خریدار بدر

اس کا جواب آیا کہ

جناب شاہ صاحب سلام علیک۔آپ کا خط پہونچا۔بدر کے کالم لدھیانہ کے مباحثہ کی ابتداء یا

انتہاء سے بے خبر ہیں۔اگر اس کی ابتداء یا تجویز کا اس میں کوئی ذکر ہوتا تو اس کی انتہاء کا ذکر ہوتا۔ اس کے متعلق مفصل حالات آپ کو خود اڈیٹر صاحب الحق سے مل سکیں گے۔انہوں نے اشتہار شائع کیا ہے۔محمد صادق۔قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

شاہ صاحب آپ کی خفگی ایک معنے سے بے جا ہے۔آپ جانتے ہیں کہ مباحثہ لودہانہ فریق ثانی کی خواہش سے ہوا۔انہی کی مجوزہ شرائط طے پائیں۔آخر انجام بھی صاف ہوا۔پھر ایسی شکست کی خبر کو نام نہاد صادق جن کی شان میں وارد ہے: برعکس نہند نام زنگی کافور، شائع کریں تو اپنی قوم میں ان کی کیا وقعت ہوسکتی ہے۔گو اخفا سے اس کا مقصود حاصل نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ خبر ایسی کچھ مخفی نہیں رہی تھی کہ قادیان سے نہ نکلے تو مرزائیوں کو پہونچ نہ سکے۔تاہم فریق ثانی کی کوشش بجا ہے۔

میں اسی کے متعلق ایک لطیفہ سناتا ہوں۔قادیانی پارٹی کے دماغ میں سمائی کہ ہم نالش کر کے روپیہ واپس لے لیں۔چنانچہ خواجہ کمال الدین لاہوری کے مکان پر کئی ایک مرزائی جمع تھے جن میں چند حیدرآباد دکن کے بھی تھے۔سب نے تائید کی کہ اس طرح نالش کر کے روا پیہ واپس لیا جائے کیونکہ سرپنچ نے فیصلہ ٹھیک نہیں وہ خود کہتا ہے کہ مجھ میں فیصلہ کرنے کی قابلیت نہیں۔بہت زور سے گفتگو ہوتی رہی۔مگر خواجہ کمال الدین نے اس رائے کو فیل کر دیا۔بایں وجہ کہ یہ مقدمہ ہائی کورٹ تک جائے گا۔اتنے دنوں کی تکلیف مقدمہ کے علاوہ روزانہ واقعات سخت تکلیف دہ ہوں گے۔اس لئے دعوی نہیں کرنا چاہیے۔گو مرزائی جماعت جو مرزا محمود اور اڈیٹر الحکم کی پارٹی میں ہیں خواجہ صاحب سے بہت کچھ کشیدہ اور گلہ گذار ہیں مگر ہمیں شک نہیں کہ خواجہ صاحب، قادیانی مشن کے سچے ہمدرد اور پکے مرزائی ہیں۔یہ بھی ان کا احسان ہے قادیانی جماعت پر کہ انہوں نے نالش کی اجازت نہیں دی۔ورنہ دیکھتے کہ لینے کے دینے پڑ جاتے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵۔جولائی ۱۹۱۲ء۔۱۸ رجب ۱۳۳۰ھ۔نمبر ۳۶ جلد ۹۔ص ۱۔۲)

قادیانی خلیفہ کا تلون

استقلال مزاج ایک ایسا وصف ہے کہ ہر حال میں محمود سمجھا جاتا ہے خصوصاً کسی جماعت کے رہنما اور سردار کے لئے تو ازبس ضروری ہے اس لئے خدا تعالی نے سید الانبیا ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا : لا یستخفنك الذين لا يو منو ن اے نبی تجھ سے ایسی کوئی حرکت نہ ہونے پائے کہ بے ایمان لوگ تجھ کو خفیف الحرکت سمجھیں۔

عرصہ سے قادیانی مشن میں یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ مرزا قادیانی کے منکرین کیا ہیں؟ ایک گروہ منکروں کو کافر کہتے ہیں۔ایک پارٹی کافر نہیں کہتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ جو کوئی ہم کو کافر کہے وہ ہمیں کافر کہنے کے سبب خود کافر ہوتے ہیں۔جس کا مطلب صاف ہے کہ محض مرزا صاحب کا انکار کفر نہیں (یہ رائے ان کی بھی غلط ہے جس کا ذکر اہل حدیث میں کئی دفعہ ہو چکا ہے) اس پارٹی کے سرگروہ خواجہ کمال الدین وکیل لاہوری ہیں۔

حکیم نورالدین خلیفہ قادیان کے علم وفضل پر مرزا صاحب اور ان کی جماعت کو بہت کچھ ناز تھا۔ اختلاف رائے سے قطع نظر حکیم صاحب کی وسعت نظر کے ہم بھی قائل ہیں لیکن حکیم صاحب نے مذہبی طور پر ایسا پہلو اختیار کر رکھا ہے کہ وہ کسی طرح قابل اصلاح ہو ہی نہیں سکتا اور اس کی بابت یہ کہنا بجا ہے کہ :

بنے کیوں کر کہ ہے سب کار الٹا
ہم الٹے بات الٹی یار الٹا

۲۸ فروری ۱۹۱۱ء کے اخبار الحکم قادیان میں آپ کی تقریر چھپی تھی جس میں خلیفہ صاحب نے یہ کہا تھا کہ ہمارا اور ہمارے مخالفوں کا اختلاف اصولی ہے۔مرزا صاحب کے انکار سے تفریق بین الرسل لازم آتی ہے حالانکہ خدا فرماتا ہے لا نفرق بين احدٍ من رسله ۔

اس تقریر سے صاف ظاہر ہے کہ خلیفہ صاحب کے نزدیک جیسا محمد رسول اللہ ﷺ کا انکار کفر ہے اسی

طرح مرزا صاحب کا انکار کفر ہے۔ خلیفہ کی اس تقریر سے مرزائی جماعت میں بڑی کھل بلی پڑ گئی۔ اول جماعت تو بہت خوش ہوئی مگر جماعت ثانیہ جس کے سرگروہ خواجہ کمال الدین ہیں اس کوشش میں رہے کہ جس طرح ہو سکے اس تقریر (کا اثر دور کرنے کی کوشش) کی جائے تاکہ مسلمانوں میں ہماری سرخ روئی باقی رہے۔ خواجہ صاحب لاہوری نے ۱۸۔ اگست ۱۹۱۱ء ...میں ایک اشتہار دیا جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ مرزا صاحب کا منکر جب تک مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر نہ کہے..... (کافر نہیں)...مشتہر کے الفاظ یہ ہیں:

میرے مرشد آقا حضرت مرزا صاحب کے نزدیک بھی وہی غیر احمدی کافر ہے جس نے پیش دستی کر کے آپ کو کافر کہا۔

اس اشتہار کا مطلب صاف ہے کہ محض انکار مرزا کفر نہیں۔ بہت خوب!

وہی خلیفہ صاحب قادیانی حکیم نورالدین جو فروری میں کہہ چکے تھے کہ مرزا صاحب قادیانی کا انکار لا نفرق بین احد من رسلہ کی ذیل میں آتا ہے، وہی خلیفہ صاحب بایں ہمہ علم و فضل اور ادعاء کمال روحانیت و خلافت اس اشتہار کی تصدیق کرتے ہیں۔ چنانچہ مشتہر صاحب اشتہار کے نیچے نوٹ دے کر لکھتے ہیں:

اس اشتہار کا مسودہ بجنسہ طبع یا شائع کرنے سے میں نے بحضور حضرت مخدوم مطاع عالی جناب حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت بابرکت میں استصواباً بھیج دیا اور حضرت مخدوم نے میرے مسودہ کو اپنے قلم کے ساتھ ان الفاظ ذیل سے مزین کر کے بھیج دیا:

مجھے پسند ہے، آپ شائع کر دیں۔ دستخط نورالدین

اور سنیئے! حال ہی میں خلیفہ صاحب بماہ جون لاہور تشریف لے گئے جہاں پر آپ کو ایک تقریر کرنے کا موقعہ ملا تو آپ نے جلی کٹی ایسی سنائیں کہ یاد کریں۔ فرمایا:

ہر نبی کے زمانہ میں لوگوں کے کفر اور ایمان کے اصول کلام الٰہی میں موجود ہیں۔ جب کوئی نبی آیا اس کے ماننے اور نہ ماننے والوں کے متعلق کیا دقت رہ جاتی ہے۔ ایچا پیچی کرنی اور بات ہے ورنہ اللہ تعالیٰ نے کفر، ایمان اور شرک کو کھول کر بیان کر دیا ہے۔ پہلے نبی آتے رہے ان کے وقت

میں دو ہی قومیں تھیں، ماننے والے اور نہ ماننے والے۔ کیا ان کے متعلق کوئی شبہ تمہیں پیدا ہوا اور کوئی سوال اٹھا کہ نہ ماننے والوں کو کیا کہیں، جواب تم کہتے ہو کہ مرزا صاحب کو نہ ماننے والوں کو کیا کہیں.... غرض کفر و ایمان کے اصول تم کو بتا دیئے گئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب خدا کے مرسل ہیں... اب ان کے ماننے اور انکار کا مسئلہ صاف ہے... کفر انکار ہی کو کہتے ہیں۔ ایک شخص (جو مرزا کے سوا باقی کو) مانتا ہے اس حصہ میں اس کو اپنا قریبی سمجھ لو جس طرح پر یہود کے مقابلہ میں عیسائیوں کو قریبی سمجھتے ہو۔ اسی طرح پر یہ مرزا صاحب کا انکار کر کے بھی ہمارے قریبی ہو سکتے ہیں اور مرزا صاحب کے بعد میرا انکار ایسا ہی ہے جیسے رافضی صحابہ کا کرتے ہیں۔ ایسا ف مسئلہ مگر نکمے لوگ اس میں بھی جھگڑتے ہیں۔ نکمے لوگ ہیں اور کام نہیں ایسی باتوں میں لگے رہتے ہیں ایک تو وہ ہیں جو قلعے فتح کرتے ہیں اور ایک یہ ہیں۔ (الحکم قادیان ۲۱ جون ۱۹۱۲ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

کیسی شستہ تقریر ہے۔ مطلب صاف ہے کہ مرزا صاحب کا انکار مثل انکار دیگر انبیاء کے ہے۔
بہت خوب! اول پارٹی نے سوچا ایسا نہ ہو مثل سابق دوسری پارٹی خلیفہ صاحب پر غالب آ کر کوئی نیا اشتہار اس مضمون کے خلاف دیدے، اس لئے انہوں نے جھٹ سے خلیفہ صاحب کو پختہ کرنے کے لئے ایک سوال مع جواب شائع کر دیا جو اخبار بدر میں درج ہے:

ذریعہ نجات: ایک شخص نے حضرت خلیفۃ المسیح سے سوال کیا کہ حضرت مرزا صاحب کے ماننے کے بغیر نجات ہے یا نہیں؟ فرمایا اگر خدا کا کلام سچ ہے تو مرزا صاحب کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی۔ (اخبار بدر۔ قادیان ۱۱ جولائی ۱۹۱۲ء ص ۲)

بس مطلب صاف ہو گیا۔ اب کسی ایرے غیرے کو دخل کی گنجائش نہیں۔ لاہور میں ایک معزز دوست نے کہا تھا کہ میں مرزائیوں سے پوچھا کرتا ہوں کہ جو تم کہتے ہو کفر کے معنی انکار کے ہیں جو شخص مرزا صاحب کو نہیں مانتا وہ لغوی معنی سے کافر یعنی مرزا کا منکر ہے۔ ہم یہ نہیں پوچھتے، ہمیں یہ بتلاؤ کہ مرزا جی کے انکار سے نجات پر کیا اثر پڑتا ہے۔ سو دوست موصوف خلیفہ صاحب کے اس جواب سے مطمئن ہو جائیں کہ

بقول خلیفہ صاحب جو کوئی مرزا صاحب کو نہ مانے گا وہ نجات نہ پاوے گا۔

ناظرین! خلیفہ نور الدین صاحب کے مذکورہ بالا تلونات کو دیکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ جناب خلیفہ صاحب بھی غالباً اس شعر کے مصداق ہیں

حلف عدوّ سے قسم مجھ سے کھائی جاتی ہے
الگ ہر ایک سے چاہت بتائی جاتی ہے

دیکھئے قادیانی پریس اس کا جواب کچھ معقول دیتا ہے یا مشکل سمجھ کر کسی جیل زا دے کے حوالے کر دیتا ہے۔

نوٹ: اس مضمون میں اس سے بحث نہیں کہ آیا واقع میں مرزا صاحب کا منکر کافر ہے یا نہیں اور یہ کہ خلیفہ قادیان کا فتویٰ کہاں تک صحیح ہے بلکہ محض خلیفہ صاحب کے تلونات دکھانے ہیں اور بس۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔ اگست ۱۹۱۲ء)

قادیانی مسیح کا نشان

پیرے کہ دم زعشق زند بس غنیمت است

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج تک ہم یہی کہتے رہے کہ مسیح موعود کی کوئی نشانی دکھاؤ جس سے سچے جھوٹے میں امتیاز ہو سکے۔ شیخ سعدی مرحوم بھی فرما گئے ہیں ؎

ہنر بنما اگر داری نہ جوہر

مگر قادیانی جماعت ہماری اس درخواست کو بڑی حیلہ جوئی سے ہمیشہ رد کرتی رہی جہاں کہیں موقع ملا (باستثناء لودہانہ) یہی جواب ملتا رہا کہ حضرت عیسےٰ کی وفات حیات پر پہلے بحث کر لو جو بالکل ایک اجنبی اور دور

از کار مسئلہ ہے۔ مگر شکر ہے کہ آخر کار ہماری درخواست نے اپنا رنگ دکھایا گو کسی صورت میں دکھایا۔ بہر حال قادیانی جماعت کو بھی مرزا صاحب کی نشان نمائی کا خیال دامنگیر ہوا چنانچہ قادیانی رسالہ ریویو کے فاضل ایڈیٹر نے اگست کے رسالہ ریویو میں ایک مضمون لکھا ہے جس کا عنوان ہے ''مسیحیوں کا آنے والا مسیح'' اس میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے خیالات متعلقہ حضرت مسیح کا ذکر کر کے نکتہ چینی کرتا جاتا ہے آخر میں اپنے مسیح کو مقابلہ میں پیش کر کے اوس کے نشانات دکھانے کو ایک بڑا نشان پیش کرتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:

''مسیح موعود کا ایک نشان: یہ نشان اس قدر کثرت سے احمد علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) کی زندگی میں ظاہر ہوئے کہ اون کا شمار بھی دشوار ہے اور آپ کی وفات کے بعد بھی خدا تعالیٰ نے بڑے بڑے زبردست نشانوں کے ساتھ آپ کی تصدیق کی اور یہ نشان ایسے نہیں کہ کسی ایک ملک یا ایک قوم میں محدود ہوں بلکہ جیسا آپ کا مشن عالمگیر تھا ایسا ہی آپ کے نشان عالمگیر ہیں اور زمین کا کوئی حصہ ایسا نہیں کہ وہاں کے لوگ حضرت مسیح موعود علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والتسلیم کے نشانوں کے گواہ نہ ہوں اور بعض نشان آپ کے ایسے عظیم الشان ہیں کہ کل دنیا اُن کی گواہ ہے۔ مثلاً گذشتہ دسمبر میں جو خدائے تعالیٰ نے مقام دہلی میں حضرت مسیح موعود کا ایک نشان دنیا کے سب سے بڑے بادشاہ جارج پنجم کے ہاتھ سے پورا کرایا دنیا کا کونسا ملک ہے جو اس نشان کا گواہ نہیں کیوں کہ یہ نشان ایسے حالات کے ماتحت پورا ہوا کہ اوسکی دھوم کل دنیا میں مچ گئی۔ برٹش گورنمنٹ نے آج سے قریبا ٦ سال پہلے بنگال کے دو حصے کر دیئے جس پر بنگالیوں نے شور مچایا مگر کسی نے اون کی بات کو نہ مانا۔ اُنہوں نے بہت زور لگایا کہ یہ تقسیم منسوخ کر دی جائے اور جس طرح پہلے بنگال ایک ہی صوبہ تھا ایسا ہی وہ پھر ایک صوبہ کر دیا جاوے مگر اُن کو صاف جواب دیا گیا کہ تمہاری یہ درخواست ہرگز قابل پذیرائی نہیں۔ پارلیمنٹ میں ایک بار نہیں بلکہ بار بار کھلے لفظوں میں ذمہ دار وزراء نے کہدیا کہ یہ ایک فیصلہ شدہ امر ہے جس میں اب کسی قسم کی ترمیم یا تنسیخ نہیں ہو سکتی۔ لارڈ کرزن کے بعد لارڈ منٹو آیا اوس نے بھی بنگالیوں کو یہی سنایا کہ خواہ کچھ ہو تقسیم بنگال بحال رہے گی۔ اس میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہوگا۔ غرض ہر طرف سے مایوسی ہی مایوس نظر آتی تھی اور کوئی عقلمند اس

وقت یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ایک ایسا امر جس کو گورنمنٹ باوجود بنگالیوں کے شور مچانے کے کر گذری ہے اوس امر کو گورنمنٹ پھر واپس لے لے گی جب بار بار خود پارلیمنٹ میں برملا کھلے الفاظ میں یہ اعلان کر دیا گیا کہ یہ ایک ایسا فیصلہ ہے جو منسوخ نہیں ہوسکتا اور یہ بنگالیوں کی ایک ایسی درخواست ہے جس کو کسی طرح بھی گورنمنٹ منظور نہیں کر سکتی تو کس طرح کوئی شخص امید کر سکتا تھا کہ خدا ایک ایسا دن لائے گا جب کہ بنگالیوں کی مراد پوری ہوگی اور جس چیز کو وہ مانگتے ہیں اور جس چیز کو دینے سے گورنمنٹ بار بار انکار کر چکی ہے وہ چیز بنگالی قوم کو حاصل ہو جائے گی۔ ایسے حالات میں آسمانی گورنمنٹ کی طرف سے زمین کے روحانی بادشاہ حضرت مسیح موعود کی طرف ایک سرکاری پروانہ بھیجا گیا اور اس میں حضرت خلیفۃ اللہ علی الارض کو کہا گیا کہ ہمارا یہ حکم کل دنیا کو سنا دو کہ

پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا اب اون کی دلجوئی ہوگی۔

یہ الٰہی حکم ۱۱-فروری ۱۹۰۶ء کو جاری ہوا مگر ظاہر میں کوئی صورت اس کے پورا ہونے کی نظر نہیں آتی تھی۔ ہر طرف مایوسی ہی مایوسی نظر آتی تھی۔ گورنمنٹ اس بات پر تُلی ہوئی تھی کہ تقسیم بنگالہ کو بحال رکھا جائے گا خواہ کچھ ہی ہو کیوں کہ یہ فیصلہ نہایت سوچ بچار کے بعد کیا گیا تھا اور باوجود بنگالیوں کی مخالفت کے اس فیصلہ کو عملی جامہ پہنایا گیا اس لئے صرف لوگوں کی ناجائز ایجی ٹیشن کی وجہ سے اس تجویز کو منسوخ کرنا گورنمنٹ اپنے سلطانی اصول کے برخلاف سمجھتی تھی اور اُس کے نزدیک تقسیم بنگالہ میں کسی قسم کی تبدیلی کرنا اپنے شاہانہ رعب کو کم کرنا تھا۔ اسی لئے بار بار وزراء نے پارلیمنٹ کے پلیٹ فارم پر اور وائسراؤں نے اپنی وائسرائی مسند پر کھڑا ہو کر نہ صرگ بنگالیوں کو بلکہ دنیا کو یہ سنا دیا تھا کہ ہمارا یہ فیصلہ ایک قطعی فیصلہ ہے جس میں کسی قسم کی تبدیلی کی امید کرنا ایک خام خیال ہے اور بنگالیوں کو کہا گیا کہ سن رکھو اور یاد رکھو کہ ہمارا آخری فیصلہ ہے اس میں کوئی تبدیلی نہو گی۔ ان بار بار کے انکاروں نے اور بھی بنگالیوں کی کامیابیوں کو ناممکن کر دیا تھا کیونکہ کوئی شخص یہ گمان نہیں کر سکتا تھا کہ جس امر کے بارے میں گورنمنٹ اور اوس کے عالیجاہ افسر اس قدر زور اور تکرار کے ساتھ صاف اور مضبوط لفظوں میں انکار کر چکے ہیں اوس کو پھر وہی گورنمنٹ جلدی ہی تبدیل کر دے گی۔

اس بار بار کے انکار کے اعلانوں نے خود بنگالیوں کو ناامید کر دیا اور وہ اس سے مایوس ہو گئے کہ گورنمنٹ تقسیم بنگالہ میں کوئی ایسی اصلاح کرے گی جس سے اون کی دلجوئی ہو۔ مگر خدائے تعالیٰ کی حکومت کل زمینی حکومتوں سے زبردست ہے۔ دنیا کی کل حکومتیں اُس کی چاکر اور غلام ہیں۔ اب جب کہ مایوسی پر لے درجہ تک پہونچ چکی اور کسی سینہ میں رائی بھر بھی اُمید باقی نہ رہی اوس وقت خدائے خدائے تعالیٰ نے اپنی بات پورا کرنے کے خود ہی سامان پیدا کرنے شروع کئے۔ جارج پنجم تخت پر بیٹھا۔ اور اون کے دل میں خدا کے فرشتوں نے یہ تحریک پیدا کی کہ میں ملک ہند کے قدیمی پایۂ تخت دہلی میں اپنی تاجپوشی کا جشن مناؤں۔ اوس احکم الحاکمین نے زمینی گورنمنٹ کے فیصلہ کو ایسے عجیب طریق سے بدل دیا کہ دنیا دیکھ کر ششدر رہ گئی اوس نے خدا نے ملک معظم کو جو اوس کا ایک ادنیٰ چاکر اور غلام ہے پہلے دستور کے برخلاف ہندوستان میں بھیجا۔ کنگ جارج بذات نفیس خود اپنے قیصری تخت کے سامنے کھڑا ہوا اور اوس وقت اوس نے اون نوابوں راجاؤں، گورنروں، جرنیلوں، کرنیلوں، فوجی سپہ سالاروں، وزیروں، امیروں کے اوس بے نظیر مجمع کے سامنے اپنی مبارک زبان سے ایک اعلان کیا۔ وہ اعلان کیا۔ وہ وہی اعلان تھا جو اس دربار سے ٹھیک پانچ سال دس ماہ قبل خدا کے خلیفہ نے اپنے دارالخلافت قادیان دارالامان سے شائع کیا تھا کہ پہلے

<u>بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا اب اون کی دل جوئی ہوگی</u>

پہلے سب اعلان اُس کی طرف سے اوس کے نائب السلطنت نے کئے مگر جب اس اعلان کی باری آئی جس کے لئے زمین و آسمان کے بادشاہ نے یہ سارا سامان کیا تھا اور جس کے لئے خود ملک معظم کو حقیقی شہنشاہ نے ہندوستان کی طرف سفر اختیار کرنے کا حکم دیا تھا جب اس اعلان کی باری آئی تو ملک معظم نے پسند نہ کیا کہ اس الٰہی پیغام کو وہ کسی دوسرے شخص کے ذریعہ اپنی ہند کے رعایا کو پہونچائے۔ اس لئے شاہ انگلستان قیصر ہندوستان نے اس اعلان کو خود اپنی زبان سے ادا کیا اور حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کے نشان کو اپنے ہاتھ سے پورا کیا۔ خدائے تعالیٰ نے یہ اس لئے کیا تا کہ اوس کے نشان کی عزت ہو اور اوس کے صادق مسیح کی شان دنیا پر ظاہر ہو۔ خدائے تعالیٰ نے

اپنے خلیفہ کا اس قدر اکرام کیا کہ اوس کے منہ کی بات کو ایک ایسے عظیم الشان انسان کے ہاتھ سے پورا کیا جو آج دنیا میں سب سے بڑا بادشاہ ہے۔" (ریویو آف ریلی جنز بابت اگست ۱۹۱۲ء)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ اوس مضمون کی اصل جان ہے جو اڈیٹر رسالہ نے حسب تقلید مرزا صاحب قادیانی ۲۵ صفحوں میں لکھا ہے اس کے اصل مطلب میں اڈیٹر مذکور کے ساتھ ہم بھی متفق ہیں وہ یہ کہ خدا نے بادشاہ کے دل میں یہ ڈالا کہ دہلی کا سفر کر کے تقسیم بنگالہ کی منسوخی کا اعلان کرے تاکہ جو لوگ مرزا صاحب قادیانی کو دیانتداری اور نیک نیتی سے سچا مانے ہوئے ہیں اون کی راہ نمائی کا ایک ذریعہ ہو جائے اور جو لوگ متعصب اور ضدی ہیں اون کو تو کوئی چیز ہدایت نہیں کر سکتی۔ اب سنئے تفصیل۔

کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ "بنگالیوں کی دلجوئی کی جاوے گی" مگر اپنی زندگی ہی میں اس کی ایسی تشریح کر دی تھی کہ اوس کے سننے سے یہ امر یقین کے درجے تک پہونچتا ہے کہ واقعی خدا ہی نے بادشاہ کو اس کام کے لئے مامور فرمایا تھا تاکہ گمراہوں کی ہدایت علی الاعلان ہو جائے۔ اس مضمون کو ہم نے ۲۹- دسمبر ۱۹۱۱ء اور ۲۳ فروری ۱۹۱۲ء کے اہلحدیث میں مفصل لکھا ہے۔ قادیانی پریس کی دلیری اس حد تک پہونچ گئی ہے کہ اون کے کسی مضمون کا مفصل جواب خود اون کے حوالوں سے بھی دیا جائے تاہم وہ اون حوالوں کی طرف غور نہیں کرتے بلکہ نئے سرے سے اوس مضمون کو دہراتے ہیں تاکہ ناواقفوں کی غلط فہمی کا موجب ہو سکے اس لئے ہم بھی اوسی مضمون کو جو مندرجہ بالا تاریخوں میں لکھا ہے یہاں بالاختصار جمع کر کے قادیانی پریس کی ایمانداری اور مرزائی مذہب کی بنیاد اور نشانات کی کیفیت دکھاتے ہیں۔ جناب مرزا صاحب یعنی خود بدولت مسیح موعود اور مہدی مسعود لکھتے ہیں:

"۱۱- فروری ۱۹۰۶ء کو بنگالہ کی نسبت ایک پیشگوئی کی گئی تھی جس کے یہ الفاظ تھے۔

"بنگالہ کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا تھا۔ اب اون کی دلجوئی ہوگی۔"

اس کی تفصیل یہ ہے جیسا کہ سب کو معلوم ہے۔ گورنمنٹ نے تقسیم بنگالہ کی نسبت حکم نافذ کیا تھا اور یہ حکم بنگالیوں کی دل شکنی کا باعث اس قدر ہوا تھا کہ گویا اون کے گھر میں ماتم پڑ گیا تھا اور انہوں

نے تقسیم بنگالہ کے رُک جانے کی نسبت بہت کوشش کی مگر ناکام رہے بلکہ برخلاف اس کے یہ نتیجہ ہوا کہ اون کا شور وغوغا گورنمنٹ کے افسروں نے پسند نہ کیا اور اون کی نسبت ان افسروں کی طرف سے جو کچھ کارروائیاں ہوئیں اس میں اس جگہ اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں خاص کر فلر لفٹنٹ گورنر کو اونہوں نے اپنے لئے ملک الموت سمجھا اور ایسا اتفاق ہوا کہ اون ایام کہ بنگالی لوگ اپنے افسروں کے ہاتھ سے دکھ اٹھا رہے تھے اور سر فلر کے انتظام سے جاں بلب تھے مذکورہ بالا الہام ہوا یعنی یہ کہ

''پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا ہے اب اون کی دلجوئی ہوگی۔''

چنانچہ میں نے اس پیشگوئی کو اونہی دنوں شائع کر دیا۔ سو یہ پیشگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ بنگالہ کا لفٹنٹ گورنر فلر صاحب کے ہاتھ سے بنگالی لوگ تنگ آ گئے تھے اور اس قدر شاکی تھے کہ اون کی آہیں آسمان تک پہونچ گئی تھیں یک دفعہ مستعفی ہو گیا۔ وہ کاغذات شائع نہیں کئے گئے جن کی وجہ سے استعفا دیا گیا مگر فلر صاحب کے استعفا پر جس قدر خوشی کا اظہار بنگالیوں نے کیا ہے جیسا کہ بنگالی اخباروں سے ظاہر ہے وہ سب سے بڑھ کر گواوس بات پر ہے کہ بنگالیوں نے فلر کی علیحدگی میں اپنی دلجوئی محسوس کی ہے اور فلر کے استعفا دینے سے اون کے خوشی کے جلسے اور عام طور پر خوشی کے نعرے اس بات کی شہادت دیے رہے ہیں کہ درحقیقت فلر کی علیحدگی سے اون کی دلجوئی ہوئی ہے بلکہ پورے طور پر دلجوئی ہوگئی ہے اور یہ کہ اونہوں نے فلر کی علیحدگی کو اپنے لئے گورنمنٹ کا بڑا احسان سمجھا ہے۔ پس فلر کے استعفا میں جس غرض کو گورنمنٹ نے اپنی کسی مصلحت سے پوشیدہ رکھا ہے وہ غرض بنگالیوں کی بیحد خوشیوں سے ظاہر ہورہی ہے اور اس سے بڑھ کر پیشگوئی کے پورا ہونے کا اور کیا ثبوت ہوگا کہ بنگالیوں نے اپنی دلجوئی اس کارروائی میں خود مان لی ہے اور گورنمنٹ کا بے انتہا شکر کیا ہے۔ اور یہ میری پیشگوئی صرف ہمارے رسالہ ''ریویو آف ریلیجنز'' میں ہی شائع نہیں ہوئی تھی بلکہ پنجاب کے بہت سے اخباروں نے اس کو شائع کیا تھا۔ یہاں تک کہ خود بنگالہ کے بعض نامی اخباروں نے اس پیشگوئی کو شائع کر دیا تھا۔'' (حقیقت الوحی صفحہ ۲۹۶-۲۹۷)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

یہ اس حوالے سے تو صرف اتنا ثابت ہوا کہ جناب موصوف کی پیشگوئی سر فلر لاٹ صاحب ڈھاکہ کے استعفا دینے سے پوری ہوگئی۔ جو ایسی بڑی پیشگوئی کو ملحوظ رکھ کر بالکل اس مثال کے مشابہ میں ''کوہ کندن وکاہ برآوردن'' مگر ہمارا مطلب صرف اسی سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ کیوں کہ ہمیں یہ ثابت کرنا منظور ہے کہ خدائے تعالیٰ نے بادشاہ سلامت کو اس غرض سے بھیجا کہ تقسیم بنگالہ کی منسوخی کا اعلان کر کے قادیانی الہام اور مذہب کے کھلے لفظوں میں تکذیب کرے اوس کی تفصیل بھی سنئے۔ مرزا صاحب کے اسی رسالہ ریویو بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۶ء میں خود بدولت کی زندگی ہی میں ایک تحریر شائع ہوئی تھی جو یہ ہے

''بنگالہ کی نسبت جو پیشگوئی آج سے چھ سات ماہ پہلے شائع کی گئی تھی۔ اس پر غور کرو کہ کس صفائی سے پوری ہوئی۔ پیشگوئی کے شائع ہونے کے وقت بنگالیوں کی شورش اور فساد حد درجہ تک پہونچی ہوئی تھی۔ اور اودھر سر فلر کی گورنمنٹ اس بات پر تلی ہوئی تھی کہ اس تمام فساد کو زور سے دبایا جاوے۔ ایسے وقت میں دو قسم کی امیدیں تو لوگوں کے دلوں میں ضرور تھیں یعنی بعض لوگوں کا یہ خیال تھا کہ شائد گورنمنٹ بنگالیوں کی شورش وغیرہ سے دب کر تقسیم بنگال کو منسوخ کر دے گی۔ چنانچہ بعض نجومیوں نے ایسی پیشگوئیاں اپنی جنتریوں میں شائع بھی کر دی تھیں۔ دوسری طرف جو لوگ اس امر سے واقف تھے کہ سر فلر کیسا مستعد اور کسی سے نہ دبنے والا حاکم ہے۔ ان کا یہ خیال تھا کہ گورنمنٹ اس تمام شورش کی کوئی پرواہ نہیں کرے گی۔ اور قانون کے منشاء کے مطابق اس شورش کو (مناسب ذرائع عمل میں لاکر) فرو کرے گی۔ لیکن ان دو خیالوں کے سوا اور کوئی خیال اوس وقت کسی نے ظاہر نہیں کیا۔ انہی حالات کے نیچے ۱۱ فروری ۱۹۰۶ء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر پا کر حضرت مسیح موعود نے اس امر کا اعلان کیا کہ اس حکم کے متعلق جو ہو چکا ہے اب گورنمنٹ صرف ایسا طریق اختیار کرے گی جس سے بنگالیوں کی دلجوئی ہو۔ جس کا یہ صاف صاف مفہوم ہے کہ جو خیال لوگوں کے دلوں میں ہیں وہ دونوں پورے نہیں ہوں گے بلکہ ایک ایسا طریق اختیار کیا جاویگا جس سے تقسیم بھی منسوخ نہو اور اہل بنگال کی دلجوئی بھی ہو جائے۔ اب جس وقت تک نئے صوبہ کی حکومت سر فلر کے ہاتھ میں تھی اس وقت تک کسی بات سے بنگالیوں کی دلجوئی کا مقصد حاصل نہیں

ہوسکتا تھا۔ کیوں کہ ایک طرف تو سر فلر بھی ایک زبردست حاکم تھا اور دوسری طرف بنگالیوں کو اس سے اس کی بعض کارروائیوں کے سبب سے خاص عناد تھا اور بظاہر پانچ سال تک جب تک سر فلر کا زمانہ حکومت خود بخود ختم ہو جاتا گورنمنٹ کی پالیسی بنگالیوں کی نسبت بدل نہیں سکتی تھی۔ مگر وہ علیم خدا جس نے اپنے بندہ پر پیش از وقت یہ ظاہر کیا تھا کہ اب بنگالیوں کی دلجوئی ہوگی وہ خوب جانتا تھا کہ کس طرح پر واقعات پیدا ہونے والے ہیں جن سے دلجوئی کی جاوے گی۔ چنانچہ یک بیک جب کسی کو خیال بھی نہ تھا سر فلر نے استعفاء پیش کیا اور گورنمنٹ نے اسے منظور کیا۔ یہ بات کہ اس استعفا سے بنگالیوں کی دلجوئی ہوئی ایسی صاف ہے کہ ایک سخت سے سخت دشمن بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا۔ جو خوشیاں بنگالہ میں سر فلر کے استعفا پر ہوئی ہیں اور جس پر بنگالی اخباروں نے خوشی کے نعرے بلند کئے ہیں اور کالموں کے کالم اسی خوشی میں سیاہ کئے ہیں اس سے بہت کم لوگ ناواقف ہونگے۔ اور یہ سب باتیں صاف ظاہر کرتی ہیں کہ بنگالیوں نے گورنمنٹ کی اس دلجوئی کو خوب محسوس کیا ہے۔'' (ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۶ء)

شیخ الاسلام امرتسریؒ فرماتے ہیں: اس حوالہ میں زیر خط فقرہ غور طلب ہے کہ ''تقسیم بنگالہ منسوخ نہ ہو اور اہل بنگالہ کی دلجوئی بھی ہو جائے'' کیا اب بھی کسی کے دل میں شک ہوسکتا ہے؟ کہ تقسیم بنگالہ کے منسوخ ہونے سے واقعی مرزائی الہام اور قادیانی مذہب کی پوری تکذیب ہوتی ہے اور اس تکذیب کے لئے خدا ہی نے بادشاہ سلامت کو مامور فرمایا۔ ہمارا بھی اس پر صاد ہے۔

تعجب یہ لوگ کس برتے پر ولایت جا کر تبلیغ کرنا چاہتے ہیں جب ان کی تحقیق اور ان کے مناظرہ کی یہ شان ہے کہ ایک حوالہ انہی کے قلم کا لکھا ہوا پیش کیا جاتا ہے نہ تو اوس کی تکذیب کرتے ہیں نہ جواب دیتے ہیں اور بقول ''ڈھاک کے تین پات'' اپنی ہی کہے جاتے ہیں اور جی خوش کرنے کو کہتے ہیں دنیا کی اصلاح کے لئے جو جماعت خدا نے قائم کی ہے وہ یہی قادیانی جماعت ہے واہ کیا کہنے ہیں:

بلائے زلف جاناں کی اگر لیتے تو ہم لیتے
بلا یہ کون لیتا جان پر لیتے تو ہم لیتے

ناظرین! للہ فی اللہ، غور کریں، کیا سچوں کی یہی شان ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔ نمبر ۴۵/ ۴۶۔ مورخہ ۲۳ ر رمضان-۱ ر شوال ۱۳۳۰ھ مطابق ۶-۱۳ر ستمبر ۱۹۱۲ء ص:۱-۴)

خواجہ کمال الدین ولایت میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خواجہ کمال الدین وکیل لاہور مرزا صاحب قادیانی کے راسخ مریدوں میں ہیں۔ الاّ آپ کو تبلیغ اور اشاعت کا بہت شوق ہے۔ باوجودیکہ آپ عربی نہیں جانتے مگر شوق اشاعت میں آپ تقریریں خوب کرتے ہیں گو آپ مرزائی ہیں مگر زمانہ شناس بھی پورے ہیں اس لئے ہندوستان میں جس جس مقام پر آپ نے آج تک تقریریں کی ہیں کبھی بھولے سے بھی قادیانی مشن کا نام نہیں لیا۔ آج کل اخبارات میں یہ خبر گشت کر رہی ہے کہ آپ انگریزی ولایت انگلستان وغیرہ میں تبلیغ دین کی غرض سے گئے ہیں۔ ہم خواجہ صاحب کی متانت اور قابلیت سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ ولایت میں بھی قادیانی مشن کا ذکر نہ کرینگے۔ ورنہ نہ تو اس کا ذکر مفید ہوگا نہ خواجہ صاحب کی عزت ہوگی کہ قادیانی مشن اپنی سچائی کے دلائل ایسے رکھتا ہے کہ آفتاب آمد دلیل آفتاب محض اشاعت اسلام کے لحاظ سے ہم بھی خواجہ صاحب کے سفر کو مبارک سمجھتے ہیں اور اون کے حق میں دعا کرتے ہیں۔ ’’بسلامت روی وباز آئی۔‘‘

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۹۔ نمبر ۴۸۔ مورخہ ۱۵ ر شوال ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۷ ر ستمبر ۱۹۱۲ء ص:۱۱)

قادیانی فیصلہ کی نگرانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین کو یاد ہوگا کہ مرزا صاحب قادیانی نے میرے متعلق ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار دیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا آخر جو ہوا وہ عیاں۔ مگر مرزا جی کے بعد جو شیلے مریدوں کو چین نہوں یہاں تک کہ اونہوں نے انعامی تین سو کا اشتہار دیا کہ اس مضمون پر ہم سے بحث کر لو چنانچہ اپریل گذشتہ کو بمقام لودہانہ بتقرر سہ منصفان مباحثہ ہوا مقابلہ میں منشی قاسم علی صاحب دہلوی تھے فیصلہ بفضلہٖ تعالیٰ ہمارے حق میں ہوا۔ یہ فیصلہ کیا تھا جنگ بدر تھی۔ جب سے جنگ بدر میں بمقام لودہانہ اہل حق کو فتح حاصل ہوئی ہے فریق مغلوب سخت سٹ پٹا رہا ہے بقول حضرت شیخ سعدی مرحوم

ثوں حجت نماند جفا جوئے را

بہ پیکار گردن کشد روئے را

ہر قسم کی گالی گلوچ پر اترا ہوا ہے۔ ہمارے معزز مخاطب منشی قاسم علی ایڈیٹر رسالہ احمدی دہلی نے تاریخ فتح لودہانہ سے جتنی تحریریں شائع کی ہیں اون سب میں نیزا بازی اور دشنام دہی اتنی کی ہے کہ دیکھنے والا ہر ایک تحریر کو کافی سے زیادہ سمجھے میرے خیال میں اونہوں نے مبلغ تین سو جو ہم کو انعام میں دیئے تھے غالباً فی روپیہ چونسٹھ گالیاں دے چکے ہیں آئندہ جو ہونگی وہ سود ہوگا۔ پھر سود در سود۔ خیر ہمیں اس سے کیا مطلب ہم نے اور اَور لوگوں نے بھی بسا اوقات عدالتوں میں دیکھا ہوگا کہ فریق مغلوب جب عدالت سے نکلتا ہے تو جو اوس کے سامنے آئے اپنے گواہوں یا وکیل حاکم ہو یا پیادہ سب کو گالیاں دیتا اور اناپ شناپ بکتا ہے ایسی حالت میں کون دانا ہے جو اوس کو معذور نہ سمجھے ٹھیک اسی طرح ہم بھی فریق مغلوب کو معذور جانتے ہیں۔ ہاں اس خیال سے کہ ان گالیوں کے سننے سے پبلک ناظرین کو ہمیشہ کے لئے راحت ملے ہم ایک تجویز بتلاتے ہیں جو نہایت ہی منصفانہ اور عاقلانہ ہے جس کی تحریک بھی دراصل منشی قاسم علی صاحب دہلوی نے از خود کی تھی مگر کر کے خاموش

ہوگئے وہ تجویز یہ ہے کہ بقول آپ کے سابقہ فیصلہ غلط ہوا اور اس مناظرہ کے بعد آپ کو بہت سا ثبوت اپنی تائید میں ملا ہے تو بسم اللہ ہم نئے سرے سے مباحثہ کو حاضر ہیں وہی شرائط جو پہلے آپنے مقرر کی تھیں اور وہی طریق فیصلہ منظور بلکہ آپ اگر لودہانہ میں آنے سے شرمائیں تو میدان مناظرہ بجاء لودہانہ کے ہمیں لاہور بھی منظور ہوگا۔ سرپنچ اُسی طرح کوئی غیر مسلم ہوگا غرض سب شرائط بدستور رقم انعام بھی بدستور کسی امین کے سپرد ہوگی۔ ہاں محض رعایت سے ہم انعامی رقم میں تھوڑی سی کمی بھی کر دیتے ہیں یعنی بجاء سہ صد کے دوصد پر قناعت کرتے ہیں۔ کیا مرزا صاحب کے جوشیلے مرید فیصلہ ثانی کرانے کے لئے تیار ہونگے؟ (دیدہ بائد)

قادیانی مشن کے ممبرو! ؎

سنبھل کے رکھیو قدم دشتِ خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۰۔ نمبر ۵۔ مورخہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۹ نومبر ۱۹۱۲ء ص: ۳)

قادیانی مشن کا فیصلہ
قادیانی مسیح کے اقرار سے

حضرت شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

عرصہ سے ہم قادیانی مشن کے متعلق کم لکھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ قادیانی مشن کو اب ہم بفضلہ تعالیٰ (خواہ وہ ہم سے اس راء میں متفق نہوں) اپنا مفتوحہ اور پائمال ملک سمجھتے ہیں اور اس قابل نہیں جانتے کہ اس کو مخاطب کیا جائے۔ قادیانی مشن بھی اس شکست کو محسوس کرتا ہے۔ اسی لئے قادیانی اخبارات ہمارے خطاب اور جواب سے ''چناں خفتہ اند گویا مردہ اند'' مگر ان کا ایک جوشیلہ ممبر (منشی قاسم علی دہلوی) کا چراغ سحری قدرے

ٹمٹماتا ہے وہ اس جوش میں اتنی گالیاں دیتا ہے کہ ہمیں اون کے جواب میں یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ ؎

کیسے پیارے ہیں تیرے شیریں ہونٹ
گالیوں سے بھی بے مزا نہوئے

اس کی گالیوں سے ہمیں رنج نہیں کیوں رنج نہیں؟ اس لئے کہ ایک تو یہ گالیاں اس کی مغلوبیت کی علامت ہیں۔ دوم وہ اس جوش وخروش میں خرگوش کی طرح ایسا لنگڑا چلتا ہے کہ بل کے پاس پہونچنے سے پہلے ہی گرجاتا ہے اور اُس کے ہتھیار ہم کو وہی کام دیتے ہیں جو طرابلس میں اٹلی والوں کے ہتھیار عربوں کو کام دیتے تھے۔

دیکھئے آج ہم ایک ایسا حوالہ اوس کی تحریر سے سناتے ہیں جو ہمارے ذہن میں نہ تھا۔ غور سے سنئے۔

منشی صاحب موصوف اپنے رسالہ احمدی (دہلی) میں بعد دینے دشنامہائے کثیرہ وافرہ کے ایک مضمون میں یہ فرماتے ہیں:

''حضور (مرزا صاحب) نے ۲۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو بوقت سیر ایک خادم کے سوال پر جو کہ اوسنے کسی مخالف کی طرف سے پیش کیا تھا فرمایا کہ یہ کہاں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرجاتا ہے ہم نے تو اپنی تصنیفات میں ایسا نہیں لکھا لاؤ پیش کرو وہ کونسی کتاب ہے جس میں ہم نے ایسا لکھا ہے ہم نے تو یہ لکھا ہے کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہوجاتا ہے۔

(رسالہ احمدی بابت جون صفحہ ۱۴۔۱۵)

شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ لکھتے ہیں: سبحان اللہ کیا صداقت ہے، مگر واہ رے تعصب کہ باوجود اس صریح اور صاف اقرار کے ابھی تک ان کو خبر نہیں کہ اس کا اثر کیا ہوا۔ یہی معنی ہیں قول خداوندی کے

فانها لاتعمى الابصار ولكن تعمى القلوب التى فى الصدور

(آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں دل اندھے ہوجاتے ہیں)

سچ فرمایا:

لهم قلوب لايفقهون بها ولهم اعين لايبصرون بها ولهم اٰذان لايسمعون بها

اولـئك كالانعام بل هم اضل واولئك هم الغافلون ''ان کے دل ہیں مگر اون دلوں کے ساتھ سمجھتے نہیں اون کی آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں اون کے کان ہیں مگر سنتے نہیں یہ لوگ چار پاؤں کی طرح بلکہ اون سے بھی گئے گذرے ہیں۔ یہی لوگِ غافل ہیں (جو بدیہیات کو بھی نہیں دیکھتے)

ناظرین! ذرہ غور فرمایئے کہ جناب مرزا صاحب اس تحریر میں اقرار کرتے ہیں کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہوتا ہے وہ سچے کی زندگی میں مرجاتا ہے مرزا صاحب نے ساری عمر میں صرف ایک شخص مولوی عبدالحق غزنوی (امرت سری) سے بمیدان عیدگاہ امرت سر بماہ مئی ۱۸۹۳ء مباہلہ کیا ہے اور کسی سے اس طرح اصلی معنوں میں مباہلہ نہیں کیا۔ نتیجہ کیا ہوا؟ وہی جو کسی اہل ملک سے مخفی نہیں کہ مولوی عبدالحق غزنوی تاحال زندہ ہیں اور جناب موصوف عرصہ سے تشریف لے گئے ہیں۔ قادیانی مشن کے ممبرو! الیـــس فیکم رجل رشید بتلا سکتے ہو دونوں (عبدالحق غزنوی اور مرزا قادیانی) میں سے کون سچا ہے؟ یہی معنی ہیں ؎

اُلجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

دیکھئے اس کے جواب میں کوئی جیل زادہ گالیوں سے بھڑاس نکالتا ہے یا جواب بھی معقول دیتا ہے (دیدہ باید)۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۰۔ نمبر ۶۔ مورخہ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ مطابق ۶ دسمبر ۱۹۱۲ء ص:۳)

صحیفہ محبوبیہ

(جس میں قادیانی رسالہ صحیفہ آصفیہ کا مکمل جواب ہے۔بقلم ابوالوفاء ثناءاللہ امرتسری فاتح قادیان بتاریخ ۱۵ دسمبر ۱۹۰۹ء مطبع اہل حدیث امرتسر میں طبع ہوا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ان دنوں ایک کتاب موسومہ صحیفہ آصفیہ یعنی تبلیغ بحضور نظام، قادیانی مشن سے نکلی ہے جو ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء کو میرے مطالعہ میں آئی۔ اس کتاب میں قادیانی خلیفہ حکیم نورالدین صاحب کی طرف سے حضور پرنور نظام والی ریاست حیدرآباد دکن کی خدمت میں حوادث ارضی وسماوی عموماً اور واقع طوفان بلدہ حیدرآباد خصوصاً یاد دلا کر حضرت ممدوح کو قادیانی مشن کی تبلیغ کی ہے کہ ان واقعات حادثہ کی خبر ہمارے امام مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے سے دی تھی اس لئے مرزا صاحب قادیانی مامور من اللہ اور مسیح موعود اور مہدی مسعود ہیں۔

چونکہ قادیانی مشن سے بحمد اللہ خاکسار کو پوری واقفیت ہے اس لئے حضور اعلیٰ (سبحان ربی الاعلی۔ فافہم) نے اس بندہ درگاہ کو بالقاء مامور فرمایا کہ حضور پرنور شاہ دکن کی طرف سے رسالہ صحیفہ آصفیہ کا جواب لکھوں جس سے حضور پرنور کے خدام پر اور دیگر اہل اسلام پر بلکہ عامہ انام پر اصل حال منکشف ہو سکے۔ و ما توفیقی الا باللہ۔ اسی مناسبت سے اس رسالہ کا نام صحیفہ محبوبیہ رکھا۔ خدا قبول فرماوے۔

خاکسار۔ابوالوفاء ثناءاللہ (مولوی فاضل) امرتسر شوال ۱۳۲۷ھ۔ مطابق ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۹ء

باب اول

حکیم نورالدین صاحب خلیفہ قادیانی نے اپنے مضمون (صحیفہ آصفیہ) میں دو باتوں کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے:۔

ا۔دنیا میں بدکاری کثرت سے ہے جوان آفات ارضی اور سماوی کی موجب ہے۔

۲۔چونکہ مرزا صاحب قادیانی نے ان واقعات کی پیش از وقت خدا سے علم پا کر خبر دی ہے لہذا وہ ملہم ربانی اور خلیفہ سبحانی تھے۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ امر اول کی بابت تو کسی کو انکار نہیں۔نہ انکار کی گنجائش ہے کہ دنیا کی آبادی میں کوئی نسبت نہیں ملتی کہ نیک اور بد کو ممتاز کر سکے۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ بنی آدم میں فی ہزار،نوسو ننانوے جہنمی ہوں گے اور ایک جنتی۔زمانہ حال پر نظر کرنے سے اس حدیث کی تصدیق یوں ہوتی ہے کہ شائد زمانہ سلف کے صلحا کو ملا کر یہ نسبت ہو سکے ورنہ فی الحال تو،فی لاکھ بھی یہ نسبت پیدا نہیں ہوسکتی۔

ہر ایک طبقے کے لوگ اپنے اپنے فرائض سے غافل ہیں ..چونکہ یہ امر واقعی ہے کہ اہل دنیا اپنے فرائض سے غافل ہی نہیں بلکہ انہیں توڑ رہے ہیں اس لئے حکیم نورالدین صاحب کے اس حصے پر کسی طرح کی تنقید کی حاجت نہیں۔البتہ آپ کی تحریر کا دوسرا پہلو کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو خدا کی طرف سے غیوب پر اطلاع ہوتی تھی،قابل غور ہے۔چنانچہ اسی پہلو پر ہم غور کریں گے۔

حکیم نورالدین صاحب نے جو واقعات اور حوادث پیش کئے ہیں ان کی تحقیق تو ہم آگے چل کر کریں گے سر دست ہم حکیم صاحب کو اہل علم کا اور خود مرزا صاحب قادیانی کا مسلّمہ اصول بتلاتے ہیں کہ

موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہوتا ہے۔

یعنی کسی مدعی کے صدق کے لئے جملہ امور میں سچا ہونا ضروری ہے،اور کذب کے لئے بعض امور بھی کافی ہیں۔چنانچہ مرزا صاحب قادیانی خود بھی لکھتے ہیں:

ممکن ہے کہ ایک خواب سچی بھی ہو اور پھر بھی شیطان کی طرف سے ہو، اور ممکن ہے کہ ایک الہام سچا ہو اور پھر بھی شیطان کی طرف سے ہو۔ (حقیقت الوحی)

پس ہم چند الہام مرزا غلام احمد صاحب کے بطور نمونہ دکھاتے ہیں جن کی بابت ان کو خود اقرار ہے کہ ان کے صدق سے میں صادق اور ان کے کذب سے میں کاذب۔ چنانچہ اصلی الفاظ آپ کے یہ ہیں:

ماسوا اس کے بعض اور عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض امتحان میں ہیں جیسا کہ منشی عبداللہ آتھم صاحب امرتسری کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۵ جون ۱۸۹۳ء سے پندرہ مہینہ تک، اور پنڈت لیکھ رام پشاوری کی موت کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۱۸۹۳ء سے چھ سال تک ہے۔ اور پھر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی موت کی نسبت پیش گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جس کی میعاد آج کی تاریخ سے جو اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں کیونکہ احیاء اور اماتت دونوں خدا تعالی کے اختیار میں ہیں اور جب تک کوئی شخص نہایت درجہ کا مقبول نہ ہو خدا تعالی اس کی خاطر سے کسی اس کے دشمن کو اس کی دعا سے ہلاک نہیں کر سکتا خصوصاً ایسے موقع پر کہ وہ شخص اپنے تئیں منجانب اللہ قرار دیوے اور اپنی اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل ٹھہراوے۔ سو پیشگوئیاں کوئی معمولی بات نہیں کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں۔ سو اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیشگوئیوں کے وقتوں کا انتظار کرے۔ (شہادۃ القرآن مصنفہ مرزا قادیانی۔ ص ۸۰۔۸۱)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں: پس بہت ضروری ہے کہ اس اقرار یا اعلان مرزائی کے مطابق پہلے ہم آپ کی ان پیش گوئیوں کی تحقیق کریں۔

پیش گوئی اول، بابت آتھم

مرزا صاحب قادیانی نے جون ۱۸۹۳ء میں بمقام امرتسر عیسائیوں سے مباحثہ کیا تھا۔ عیسائیوں کی طرف سے مسٹر عبداللہ آتھم مناظر تھے۔ مباحثہ کے خاتمہ پر مرزا صاحب نے ایک پیش گوئی بالفاظ ذیل کی تھی:

آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب کہ میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب یہ پیشین گوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔

(جنگ مقدس۔ص ۱۸۸۔۱۸۹)

اس عبارت کا مدعا صاف ہے کہ فریق مقابل یعنی عبداللہ آتھم جس نے ۱۵ روز تک مرزا صاحب سے مباحثہ کیا تھا تاریخ اظہار پیش گوئی سے ۱۵ ماہ تک مر جائے گا۔ اس مقام کے علاوہ اور بھی کئی ایک مقامات پر مرزا صاحب قادیانی کو اعتراف ہے کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم والی پیش گوئی میں موت مراد تھی۔ چنانچہ اپنے رسالہ کرامات الصادقین میں لکھتے ہیں:

فبینما انا فی فکرہ لا جل ظفر الاسلام و افحام اللیام فاذا بشرنی ربی بعد دعوتی بموتہ (آتھم) الی خمسۃ عشر اشھر من یوم خاتمۃ

البحث (سرورق صفحہ اخیر) (یعنی آتھم کی موت ۱۵ ماہ میں ہوگی)

اور سنیئے ! مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ موت کی پیش گوئی اس (آتھم) کے حق میں کی گئی تھی اور اس پیش گوئی کی ۱۵ مہینے میعاد تھی۔ (تریاق القلوب۔ ۵۴)

اور سنیئے ! مرزا جی فرماتے ہیں:

یاد رکھنا چاہیے کہ عبداللہ کی نسبت بھی موت کی پیش گوئی تھی۔ (حقیقت الوحی۔ ص ۱۸۶)

یہ تینوں حوالے یکے بعد دیگرے مختلف اوقات کی شہادتیں ہیں۔ موخر الذکر سب سے آخری اقرار ہے۔ جس کتاب (حقیقت الوحی) میں یہ اعتراف ہے وہ ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی تھی، گویا اس بارے میں مرزا صاحب قادیانی کی آخری تصنیف ہے۔ اس سے معلوم ہوتا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آخری عمر تک اس پیش گوئی کو موت ہی کے معنی میں سمجھتے رہے تھے۔ اور بس۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ مسٹر عبداللہ آتھم مقررہ مدت کے اندر مرا؟

ہرگز نہیں، کیوں کہ ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء تک میعاد تھی، مگر وہ جولائی ۱۸۹۶ء میں مرا (مرزا صاحب قادیانی کا رسالہ انجام آتھم صفحہ ا ملاحظہ ہو) یعنی میعاد کے بعد ایک سال دس مہینے کچھ دن کامل زندہ رہا۔

مرزا صاحب قادیانی کے الہام کا کوئی شخص قائل ہو یا نہ ہو، مگر حافظہ اور روایت کا تو ضرور قائل ہوگا۔ آپ کو کسی روایت کے بیان کرنے میں ذرہ جھجک نہ ہوتی تھی۔ بلکہ روایت کو بھی ایسا ہی تصنیف کر لیا کرتے تھے جیسا کسی کتاب کو۔ لطف یہ ہے کہ خواہ وہ روایت آپ کے خلاف، بلکہ آپ کے بیان کے بھی مخالف اور متناقض ہو۔ چنانچہ ڈپٹی عبداللہ آتھم کی موت کی تاریخ آپ نے رسالہ انجام آتھم میں ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء بتلائی ہے جو انقضاء میعاد سے دو سال کے اندر اندر ہے، مگر اپنے رسالہ تریاق القلوب میں ڈپٹی عبداللہ آتھم کی موت کی نسبت لکھتے ہیں کہ:

اس (آتھم) کے رجوع کی وجہ سے دو برس سے بھی کچھ زیادہ اور مہلت اس کو دیدی۔ (صفحہ ۱۰۱)

حکیم نور الدین صاحب مشہور مقولہ: دروغ گو را حافظہ نہ باشد، آپ نے بھی سنا ہوگا؟ اسی حکمت

کی طرف قرآن مجید نے اشارہ کیا ہے:

لوکان من عند غیر الله لو جدوا فیه اختلافاً کثیرا

(قرآن خدا کے سوا کسی اور کا کلام ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف ہوتا)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ ہے۔اصل مطلب یہ ہے کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم جو میعاد مقررہ میں نہ مرا، تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس کا کیا جواب دیا؟

آپ نے اس کے جواب دو طرح سے دیئے:

ا۔ڈپٹی آتھم کی پیش گوئی میں چونکہ یہ قید تھی کہ:

بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔

ڈپٹی آتھم نے رجوع کیا، لہذا وہ میعاد کے اندر فوت نہ ہوا۔ چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الفاظ یہ ہیں:

بھلا تم میں سے کوئی تو ثابت کر کے دکھلا دے کہ آتھم پیش گوئی کی میعاد میں اپنی پہلی عادات پر قائم اور مستقیم رہا، اور پیش گوئی کی دہشت نے اس کو مبہوت نہ کیا۔ اگر کوئی ثابت کر سکتا ہے تو کرے ہم قبول کرنے کو تیار ہیں، ورنہ لعنت الله علی الکا ذبین۔

کیا یہ رجوع نہیں تھا کہ نہ صرف آتھم بدزبانی سے باز آیا، بلکہ پیش گوئی کی تمام میعاد یعنی ۱۵ مہینے ڈرتا رہا اور بے قراری اور خوف کے آثار اس کے چہرہ پر ظاہر تھے، اور اس کو کسی جگہ آرام نہ تھا۔

(تریاق القلوب۔ص ۱۱)

یہ توجیہہ مرزا صاحب کی ایسی مشہور و معروف اور پسندیدہ ہوئی کہ مرزا صاحب کی سیرت لکھنے والے معتقدین نے بھی اسی کو پسند کیا چنانچہ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی اپنی کتاب، سیرت مسیح موعود میں لکھتے ہیں:

(آتھم) پندرہ ماہ کے اندر اسلام کیخلاف ایک لفظ نہ بولا اور سراسیمگی اور دہشت کی حالت میں شہر بشہر مارا پھرا کہ کسی طرح ملک الموت کے پنجہ سے نجات پاوے۔ اس عرصہ میں اسے کئی دفعہ

خونی فرشتے بھی نظر آئے۔اس کی قوت واہمہ نے اس پر ایسا اثر کیا کہ کہیں اس کی نظر میں بشکل اصل مجسم سانپ نمودار ہونیلگے، کہیں خونی فرشتے حملہ کرتے ہوئے دکھائی دیئے...ایسی سراسیمگی گھبراہٹ اورخشیت کی حالت میں جو ایک قسم کا رجوع الی الحق تھا،شرط الہام کے موافق اللہ تعالی نے قہری موت سے محفوظ رکھا۔

ان دونوں حوالوں کا مطلب صاف اور سیدھا ہے کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم نے رجوع کیا اوراس کے رجوع کے معنی یہ ہیں کہ اس نے پیش گوئی سن کر پریشانی ظاہر کی۔اپنے اصلی وطن (امرتسر) کو چھوڑ کر دوسرے مقامات میں جا کر ایام زندگی پورے کئے۔وغیرہ

بہت اچھا! تو اس رجوع کا نتیجہ اس کو یہ ملنا چاہیے تھا کہ (بقول مرزا جی) ہاویہ سے بچ جاتا۔مگر ناظرین تعجب سے سنیں گے کہ جناب مرزا صاحب قادیانی نے اس کو پھر بھی ہاویہ میں گرایا،اور بری طرح گرایا۔چنانچہ اس کا ثبوت مرزا غلام احمد صاحب کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

توجہ سے یاد رکھنا چاہیے کہ ہاویہ میں گرایا جانا جو اصل الفاظ الہام ہیں وہ عبداللہ آتھم نے اپنے ہاتھ سے پورے کئے ،اور جن مصائب میں اس نے اپنے تئیں ڈال لیا، اور جس طرز سے مسلسل گھبراہٹوں کا سلسلہ ان کے دامن گیر ہو گیا اور ہول اور خوف نے اس کے دل کو پکڑ لیا، یہی اصل ہاویہ تھا،اورسزائے موت اس کے کمال کے لئے ہے جس کا ذکر الہامی عبارت میں موجود بھی نہیں۔ بے شک یہ مہیب ایک ہاویہ تھا جس کو عبداللہ آتھم نے اپنی حالت کے موافق بھگت لیا۔

(انوار الاسلام ۔ص۵)

اور سنیئے ! مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں :

اے حق کے طالبو! یقیناً سمجھو کہ ہاویہ میں گرنے کی پیش گوئی پوری نکلی اور اسلام کی فتح ہوئی اور عیسائیوں کو ذلت پہنچی۔ہاں اگر مسٹر عبداللہ آتھم اپنے پر جزع فزع کا اثر نہ ہونے دیتا،اور اپنے افعال سے اپنی استقامت دکھاتا اور اپنے مرکز سے جگہ جگہ بھٹکتا نہ پھرتا،اور اپنے دل پر وہم اور خوف اور پریشانی غالب نہ کرتا، بلکہ اپنی معمولی خوشی اور استقلال میں ان تمام دنوں کو گذارتا،تو بے

شک کہہ سکتے تھے کہ وہ ہاویہ میں گرنے سے دور رہا۔ مگر اب تو اس کی یہ مثال ہوئی کہ قیامت دیدہ ام پیش از قیامت، اس پر وہ غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے جو اس نے اپنی تمام زندگی میں ان کی نظیر نہیں دیکھی تھی۔ پس کیا یہ سچ نہیں کہ وہ ان تمام دنوں میں درحقیقت ہاویہ میں رہا۔ اگر تم ایک طرف ہماری پیش گوئی کے الہامی الفاظ پڑھو اور ایک طرف اس کے مصائب کو جانچو جو اس پر وارد ہوئے، تو تمہیں کچھ بھی اس بات میں شک نہیں رہے گا کہ وہ بے شک ہاویہ میں گرا، ضرور گرا۔ اور اس کے دل پر وہ رنج اور غم اور بدحواسی وارد ہوئی جس کو ہم آگ کے عذاب سے کچھ کم نہیں کہہ سکتے۔ ہاں اعلیٰ نتیجہ ہاویہ کا جو ہم نے سمجھا اور ہماری تشریحی عبارات میں درج ہے یعنی موت، وہ ابھی تک حقیقی طور پر وارد نہیں ہوا کیونکہ اس نے عظمت اسلام کی ہیبت کو اپنے دل میں دھنسا کر الٰہی قانون کے موافق الہامی شرط سے فائدہ اٹھالیا۔ مگر موت کے قریب قریب اس کی حالت پہونچ گئی اور وہ درد اور دکھ کے ہاویہ میں ضرور گرا، اور ہاویہ میں گرنے کا لفظ اس پر صادق آ گیا۔ پس یقیناً سمجھو کہ اسلام کو فتح حاصل ہوئی اور خدا تعالیٰ کا ہاتھ بالا ہوا اور کلمہ اسلام اونچا ہوا اور عیسائیت نیچے گری فالحمد لله على ذلك۔ (انوار الاسلام)

ناظرین! اہل منطق کہا کرتے ہیں ضدین یا نقیضین کا اجتماع نہیں ہوسکتا۔ یہ سن کر کسی زندہ دل شاعر نے ایک رباعی لکھی ہے

مثالے را کہ در شرطیہ گفتہ
بگو با منطقی کیں ہست مردود
رخ و زلفانِ یارم را نگاہ کن
کہ شمس طالع ست و لیل موجود

یعنی منطقی جو کہتے ہیں کہ سورج اور رات باہمی نقیضین ہیں اس لئے جمع نہیں ہو سکتے، یہ غلط ہے۔ دیکھو میرے دوست کا چہرہ تو سورج ہے اور اس کی زلفیں رات ہیں، پھر یہ جمع کیوں ہیں؟

یہ تو ایک شاعرانہ رنگ تھا مگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، ہاں ہمارے الہامی حضرت نے اس کو

واقعی صحیح کر دیا۔ رجوع اور ہاویہ میں وہی نسبت ہے جس کو نسبت تضاد کہیں یا تناقض یعنی رجوع، جس صورت میں ہوگا اس میں ہاویہ نہ ہوگا، اور جس میں ہاویہ ہوگا، اس میں رجوع کا تحقق نہ ہوگا۔ باوجود اس کے مرزا صاحب قادیانی نے ڈپٹی عبداللہ آتھم کے حق میں دونوں کو تسلیم کیا ہے۔

لطف یہ ہے کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم کا ایک ہی فعل ہے جس کو (بقول مرزا صاحب قادیانی) گھبراہٹ کہیے یا بے چینی نام رکھئے، وہی اس کا رجوع ہے اور وہی اس کا ہاویہ۔

مرزا جی کے دوستو! ام تا مر کم احلا مکم بھذا ام انتم قو م طا غو ن

حکیم نورالدین صاحب! ایک ہی محل میں دو متضاد حکموں کا جمع ہونا کبھی ہوا؟ آہ

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا

یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

اہل علم سے مخفی نہیں کہ مباحثات میں جب کوئی فریق اپنی نسبت حق کا دوسرے کی نسبت ناحق کا لفظ بولتا ہے تو اس سے مراد اس کی اولاً بالذات وہ مسئلہ ہوتا ہے جس میں دونوں فریق کا مباحثہ ہو۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

فریق مقابل جو انسان کو خدا بناتا ہے، ۱۵ مہینے میں بسزاء موت ہاویہ میں گرایا جائے گا، بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔

اس کا مطلب صاف ہے کہ ڈپٹی آتھم اگر الوہیت مسیح کے خیال سے تائب ہو کر خالص اسلامی توحید کی طرف آ گیا تو ۱۵ ماہ کی میعاد میں مرنے سے بچ جائے گا۔ چونکہ یہ مفہوم ایسا صاف ہے کہ ایک نابلد بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا جناب مرزا صاحب قادیانی بڑے ہشیار تھے اس لئے ان کا ضمیر (کانشنس) ان کو ایسے رجوع کرانے سے رجوع کرنے کی ترغیب دیتا ہوگا، لہذا انہوں نے سب سے آخری جواب جو دیا وہ پہلے جواب سے بھی لطیف تر ہے۔ ڈپٹی آتھم کے ذکر میں آپ فرماتے ہیں:

اگر کسی کی نسبت یہ پیش گوئی ہو کہ وہ ۱۵ مہینہ تک مجذوم ہو جائے گا۔ پس وہ اگر بجائے ۱۵ کے بیسویں مہینہ میں مجذوم ہو جائے، اور ناک اور تمام اعضا گر جائیں، تو کیا وہ مجاز ہوگا کہ یہ کہے کہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔ نفس واقعہ پر نظر چاہیے۔ (حقیقت الوحی حاشیہ۔ ص ۱۸۵)

یہ اقتباس بآواز بلند کہہ رہا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے اس جواب میں عدم رجوع کی شق (صورت) اختیار کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اس کوشش میں ہیں کہ پندرہ ماہ کی میعاد ٹوٹنے سے خرابی لازم نہ آئے۔ لیکن دانا اس جواب سے مرزا صاحب قادیانی کے قلب مبارک کی کیفیت پا گئے ہوں گے کہ کس طرح اضطراب اور پریشانی میں کہہ رہا ہے:

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
نہ سنے کچھ خدا کرے کوئی

ناظرین! یہ ہے اس ملہم ربانی کے بیانات کا نمونہ جن کو ہمارے عنایت فرما حکیم نورالدین صاحب نے اپنے صحیفہ آصفیہ میں کئی ایک مقامات پر سلطان القلم لکھا ہے اور فرمایا ہے کہ مخالفین اسلام، احمدی قوم کا لوہا مان گئے ہیں۔ کیا سچ ہے:

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

حکیم صاحب! آپ کی طبع ناساز کے لحاظ سے میں اس پیش گوئی کے واقعات کو مختصر ہی لکھ کر چھوڑ دیتا ہوں۔ مفصل دیکھنے ہوں تو میرا رسالہ الہامات مرزا ملاحظہ فرماویں

گفتگو آئین درویشی نبود
ورنہ با تو ماجرا ہا داشتیم

دوسری پیش گوئی بابت منکوحہ آسمانی

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

آغاز کتاب میں حوالہ منقولہ از رسالہ شہادت القرآن میں (مرزا صاحب قادیانی کی) تین پیش گوئیوں کا ذکر ہے۔ایک کا بیان تو ہو چکا،دوسری کا بیان شروع ہوتا ہے۔

دوسری پیش گوئی سے ہماری مراد اس جگہ منکوحہ آسمانی والی ہے جس کے متعلق مرزا صاحب قادیانی نے بڑی تفصیل سے مزے لے لے کر الگ الگ اجزاء بتلائے ہیں۔چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

اس (پیش گوئی متعلقہ نکاح آسمانی) کے اجزاء یہ ہیں:

۱۔کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔

۲۔اور پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں کا شوہر ہے اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔

۳۔اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔

۴۔اور پھر یہ کہ وہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔

۵۔اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تما واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔

۶۔اور پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جاوے۔

اور ظاہر ہے یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں

(شہادت القرآن۔ص ۸۱)

(یہاں مرزا صاحب قادیانی نے یہ نہیں بتایا کہ،

تا اس نئی بیوی سے ان کی اولا د نہ ہو جائے۔،

کیونکہ مرزا صاحب کی پیش گوئی موجود تھی کہ نصرت بیگم کے بعد بھی مبارک خواتین سے ان کا نکاح ہوگا اور اولا د ہوگی۔بہاء)

اس پیش گوئی کی میعاد سہ سالہ پوری ہوگئی اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی جان ضغطے میں آئی تو

آپ بڑی خفگی کے لہجے میں معترضین کو ڈانٹ بتلاتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے الفاظ طیبہ یہ ہیں:

سوچا ہیے تھا کہ ہمارے نادان مخالف انجام کے منتظر رہتے اور پہلے ہی اپنی بدگوہری ظاہر نہ کرتے۔ بھلا جس وقت یہ ساری باتیں پوری ہو جائیں گی تو کیا اس دن یہ احمق مخالف جیتے ہی رہیں گے اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جائیں گے۔ ان بے وقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں رہے گی اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جاوے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سؤروں کی طرح کر دیں گے۔

سنو! اور یاد رکھو! کہ میری پیش گوئیوں میں کوئی ایسی بات نہیں کہ جو خدا کے نبیوں اور رسولوں کی پیش گوئیوں میں ان کا نمونہ نہ ہو۔ بے شک یہ لوگ میری تکذیب کریں۔ بے شک گالیاں دیں۔ لیکن اگر میری پیش گوئیاں نبیوں اور رسولوں کی پیش گوئیوں کے نمونہ پر ہیں تو ان کی تکذیب انہیں پر لعنت ہے۔ چاہیے تھا کہ اپنی جانوں پر رحم کریں اور روسیاہی کے ساتھ نہ مریں۔ کیا یونس کا قصہ انہیں یاد نہیں کہ کیونکر وہ عذاب ٹل گیا جس میں کوئی شرط بھی نہ تھی اور اس جگہ تو شرطیں موجود ہیں۔ اور احمد بیگ کے اصل وارث جن کی تنبیہ کے لئے یہ نشان تھا اس کے مرنے کے بعد پیش گوئی سے ایسے متاثر ہوئے تھے کہ اس پیش گوئی کا نام لے لے کر روتے تھے اور پیش گوئی کی عظمت دیکھ کر اس گاؤں کے تمام مرد وعورت کانپ اٹھے تھے اور عورتیں چیخیں مار کر کہتی تھیں کہ ہائے وہ باتیں سچ نکلیں۔ چنانچہ وہ لوگ اس دن تک غم اور خوف میں تھے جب تک ان کے داماد سلطان محمد کی میعاد گزر گئی پس اس تاخیر کا یہی سبب تھا جو خدا کی قدیم سنت کے موافق ظہور میں آیا۔ خدا کے الہام میں جو

توبی توبی ان البلاء علی عقبك

۱۸۸۶ء میں ہوا تھا اس میں صریح شرط توبہ کی موجود تھی۔ اور الہام کذبوا بآیاتنا اس شرط کی طرف ایماء کر رہا تھا۔ پس جب کہ بغیر کسی شرط کے یونس کی قوم کا عذاب ٹل گیا تو شرطی پیش گوئی میں ایسے خوف کے وقت میں کیوں تاخیر ظہور میں نہ آتی۔ یہ اعتراض کیسی بے ایمانی ہے جو تعصب کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ میں نے نبیوں کے حوالے بیان کر دیئے، حدیثوں اور آسمانی کتابوں کو آگے

رکھ دیا، مگر یہ نابکار قوم ابھی تک حیا اور شرم کی طرف رخ نہیں کرتی۔

یاد رکھو کہ اس پیش گوئی کی دوسری جزء (یعنی آسمانی نکاح کی تنفیذ) پوری نہ ہوئی تو میں ہر یک بد سے بدتر ٹھہرونگا۔اے احمقو! یہ انسان کا افتراء نہیں۔ یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں۔ یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے۔ وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔ وہی رب ذوالجلال جس کے ارادوں کو کوئی روک نہیں سکتا۔اس کی سنتوں اور طریقوں کا تم میں علم نہیں رہا اس لئے تمہیں یہ ابتلاء پیش آیا۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳۔۵۴)

اسی مقام کے حاشیہ پر مزید تائید کے لئے مرزا صاحب قادیانی یہ بھی فرماتے ہیں:

اس پیش گوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ یتزوج و یولد لہ یعنی وہ مسیح بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے،اس میں کچھ خوبی نہیں، بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔ (حاشیہ ص ۵۳ ضمیمہ انجام آتھم)

ناظرین! عبارات مرقومہ بالا میں کوئی تاویل ہوسکتی ہے؟ صاف صاف الفاظ میں اظہار مدعا ہے اور کھلے کھلے لفظوں میں لکھا ہے کہ ایسا نہ ہونے سے میں تمام بدوں سے بدترین ہونگا۔

زندگی میں وعدے تو ہوتے رہے مگر آخر بقول: بکری کی ماں کب تک خیر منائے گی؟ خاتون معلومہ ابھی تک (یعنی ۱۹۰۹ء میں) زندہ سلامت ہے اور مرزا صاحب قادیانی ہمیشہ کے لئے تشریف لے گئے۔

مرزا جی کے دوستو! مرزا صاحب قادیانی کا حوالہ مذکورہ بالا:

میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔

دیکھ کر ہمارے ساتھ یہ کہنے میں اتفاق کر سکتے ہو کہ

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

ناظرین! مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو آپ لوگ الہامی نہیں مانتے، نہ مانیں مگر ان کی لیاقت اور ہوشیاری کی تو آپ کو داد دینی ہوگی خصوصاً جب ہم ان کے واقعات آپ لوگوں کو بتلاویں گے تو انکار کی گنجائش نہ ہوگی۔

مرزا صاحب قادیانی نے دیکھا کہ باوجود میرے مختلف حیلوں کے نکاح میں کامیابی نہیں ہوئی، تو آپ نے ایک اور چال نکالی۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

احمد بیگ کے مرنے سے بڑا خوف اس کے اقارب پر غالب آ گیا، یہاں تک کہ بعض نے ان میں سے میری طرف عجز و نیاز کے ساتھ خط بھی لکھے کہ دعا کرو۔ پس خدا نے انکے اس خوف اور اسقدر عجز و نیاز کی وجہ سے پیش گوئی کے وقوع میں تاخیر ڈال دی (حقیقت الوحی۔ص ۱۸۷)

اس مقام میں تو تاخیر ہی لکھی مگر کتاب مذکور کے خاتمہ تک پہونچتے ہوئے آپ کے قوی بھی غالباً کمزور ہوگئے ہوں گے اس لئے اس کتاب کے تتمہ میں آپ یوں گویا ہوئے کہ:

یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھایا گیا، یہ درست ہے مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اس نکاح کے ظہور کے لئے جو آسمان پر پڑھا گیا خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی جو اسی وقت شائع کی گئی تھی اور وہ یہ کہ ایتها المرأة توبی توبی فان البلاء علی عقبك پس جب ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کر دیا تو نکاح فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔ (تتمہ حقیقت الوحی۔ص ۱۳۲۔۱۳۳)

اللہ اکبر! کہاں اتنا زور کہ اس کے عدم وقوع پر میں (مرزا غلام احمد قادیانی) ہر ایک بد سے بدتر ہونگا، پھر اسی پر قناعت نہیں بلکہ حضور سید الانبیاء ﷺ فداہ ابی وامی کی ذات والاصفات پر بھی بہتان لگانے کی کوشش کی کہ آپ نے بھی اس نکاح کی بابت پیش گوئی فرمائی ہوئی ہے جس کا آخر نتیجہ یہ ہوا کہ:

نکاح فسخ ہوگیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔

سبحان اللہ! اسی کو کہتے ہیں :

کوہ کندن وکاہ برآوردن

حکیم نورالدین صاحب ! آپ تو حکیم ہیں، مولوی ہیں، مناظر اور مصنف ہیں، کیا ایسی ہی پیش گوئیوں سے مخالفوں پر حجت قائم ہوسکتی ہے؟ کہ ایک وقت میں تو بڑے زور شور سے کہا جاوے کہ یہ ہوگا، وہ ہوگا، نہ ہو، تو میں ہر ایک بد سے بدتر ہوں گا، مگر آخر کار خاتمہ اس پر ہو کہ یہ حکم منسوخ یا ملتوی ہو کر بعد موت منسوخ ہی ٹھہرا۔ سچ ہے

اذا غـــدرت حســـنـــآء اوفـــت بـــعـهـــد هـــا
و مـــن عهـــد هـــا ا لا يـــدو م لهـــا عهـــد

ہاں یاد آیا کہ حکیم نورالدین صاحب اس نکاح کو نہ منسوخ کہتے ہیں نہ ملتوی، بلکہ اس کی ایک اور ہی تاویل کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

اے مردہ دل مکوش پئے ہجو اہل دل
جہل و قصور تست تفہمی کلام شاں

ایک لڑکی کے متعلق کہ اس سے آپ کی شادی ہوگی، اور ایک عورت سے زلازل کے پہلے ایک لڑکا ہوگا، اور پانچویں اولاد کی بشارت پر جو اعتراض ہیں ان کا لـلـــه و بـا لله قرآنی جواب یہ ہے کہ کتب سماویہ کا طرز ہے کہ مخاطب سے گاہے خود مخاطب ہی مراد ہوتا ہے اور گاہے وہ اور اس کا جانشین (جانشین تو حکیم صاحب تھے، تو کیا حکیم صاحب بھی اس پیش گوئی میں شامل تھے؟ حکیم صاحب کی تو مرزا صاحب کے بعد محمدی بیگم یا کسی بھی دیگر خاتون سے شادی نہ ہوئی۔ بہاء) اور اس کی اولاد بلکہ اس کا مثیل مراد ہوتا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ زمانہ نبوی میں فرماتا ہے اقیموا الصلوۃ و آتو الزکوۃ ۔اس حکم الٰہی میں خود مخاطب اور ان کے مابعد کے لوگ شامل ہیں جو ان مخاطبین کی مثل ہیں۔

(اس کے بعد قرآنی تمثیلات دے کر لکھتے ہیں) اب تمام اہل اسلام کو جو قرآن کریم پر ایمان لائے اور لاتے ہیں ان آیات کا یاد دلانا مفید سمجھ کر لکھتا ہوں کہ جب مخاطبت میں مخاطب کی اولاد، مخاطب

کے جانشین، اوراس کے مماثل داخل ہو سکتے ہیں تو احمد بیگ کی لڑکی یا اس لڑکی کی لڑکی کیا داخل نہیں ہوسکتی۔ اور کیا آپ کے علم فرائض میں بنات البنات کو حکم بنات نہیں مل سکتا؟ اور کیا مرزا کی اولاد مرزا کی عصبہ نہیں؟ میں نے بارہا عزیز میاں محمود کو کہا کہ اگر حضرت کی وفات ہو جائے اور یہ لڑکی نکاح میں نہ آئے تو میری عقیدت میں تزلزل نہیں آ سکتا۔ پھر یہی وجہ بیان کی

و الحمد لله رب العالمين

(ریویو آف ریلی جنز جلد ۷ نمبر ۷ ص ۲۷۶-۲۷۹)

ماشاءاللہ! کیا معقول جواب ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ قیامت تک مرزا جی کی اولاد میں سے یا افراد امت میں سے کسی کا آسمانی منکوحہ کی اولاد در اولاد سے نکاح ہو گیا تو بھی پیش گوئی سچی ہے۔

کیوں نہ ہو، آخر آپ حکیم ہیں فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکمة ۔اس جواب کی معقولیت میں تو شک نہیں مگر افسوس ہم اس کے سمجھنے ہی سے قاصر نہیں بلکہ الہامی تصریحات کے بھی اس کو خلاف پاتے ہیں۔ مرزا صاحب قادیانی کا قول ہم پہلے نقل کر آئے ہیں کہ یہ نکاح میری زندگی میں ہوگا بلکہ یہ بھی لکھا ہے کہ بموجب حدیث شریف اس زوجہ سے میری اعجازی اولاد ہوگی۔ ہاں یہ بھی مرزا جی کا قول ہے کہ:

ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا۔ اور نہ کسی کا حق ہے جو اس کے مخالف کہے۔

(تتمہ حقیقت الوحی۔ ص ۷)

اسی اصول کے مطابق آپ (یعنی حکیم نورالدین) نے ۱۹۰۷ء میں بمقام لاہور آریہ کانفرنس میں مرزا جی کے مضمون میں الہاموں کا ترجمہ کرتے ہوئے مکرر سہ کرر کہا تھا کہ میرا ترجمہ کسی طرح حجت نہیں ہوگا بلکہ اصل ترجمہ وہی ہوگا جو صاحب الہام کرے گا۔ جب ترجمہ کرنے میں آپ کو یہ خوف دامن گیر ہوا اور آپ نے باوجود عربی دانی کے اپنے ترجمہ کو بھی ہیچ قرار دیا تو اب آپ کو یہ حق کس نے دیا کہ آپ صاحب الہام کی تصریح کے مخالف تشریح اور تفسیر کریں؟

حکیم صاحب! آیئے! میں آپ کو مرزا صاحب کا ایک اور کلام سناؤں۔ افسوس آپ قادیان میں رہ کر مرزا صاحب قادیانی کے ارشادات سے محروم رہتے تھے اور ہم دور رہنے والے مستفیض ہوتے تھے، کیا سچ

ہے: نزدیکاں بے بصر دور...

مرزا صاحب کی زندگی میں یہ سوال پیش ہوا تھا۔ پس وہ سوال اور مرزا جی کا جواب سنئے۔ غور سے نہیں بلکہ ایمان سے خدا کو حاضر و ناظر جان کر سنئیے۔ ۳۰ جون ۱۹۰۵ء کے اخبار الحکم میں مرزا جی کا ایک خط کسی کے جواب میں چھپا ہے اس میں مذکور ہے:

اعتراض پنجم: مسماۃ محمدی کو دوسرا شخص نکاح کر کے لے گیا۔ اور وہ دوسری جگہ بیاہی گئی۔

الجواب: وحی الٰہی میں یہ نہیں تھا کہ دوسری جگہ بیاہی نہیں جائے گی بلکہ یہ تھا کہ ضرور ہے کہ اول دوسری جگہ بیاہی جائے سو یہ پیش گوئی کا حصہ تھا کہ دوسری جگہ بیاہی جانے سے پورا ہوا۔ الہام الٰہی کے یہ لفظ ہیں سیکفیکھم اللہ و یر د ھا الیک ۔ یعنی خدا تیرے ان مخالفوں کا مقابلہ کرے گا اور وہ جو دوسری جگہ بیاہی جائے گی خدا اس کو تیری طرف لائے گا۔ جاننا چاہیے کہ رد کے معنی عربی زبان میں یہ ہیں کہ ایک چیز ایک جگہ ہے اور وہاں سے چلی جاوے اور پھر واپس لائی جاوے ۔ پس چونکہ محمدی اقارب میں بلکہ قریب خاندان میں سے تھی یعنی میری چچازاد ہمشیرہ کی لڑکی تھی اور دوسری طرف قریب رشتہ میں ماموں زاد بھائی کی لڑکی تھی یعنی احمد بیگ کی۔ پس اس صورت میں رد کے معنی اس پر مطابق آئے کہ پہلے وہ ہمارے پاس تھی۔ اور پھر وہ چلی گئی اور قصبہ پٹی میں بیاہی گئی۔ اور وعدہ یہ ہے کہ پھر وہ نکاح کے تعلق سے واپس آئے گی۔ سو ایسا ہی ہو گا (الحکم مذکور کالم ۲ ص ۲)

مرزا جی کے دوستو! عبارت مرقومہ بالا غور سے سمجھو اور یہ نہ سمجھو کہ ہم تمہارے داؤ گھات سے بے خبر ہیں۔ ہم سچ کہتے ہیں کہ ہم تمہارے رازوں سے اس قدر واقف ہیں کہ تم کو اس کا علم نہیں

نہیں معلوم تم کو ماجراء دل کی کیفیت
سنائیں گے تمہیں ہم ایک دن یہ داستان پھر بھی

تیسری پیش گوئی، بابت طاعون قادیان

قادیان میں طاعون نہ آنے کی بابت

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

اس پیش گوئی سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی غرض تو یہ تھی کہ طاعون کے زمانہ میں لوگ بھاگ بھاگ کر قادیان میں آئیں اور اسی بہانہ سے حلقہ ارادت میں شامل ہو کر مستفیض ہوں۔ ایک حد تک مرزا صاحب قادیانی کی یہ غرض پوری بھی ہوئی کہ بعض سادہ لوحوں نے طاعون سے نجات کا ذریعہ بس یہی سمجھا کہ چلو قادیان میں چل رہیں۔ مرزا صاحب قادیانی کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی اس کی یہ عبارت ہے ان اللہ لا یغیّر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم انہ آوی القریۃ ۔یعنی خدا نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کرلیں جو ان کے دلوں میں ہیں یعنی جب تک وہ خدا کے مامور اور رسول کو مان نہ لیں تب تک طاعون دور نہیں ہوگی۔ اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تا تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی ہے کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں۔ اب دیکھو تین برس سے ثابت ہو رہا ہے کہ وہ دونوں پہلو پورے ہوگئے یعنی ایک طرف تمام پنجاب میں طاعون پھیل گئی اور دوسری طرف باوجود اس کے کہ قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلہ پر طاعون کا زور ہو رہا ہے مگر قادیان طاعون سے پاک ہے بلکہ آج تک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیان میں آیا وہ بھی اچھا ہوگیا۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور ثبوت ہوگا کہ جو باتیں آج سے چار برس پہلے کہی گئی تھیں وہ پوری ہوگئیں بلکہ طاعون کی خبر آج سے بائیس برس پہلے براہین احمدیہ میں بھی دی گئی ہے اور یہ علم غیب بجز خدا کے کسی اور کی

طاقت میں نہیں۔ پس اس بیماری کے دفع کے لئے وہ پیغام جو خدا نے مجھے دیا ہے وہ یہی ہے کہ لوگ مجھے سچے دل سے مسیح موعود مان لیں۔ اگر میری طرف سے بھی بغیر کسی دلیل کے سرف دعوی ہوتا جیسا کہ میاں شمس الدین سکرٹری حمایت اسلام لاہور نے اپنے اشتہار میں یا پادری وائٹ بریخٹ صاحب نے اپنے اشتہار میں کیا ہے تو میں بھی ان کی طرح ایک فضول گو ٹھہرتا۔ لیکن میری وہ باتیں ہیں جن کو میں نے قبل از وقت بیان کیا اور آج وہ پوری ہو گئیں اور پھر اس کے بعد ان دنوں میں بھی خدا نے مجھے خبر دی چنانچہ وہ عز و جل فرماتا ہے

ما کا ن اللہ لیعذبھم و انت فیھم انہ آ وی القر یۃ ۔

لو لا ا لا کرا م لھلک ا لمقا م ۔

انی انا الر حمن دا فع ا لا ذی ۔

انی لا یخا ف لدیّ المر سلون ۔

انی حفیظ ۔

انی مع الرسو ل اقوم و الو م من یلو م ۔

افطر و ا صو م ۔

غضبت غضباً شد یداً ۔

ا لا مـرا ض تشـاع ۔ و النفوس تضا ع ۔ ا لا الذین آ منوا و لم یلبسوا ا یما نھم بظلم او لئک لھم ا لا من و ھم مھتدو ن۔

انا نا تی ا لار ض ننقصھا من اطرا فھا ۔

انی ا جھز الجیش فا صبحوا فی دار ھم جا ثمین ۔

سنر یھم آ یا تنا فی ا لآ فا ق و فی انفسھم نصر من اللہ و فتح مبین ۔

انی با یعتک با یعنی ر بی ۔

انت منی بمنز لۃ او لا دی

انت منی و انا منك ۔

عسی ان یبعثك ر بك مقا ماً محمو داً ۔

الفوق معك و التحت مع اعدا ءك فا صبر حتی یا تی الله با مر ہ ۔

یا تی علی جھنم زما ن لیس فیھا ا حمد۔

ترجمہ (از مرزا صاحب قادیانی)۔خدا ایسا نہیں کہ قادیان کے لوگوں کو عذاب دے حالانکہ تو (مرزا قادیانی) ان میں رہتا ہے۔وہ اس گاؤں قادیان کو طاعون کی دست برد اور اس کی تباہی سے بچا لے گا۔اگر تیرا پاس مجھے نہ ہوتا اور تیرا اکرام مدنظر نہ ہوتا تو میں اس گاؤں کو ہلاک کر دیتا۔میں رحمان ہوں جو دکھ کو دور کرنے والا ہے میرے رسولوں کو میرے پاس کچھ خوف اور غم نہیں میں نگاہ رکھنے والا ہوں میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا اور اس کو ملامت کرونگا جو میرے رسول کو ملامت کرتا ہے۔الخ (دافع البلاء ص ۵۔۷ شیخ الاسلام نے مختصر سا اقتباس دیا تھا، میں نے مکمل عبارت کو نقل کر دیا ہے۔بہاء)

اس الہامی کلام کی شرح مرزا جی کے پیش امام مولوی عبدالکریم سیالکوٹی نے مرزا جی کی زندگی میں ان کی مرضی سے بڑی شرح وبسط کے ساتھ کی تھی جو بہت ہی لطف خیز ہونے کے علاوہ قادیانی مسیح کا حال بھی بخوبی روشن کرتی ہے اس لئے ہم اسے یہاں نقل کرتے ہیں اور وہ یہ ہے:

مسیح موعود اور قادیان دارالامان

پیسہ اخبار مطبوعہ ۵۔اپریل ۱۹۰۲ء نے آٹھویں صفحہ میں، قادیان کے اخبار کی گالیاں اور قادیان کے مذہب کا نمونہ، عنوان جما کر لاہور کی نسبت لکھا ہے کہ لاہور میں انجمن حمایت اسلام کے جلسہ پر صدہا آدمی طاعون زدہ ہواؤں سے آئے پھر لاٹ صاحب کی تقریب وداع پر اسی قسم کے لوگوں کا بہت بڑا ہجوم ہوا پھر بھی لاہور طاعون سے محفوظ رہا اور امید ہے کہ محفوظ رہے گا اور پھر بڑی جرأت اور شیخی سے لکھتا ہے: اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ لاہور قادیان سے ایمان داری میں فائق ہے۔

پیسہ اخبار کی یہ امید یا پیش گوئی اور یہ نتیجہ خوفناک حملے ہیں، خدا غیور کی اس عظیم الشان وحی پر جو کئی دفعہ الحکم میں شائع ہوئی انہ آ وی القر یۃ یعنی یہ یقینی بات ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس گاؤں

کو اپنی پناہ میں لے لیا اور اس وحی پر کہ لو لا الا کرا م لھلك المقام یعنی سلسلہ احمدیہ کا پاس اور اکرام اگر خدا کو نہ ہوتا تو یہ مقام بھی ہلاک ہو جاتا۔ اب سننے والے سنیں اور دیکھنے والے دیکھیں کہ ایک طرف پیسہ اخبار ایک زمینی کیڑا اپنے جوش نفس اور ارضی مادہ کی ابخرات کی تحریک سے پیش گوئی کرتا اور ذمہ لیتا ہے کہ لاہور طاعون سے محفوظ رہے گا اور دوسی طرف خدا کا مامور، مرسل، جری اور مسیح موعود خود خدائے حکیم علیم قدیر کی وحی انہ آوی القریۃ کی بنا پر ساری دنیا کے طبیبوں فلسفیوں اور مٹیر لیسٹوں کو کھول کر سناتا ہے کہ قادیان یقیناً اس پرگندگی، تفرقہ، جزع فزع اور موت الکلاب اور تباہی سے محفوظ رہے گا اور بالضرور محفوظ رہے گا جس میں دوسرے بلاد مبتلا ہیں اور بعضے ہونے والے ہیں۔

پیسہ اخبار نے خدا کی جلیل الشان وحی کی کسر شان کے لئے ایسا جھوٹا دعوی کیا اور امید ظاہر کی اور ناپاک نتیجہ نکالا ہے۔ پیسہ اخبار کا دل اور کانشنس گواہ ہیں کہ اس کی امید کی بنیاد کسی مضبوط چٹان پر نہیں وہ ان زمینی قوتوں پر بھروسہ کر کے آسمان کے خدا اور اس کے کلام کی ہتک کرتا ہے جواب تک ہر سیلاب کے مقابل بند لگانے میں خس وخاشاک سے بھی بڑھ کر کمزور اور ہیچ ثابت ہوئی ہیں پیسہ اخبار میں ذرا بھر بھی خداشناسی کا یا کم سے کم دور اندیشی کا مادہ ہوتا تو وہ کانپتے دل اور پرآب آنکھوں سے اس پرتحدی کلام کو دیکھتا اور بالبداہت اس نتیجہ پر پہنچ جاتا کہ زمین زادہ اور تاریکی کا فرزند ایسا دعوی کرنے اور کلام کرنے کا دل گردہ نہیں رکھتا۔ اس زمانہ میں جب کہ زمین کے غلیظ بخاروں یعنی علوم مادیہ ڈاکٹری اور طبعی تحقیقات اور خردبینی تکشیفات نے اپنے تئیں کمال عروج پر پہچا لیا ہے اور یورپ کے دلیر اور پرحوصلہ فرزند خدائی کی کل ہاتھ میں لے لینے کے لئے بحر و بر کو زیروزبر کر رہے ہیں اور باایں ہمہ اس بلائے جانستاں کے قابل جہل اور نادانی کا اعتراف کرتے ہیں۔ ایک شخص جو پرشغب اور پرہنگامہ اور پرتمدن شہروں سے ایک دور کے کنارہ میں رہتا ہے کس قدر قوت اور غیر متزلزل شوکت سے دعوی کرتا ہے کہ اگرچہ طاعون تمام بلاد پر اپنا پرہیبت سایہ ڈالے گی مگر قادیان یقیناً یقیناً اسکی دست برد اور۔۔۔ سے محفوظ رہے گا۔ اور وہ دیکھتا اور جانتا ہے کہ قادیان کے چاروں

طرف طاعون پھیلتا جاتا ہے اور قریب قریب کے اکثر گاؤں مبتلا ہو گئے ہیں اور جوق در جوق لوگ متاثر جگہوں سے قادیان میں آتے ہیں اور روک کا کوئی بھی سامان اور مقدرت نہیں۔ اس پر بھی وہ یہ بلند دعوی کرتا اور اقرار کرتا ہے کہ یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ یہ خدا کا کلام ہے جو میں پہنچاتا ہوں۔ مگر افسوس پیسہ اخبار نے راستی کے تمام مکذبوں کی طرح سخت شتاب کاری اور گستاخی اختیار کر کے چاہا ہے کہ خدا کے کلام کو پیروں کے نیچے کچل دے مگر کیا پیسہ اخبار کی ذمہ داری لاہور کے لئے اور قادر علیم خدا کی ذمہ داری قادیان کے لئے ایک مضحکہ آمیز بات یا بازاری گپ کی مانند غیر ممیّز رہ جائے گی؟ نہیں نہیں عنقریب ظاہر ہو جائے گا کہ زمین کے کمزور کیڑے کی بات میں اور فاطر ارض وسما کے مقتدر کلام اور دعوی میں کیا فرق ہے۔

سنو! اے زمین کے فرزندو! اور کان لگاؤ اے آسمان سے انقطاع کر کے مادیات پر جھک جانے والو! پھر سنو! اے خدا کے مامور مرسل کی بے عزتی کرنے والو! اور راستیوں سے عداوت کرنے کے ٹھیکہ دارو! کہ انہ آوی القریۃ اس خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسی پر توریت نازل کی اور حضرت خاتم النبیین ﷺ پر خاتم الکتب قرآن کریم کو اتارا۔ ہم آسمان وزمین کی خاطر خدا کو گواہ رکھ کر کہتے ہیں کہ یہ وحی ویسی ہی سچی ہے جیسے قرآن کریم کی وحی۔ اس لئے کہ یہ اسی کی تائید وتصدیق میں اتری ہے اور یہ ضرور پوری ہوگی اور ضرور ہوگی۔ انہ آوی القریۃ کا مفہوم صاف لفظوں میں تقاضا کرتا ہے کہ اس میں اور اس کے غیر میں بین امتیاز ہو اور یہ نہیں ہوسکتا جب تک کم از کم وہ شہر طاعون میں مبتلا نہ ہوں جنہوں نے سب سے زیادہ جنگ خدا کے سلسلہ سے کی اور جہاں پیسہ اخبار سا دشمن حق بود و باش رکھتا ہے۔ غیور خدا اپنے کلام کے اکرام واعزاز کے لئے ایسا کرنے والا ہے تو کہ اڈیٹر پیسہ اخبار کی امید اور پیش گوئی کی آنکھ میں خاک ڈال دے اور آدم کے دشمنوں کی آنکھیں نیچی کروا کر اقرار لے کہ کیا یہ صحیح نہیں کہ قادیان دار الامان ہے؟ پھر سن لو از بس ضروری ہے کہ یہ بل عام طور پر محیط ہو، اس لئے کہ کوئی کہنے کا موقع نہ پا سکے کہ قادیان ہی محفوظ نہیں فلاں فلاں جگہ بھی محفوظ ہے۔ خصوصاً خدا کی غیرت کا حملہ ان جگہوں پر ہے جہاں بڑے

بڑے آئمۃ الکفر رہتے ہیں اور ممکن بلکہ غالب امید ہے کہ وہ بہتیرے کس میرس ناتواں دیہات بچ رہے ہیں جہاں سے تابڑتوڑ توبہ اور استغفار اور بیعت کے خطوط آ رہے ہیں اور وہ چلا چلا کر کہہ رہے ہیں کہ یا مسیح الخلق عدوا نا

....اگر اب تک پیسہ اخبار اور لاہور کے لوگ اپنی استہزاء اور تعلّی اور تکبر پر اصرار کرتے اور ان باتوں کو کذب اور افتراء سمجھتے ہیں تو ان کے لئے بڑا عجیب موقعہ ہے کہ خدا کی قدرت نمائی کے جلی اور صاف صاف پڑھے جانے والے نشان دیکھ لیں۔ ایک طرف حضرت مسیح موعود نے اپنی راستی اور شفاعت کبری کا یہ ثبوت پیش کیا ہے کہ قادیان کی نسبت تحدی کر دی ہے کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا اور اپنی جماعت کے علاوہ اس جگہ کے ان تمام لوگوں کو جو اکثر دہریہ طبع کفار مشرک اور دین حق سے ہنسی کرنے والے ہیں خدا کے مصالح اور حکمتوں کی وجہ سے اپنے سایہ شفاعت میں لے لیا ہے جیسے کہ برسوں اس سے قبل خدا تعالی نے براہین احمدیہ میں خبر دی تھی کہ و ما کان اللہ لیعذ بھم و انت فیھم یعنی خدا ان کو عذاب سے ہلاک نہ کرے گا جب کہ تو ان کے درمیان ہے۔ غرض ایک طرف تو اس بڑے بھاری دعوی کے مدعی نے اپنی بستی کی نسبت یہ دعوی کیا ہے اور دوسری طرف یہ دعوی کیا ہے کہ لاہور اور اس کی مثل وہ مقامات جن میں آئمۃ الکفر رہتے ہیں طعمہ طاعون ہونے سے ہرگز نہ بچیں گے اور حضرت ممدوح نے لکھا ہے اور بار بار فرماتے ہیں کہ جہاں ایک بھی راست باز ہوگا اس جگہ کو خدا تعالی اس مشتعل غضب سے بچا لے گا.... حضرت مرزا غلام احمد کا یہ دعوی ۲۵ برس سے ہے کہ ان کی تکذیب پر آخر کار دنیا میں طاعون پڑنا تھا اور پھر خدا نے اس اکیلے صادق کی طفیل قادیان کو جس میں اقسام اقسام کے لوگ تھے اپنی خاص حفاظت میں لے لیا ....وقت آ گیا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی ایک عالم کے نزدیک مسیح موعود اور مہدی مسعود یقیناً ثابت ہو جائیں اور التباس اور شک کا سارا پردہ اٹھ جائے۔

اے نیچریو! اور اے بے باک زندگی کی چال کو پسند کرنے والو اور اے مذہب اور خدا کو پرانے زمانہ کا مشغلہ کہنے والو! اور اے یورپ کی عقل اور سائنس کو خدا کے لاکھوں راست بازوں

کے سچے فلسفہ پر ترجیح دینے والو! اور اے خدا کی صفت تکلم اور پیش گوئیوں پر ہنسی اڑانے والو! اور اپنی ہوا و ہوس کے بتوں کے پرستارو! بولو اور سوچ کر بولو کیا تمہارے نزدیک مسیح موعود کے اس دعوی اور پیش گوئی میں خدا کی ہستی پر، قرآن کی حقیقت پر، خدا کے متصف بصفات کاملہ ہونے پر، یعنی ازل سے ابد تک متکلم ہونے اور مدبر بالارادہ ہونے اور قادر مطلق ہونے پر اور بالآخر میرزا غلام احمد قادیانی کے منجانب اللہ ہونے پر چمکتی دلیل نہیں؟ اب خدا کا ارادہ ہے کہ تم میں سے بہتوں کو جگائے جو غفلت کی نیند میں اینڈے پڑے سوتے تھے اور بہتوں کے منہ اپنی قدرت نمائی سے بند کر دے جو بہت جلدی خدا کی باتوں پر ہنس دیتے تھے اور وقت آ گیا ہے کہ خدا کی اس وحی کی صداقت ظاہر ہو جائے جو آج سے ۲۲ برس پہلے براہین احمدیہ میں لکھی گئی اور وہ یہ ہیں۔ دنیا میں ایک نذیر آیا، دنیا نے اسے قبول نہ کیا پر خدا اسے قبول کرے گا اور زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کرے گا۔ یہ وہی خدا کے زور آور حملے ہیں جو اس کی سچائی کے اظہار کے لئے ہو رہے ہیں اور ہنوز خدا معلوم کب تک ان کا سلسلہ جاری رہے۔ آج وہی سعید ہے جو ہوا سے محسوس کرے کہ پیچھے زور سے برسنے والا بادل آ رہا ہے و ان فی ذلك لآ یة لقو م یؤمنو ن

... پادری صاحبان! غور کا مقام ہے کہ قادیان سے دو دو میل کے فاصلہ پر طاعون تاخت و تاراج کر رہی ہے اور قادیان ایک جزیرہ کی طرح اس موجزن خونخوار سمندر مین بن رہا ہے اور روک اور حفاظت کا کوئی قہری اور جبری سامان نہیں۔ گورنمنٹ حفاظت سے دست کش ہو چکی ہے اور طاعون زدہ مقامات سے بے روک ٹوک براتیں اور گنوار قادیان اور اس کے بازار میں آتے جاتے ہیں بااین ہمہ ایک شخص علی الاعلان کہہ رہا ہے کہ خدا تعالی مجھ سے بولا اور اس نے مجھے کہا انہ آ وی القر یة ۔ لو لا ا لا کرام لهلك المقا م ۔ آپ لوگوں کے پاس کس قدر سامان ہیں؟ آپ کے کنووں میں کرم کش دوائیں چھڑکی جاتی ہیں اور طاعون کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے بڑی ہتھیار بندی کی جاتی ہے اور آپ ہزاروں ہزار تنخواہیں گورنمنٹ سے یا گورنمنٹ کی قوم سے پاتے ہیں احسان کا معاوضہ دینے اور مذہب عیسی کی صداقت ظاہر کرنے کا امتحان اور میدان تو اب

پیش آیا ہے۔ یہ موقعہ ہاتھ جانے نہ دیجئے۔ اگر آپ نے بالمقابل کچھ شائع نہ کیا تو یسوع مسیح کی موت پر دوہری مہر لگ جائے گی اور ایک جہان پر روشن ہو جائے گا کہ نصرانیت مردہ مذہب ہے اور حضرت عیسی عاجز انسان اور خدا کا عاجز بندہ تھا جو اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح فوت ہو گیا۔

عبدالکریم از قادیان۔ ۱۰۔ اپریل ۱۹۰۲ء

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین آپ غور کریں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور مرزا صاحب کے امام نے کس زور کی تحدی کی ہے اور کس قدر اپنے دماغ اور قلم کا زور اس پر خرچ کیا ہے آخر کار اس تحدی اور دعوی کے بعد کیا ہوا، یہ کہ قادیان میں ایسا طاعون آیا کہ الامان والحفیظ۔ اس کا ثبوت ہم اور جگہ سے کیوں دیں خود مرزا غلام احمد صاحب کی تحریریں موجود ہیں۔ مرزا صاحب اپنی آخری تصنیف حقیقت الوحی میں لکھتے ہیں:

پھر طاعون کے دنوں میں جب کہ قادیان میں طاعون زور پر تھا، میرا لڑکا شریف احمد بیمار ہوا

(حقیقت الوحی۔ ص ۸۴)

ان دونوں کلاموں سے نتیجہ کیا نکلا؟ ہم سے کوئی پوچھے تو ہم یہ کہیں گے کہ

تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندان لعنت گرفتار کرد

ناظرین! یہ نمونہ ہے قادیانی مشن کی پیش گوئیوں اور غیب دانیوں کا۔ ورنہ ان کے علاوہ اور بہت سی پیش گوئیاں ہیں جو سراسر غلط ثابت ہوئیں۔ مفصل کے لئے میرا رسالہ الہامات مرزا ملاحظہ فرماویں۔

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کچھ ضروری نہ تھا کہ قادیانی مشن کے متعلق ہم مزید تحقیق کرتے لیکن حکیم نورالدین صاحب خلیفہ قادیان نے اپنے رسالہ صحیفہ آصفیہ میں جن واقعات کا ادھورا بلکہ غلب ذکر کیا ہے، ان کی قدرے تفصیل کی جاتی ہے۔

باب دوئم

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حکیم نورالدین صاحب نے اپنے رسالہ صحیفہ آسفیہ میں دو طرح سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نبوت کا ثبوت دیا ہے۔

ایک تو واقعات و حوادث بتا کر لکھا ہے:

ایک طرف تو یہ امر متحقق ہے کہ دنیا کی اخلاقی حالت بہت گر چکی ہے اور اصلاح کی محتاج ہے اور دوسری طرف کل اہل دنیا یک زبان ہو کر بول اٹھی ہے کہ یہ حادثات مختلفہ معمولی اور اتفاقیہ مصائب نہیں بلکہ یہ تو منتقم حقیقی کا غضب اور واحد القہار کا عذاب ہے جو اہل دنیا کی سزا کے لئے نازل ہوا ہے۔ لہذا اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا تعالی نے اپنی لاتبدیل سنت کے مطابق کوئی پاک نفس انسان ہم میں مبعوث کیا جو دنیا پر عذاب نازل ہونے سے پہلے دنیا کے لئے نذیر ہو کر آیا۔ اس کے جواب میں میں عرض کرونگا کہ ہاں خدا تعالی نے اپنی قدیم سنت کے مطابق اس زمانے کو خواب غفلت سے جگانے اور غافلوں کو ان کی ہلاکت سے پہلے آئندہ عذاب سے ڈرانے کے لئے ایک مقدس انسان ہم میں پیدا کیا جس نے سب سے پہلے اپنی قوم کو اور پھر کل دنیا کو پیش از وقت آئندہ عذاب سے اطلاع دے کر ان میں روح اور راستی پیدا کرنی چاہی لیکن اس کے ساتھ اہل ملک نے وہی سلوک کیا جو دیگر مرسلین کے ساتھ اپنی اپنی قوم کے اکثر افراد نے کیا یا حسرۃ علی العباد ۔ ما یا تیھم من رسو لٍ الا کا نوا به یستھزؤن

(صحیفہ محبوبیہ۔ص ۷)

اس کا جواب تو اتنا ہی کافی ہے جو قرآن مجید میں خداوند عالم نے خود دیا ہے۔ غور سے سنئیے:

ما ار سلناك ا لا كا فةً للناس (اے نبی ہم نے تجھ کو سب لوگوں کے لئے بھیجا ہے)۔

پس سنت اللہ کے مطابق نبوت اور ہدایت محمد یہ سب کے لئے کافی ہے۔ جدید نبوت یا رسالت کا دعوی کرنا نص قرآنی کے مخالف ہے جو یہ ہے:

ما کا ن محمد ابا ا حدٍ من ر جا لکم و لکن رسو ل الله و خا تم النبیین

(حضرت محمد ﷺ خاتم الانبیاء اور خاتم المرسلین ہیں)

پس ایسی نص قرآنی اور فرمان رحمانی کے ہوتے ہوئے کس مسلمان کی جرأت ہے کہ نبوت یا رسالت کا مدعی ہو یا کسی مدعی سے ایسا دعوی سن سکے۔

اسی آیت قرآنی کی بنا پر علماء اسلام کا بالا جماع عقیدہ ہے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے نبوت کا دعوی کرنے والا کافر ہے۔ علماء کے اس اجماع پر جناب مرزا صاحب کے بھی دستخط ثبت ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:

ما کا ن محمد ابا ا حدٍ من ر جا لکم و لکن رسو ل الله و خا تم النبیین ، ا لا تعلم ان الر ب الر حیم المتفضل سمّی نبینا ﷺ خا تم النبینن بغیر استثناء و فسره نبینا فی قو له لانبی بعدی ببیا ن وا ضح للطا لبین۔ و لو جوزنا ظهور نبی بعد نبینا ﷺ لجوز نا انفتا ح با ب و حی النبوة بعد تغلیقها و هذا خلف کمالا یخفی علی المسلمین و کیف یجیء نبی بعد رسو لنا ﷺ و قد انقطع الو حی بعد وفا ته و ختم الله به النبیین (حمامۃ البشری۔ص۲۰)

(حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالی نے ہمارے نبی کا نام بغیر کسی استثنا کے خاتم الانبیاء رکھا ہے جس کی تفسیر آنحضرت ﷺ نے کی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ اگر ہم کسی نبی کا بعد آنحضرت ﷺ کے آنا جائز قرار دیں تو وحی نبوت کا دروازہ باوجود بند ہونے کے ہم نے کھولنے کی اجازت دی۔ یہ امر خلاف اسلام ہے جیسا کہ مسلمانوں پر مخفی نہیں۔ کس طرح کوئی نبی بعد ہمارے نبی ﷺ کے آسکتا ہے حالانکہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد وحی نبوت بند ہو چکی ہے اور اللہ تعالی نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا ہے)

اسی کتاب کے ایک اور مقام پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

و ما کا ن لی ان ادعی النبوة و ا خر ج عن ا لا سلا م و الحق بقو م کا فر ین

(ص ۹۷) (یعنی یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ میں نبوت کا دعوی کر کے اسلام سے نکل جاؤں اور کافروں سے جاملوں)

باوجود نصوص قرآنیہ اور تصریحات مرزائیہ کے حکیم صاحب کا مرزا صاحب کی نسبت نبوت کا ادعا کرنا گویا آپ کو اور جناب مرزا صاحب کو خود ہی کافر بنانا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں

حضور والا نے قرآن کریم ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ علم غیب کے راز کسی نجوم یا جفر کا نتیجہ نہیں ہوتے ۔ بلکہ وہ انہیں پر ظاہر ہوتے ہیں جو خدا کے برگزیدہ ومرسل ہوتے ہیں ۔ اور نہ کوئی زید وبکر اس طاقت اور تحدی کے ساتھ بغیر خدا کے بلائے بول سکتا ہے جیسے قرآن مجید فرماتا ہے :

ما ن الله ليطلعكم على الغيب و لكن الله يجتبى من رسله من يشاء ۔

(آل عمران ۔ ع ۱۸)۔

عا لم الغيب فلا يظهر على غيبه ا حد الّا من ارتضى من رسو ل (جن ۔ ع ۲)

ترجمہ۔ اللہ کسی کو غیبی امور سے اطلاع نہیں دیا کرتا مگر مجتبی رسولوں میں سے جسے چاہے اسے بتلا دیتا ہے، وہی عالم الغیب ہے اور رسولوں میں سے صرف انہیں کو غیب سے اطلاع دیتا ہے جو اسے پسند ہوں ۔ یعنی بجز خدا کے علم دیئے کوئی غیب کی بات نہیں بتلا سکتا اور خدا کسی خاص اپنے رسول کو ہی علم دیتا ہے (صحیفہ آصفیہ۔ ص ۱۹۔۲۰)

اس عبارت میں حکیم نورالدین صاحب نے صاف طور پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نسبت ادعاء نبوت کا اظہار کیا ہے جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اپنی سابقہ تحریرات کے بموجب چاہ ضلالت اور وادی کفران میں گرنا ہے۔ لہذا اس کا جواب بس یہی ہے

رسول	قادیانی	کی	رسالت

جہالت	ہے	جہالت	ہے	جہالت

اسی ضمن میں حکیم نورالدین صاحب نے مرزا صاحب قادیانی کی طرف سے کئی ایک پیش گوئیاں قبل از وقوع بھی بیان کی ہیں، لہذا اس بحث سے ہاتھ اٹھا کر ان پیش گوئیوں کی تحقیق کرتے ہیں۔

پیش گوئی بابت لیکھ رام

اس پیش گوئی کو بڑے فخر سے حکیم نور الدین صاحب خلیفہ قادیان نے لکھا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ صحیح واقعات کو غلط اور خلط ملط کر دیا ہے۔ جناب مرزا صاحب قادیانی ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ:

ہم اپنی اجتہادی باتوں کو خطا سے معصوم نہیں سمجھتے۔ ہمیں ملزم کرنے کے لئے ہمارا کوئی الہام پیش کرنا چاہیے۔ (تریاق القلوب۔ ص ۱۴)

پس اس اصول عامہ کے لحاظ سے دیکھا جائے تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی پیش گوئی متعلقہ پنڈت مذکور غلط اور بالکل غلط ثابت ہوئی۔

اصل اشتہار اس پیش گوئی کا وہی ہے جو حکیم صاحب نے بھی صحیفہ آصفیہ کے صفحہ ۱۶۔ ۱۷ پر نقل کیا ہے مگر افسوس ہے کہ فرط محبت میں بحکم حبك الشيء يعمي و يصم حکیم صاحب نے اس کو بغور نہیں دیکھا۔ ہم اس کے بعض ضروری فقرات یہاں درج کرتے ہیں۔ مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں :

اب میں اس پیش گوئی کو شائع کر کے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اس شخص (پنڈت لیکھرام) پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہو جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو، تو سمجھو کہ میں خدا کی طرف سے نہیں اور نہ اس کی روح سے میرا یہ نطق ہے۔ (صحیفہ آصفیہ ص ۱۷۔ حاشیہ)

یہ الفاظ اپنا مدعا بتلانے میں صاف ہیں کہ چھ برس کے عرصہ میں پنڈت لیکھرام پر خرق عادت یعنی خلاف عادت کوئی عذاب نازل ہوگا۔ ایسا نہ ہو تو مرزا صاحب کا دعویٰ غلط۔ پس امر تنقیح طلب یہ ہے کہ کیا ایسا ہوا؟ صحیح جواب جو واقعات پر مبنی ہے یہ ہے کہ نہیں۔ اس لئے کہ پنڈت لیکھرام گو چھ سال کے عرصے میں چھری سے مارا گیا، لیکن اس کا مارا جانا کوئی خرق عادت عذاب نہیں بلکہ اس قسم کے قتل و خون آئے دن

ہوتے رہتے ہیں۔ یہ قتل تو بڑی سازش سے ہوا ہوگا، اسی شہر لاہور میں دن دہاڑے کئی دفعہ انگریزوں کو قتل کیا گیا ۔غرض اس قسم کے واقعات بلاد پنجاب میں عموماً پیش آتے رہتے ہیں جن کو کوئی فرد بشر بھی خرق عادت نہیں کہتا ۔نہ جانتا ہے۔

حکیم نورالدین صاحب نے اپنی بات بنانے کو مرزا صاحب قادیانی کا ایک عربی شعر نقل کیا ہے جس سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس شعر میں لیکھ رام کے قتل کا دن بھی بتلایا گیا ہے۔ چنانچہ حکیم صاحب کے الفاظ یہ ہیں کہ:

پھر آپ نے اپنی عربی تصنیف موسومہ کرامات الصادقین میں دعا متعلق لیکھ رام کا ذکر کرتے ہوئے ذیل کا شعر لکھا ہے کہ لیکھ رام کی موت عید کے دن کے قریب ہوگی

وبشرنی ربی وقال مبشراً
ستعرف یوم العید والعید اقرب

(صحیفہ آصفیہ۔ص۱۸)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس کے جواب میں ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اصل قصیدے سے اس شعر کا سیاق وسباق بتلانے کو ادھر ادھر کے چند شعر نقل کریں۔ ناظرین بغور سنیں

الا ایھا الواشی الام تکذب
وتکفر من ھو مومن وتونب
والیت انی مسلم ثم تکفر
فاین الحیا انت امرء وعقرب
الا اننی تبر وانت مذھب
الا اننی اسد وانت ثعلب

الا اننی فی کل حرب غالب
فکدنی بما زورت فالحق یغلب
فبشرنی ربی و قال مبشراً
ستعرف یوم العید و العید اقرب
و نعمنی ربی فکیف اردّہ
و ھذا عطاء اللہ و الخلق یعجب
و سوف تری انی صدوق مؤید
و لست بفضل اللہ ما انت تحسب

اشعار مذکورہ صاف بتلا رہے ہیں کہ یہ کلام کسی ایسے شخص کے جواب یا خطاب میں ہے جو مرزا جی کا مکفر ہے یعنی خود مسلمان ہے اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو کافر کہتا ہے۔ اس کو مرزا جی ڈانٹ بتلاتے ہیں کہ تو بے حیا ہے، بچھو ہے، میں نیک ہوں تو طمع ساز ہے میں شیر ہوں تو لونبڑ ہے میں ہر ایک لڑائی میں غالب ہوں۔ مجھے خدا نے بشارت دی اور کہا کہ تو عید کو پہچانے گا اور عید قریب ہے۔ میرے خدا نے مجھے نعمتیں دی ہیں لوگ تعجب کرتے ہیں تو دیکھ لے گا کہ میں سچا ہوں اور جیسا تیرا گمان ہے ویسا نہیں ہوں۔

اس سے آگے قریب کر کے صاف اور صریح لکھتے ہیں:

و قاسمتھم ان الفتاوی صحیحہ
و علیك وزر الکذب ان کنت تکذب
و ھل لك من علم ونص محکم
علی کفرنا او تخرصن و تتعب

(تو نے ان لوگوں سے قسم کھا کر بتلایا کہ یہ فتوی جو مرزا پر لگائے گئے ہیں، صحیح ہیں۔ اگر تو جھوٹا ہے تو جھوٹ کا وبال تجھ پر ہے کیا تیرے پاس قطعی علم یا مضبوط نص ہمارے کفر پر ہے، یا تو محض اٹکل اور تکلف کرتا ہے)

صاف بات ہے کہ اس قصیدے میں نہ لیکھرام کا ذکر ہے نہ ڈپٹی عبداللہ آتھم کا، بلکہ صریح خطاب

علماء مکفرین سے ہے۔ نہ کسی اور سے۔ نہیں معلوم ایسے صحیح واقعات کو غلط اور مصنوعی واقعات سے مکدر کرنا اگر لبس حق نہیں تو کیا ہے؟

حکیم نورالدین صاحب! بہت سے امور اور مسائل میں اختلاف ہوتا ہے، مگر دیانت اور راست بازی میں کسی کا اختلاف نہیں پھر آپ کو بھی اس میں خلاف نہیں ہونا چاہیے

بے وفا! کون سی خوبی ہے نہیں جو تجھ میں
وصف اتنے ہیں جہاں ایک وفا اور سہی

اگر ہم حسب قول حکیم نورالدین صاحب اس شعر کو پنڈت لیکھ رام کی تاریخ قتل سے متعلق مان لیں تو بھی مرزا صاحب قادیانی کی تکذیب لازم آتی ہے پہلے شعر مذکور مکرر سنئے

و بشرنی ربی و قال مبشراً
ستعرف یوم العید و العید اقرب

غور طلب بات یہ ہے کہ اقرب صیغہ تفضیل کا ہے جس کے لئے ایک تو مفضل علیہ کی ضرورت ہے دوئم مقرّب الیہ کی یعنی کس سے زیادہ قریب اور کس کے قریب۔ اول یعنی مفضل علیہ تو زمان بعد از عید ہے اور مقرب الیہ مخاطب خاص یا عام ہیں۔ پس معنی یہ ہیں کہ: مجھے پروردگار نے خوش خبری دیتے ہوئے کہا کہ تو عید کے دن کو پہچانے گا اور عید بہت قریب ہے۔ یہاں عید ہی کو تعرف کا مفعول بہ بنایا اور عید ہی کو اقرب کا محکوم علیہ۔ اس سے اگر کوئی بات ثابت ہوئی تو یہ کہ کوئی واقع عید کے دن ہوگا جس کا متکلم کو انتظار ہے اور مخاطب کا انتظار رفع کرنے کو متکلم کہتا ہے و العید اقرب۔ عید بہت قریب ہے۔ اس کی نظیر خود قرآن مجید میں بھی ملتی ہے۔ غور سے سنئے: انّ موعدھم الصبح الیس الصبح بقریب حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر ہے کہ فرشتوں نے ان کو قوم کی تباہی کے لئے صبح کا وقت بتلا کر رفع انتظار کے لئے کہا کیا صبح قریب نہیں ہے یعنی الصبح قریب۔ اس کے نظائر اور بھی بہت ہیں۔

پس مطلب صاف ہے کہ جو کچھ ہونا ہے وہ عید کے روز ہونا، نہ اس سے آگے نہ پیچھے۔ لیکن لیکھرام کا واقع عید کے روز نہیں ہوا، بلکہ دوسرے روز ہوا ہے۔ پھر پیش گوئی کے کذب میں کیا شک ہے؟

ہاں جو شخص پندرہ دن کی میعاد لگا کر چالیس دن میں واقع ہونے سے بھی سچا ہی بنتا ہو اس کا کوئی جواب ہی نہیں ہو سکتا۔

این ست جوابش کہ جوابش ندہی

پیش گوئی بابت طاعون پنجاب

اس پیش گوئی میں تو حکیم نور الدین صاحب نے وہی برتاؤ کیا جو استاد نیاز نے کہا ہے

وہ عجب گھڑی تھی کہ جس گھڑی لیا درس نکتہ عشق کا
کہ کتاب عقل کی طاق پر جاں دھری تھی واں ہی دھری رہی

حکیم صاحب! آپ نے غور نہیں فرمایا کہ جو کچھ آپ کہتے ہیں آپ کے خلاف ہے۔ آپ نے مرزا صاحب قادیانی کا اشتہار متعلقہ طاعون پنجاب نقل کیا ہے جس کے ضروری فقرے یہ ہیں:

میں نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالی کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو ملک میں عنقریب پھیلنے والی ہے۔ میرے پر یہ امر مشتبہ رہا کہ اس نے یہ کہا کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض بہت پھیلے گا یا کہا کہ اس کے بعد کے جاڑے میں پھیلے گا۔

(صحیفہ آصفیہ۔ ص۲۲)

اس خواب کو ہم صحیح بھی مان لیں اور اس کی آخری مدت بھی قرار دیں تو بھی پنجاب میں طاعون کا غلبہ ۱۹۰۰ء میں کمال تک ہو جانا چاہیے تھا حالانکہ خدائے ذوالجلال کی غیرت نے یہ کرشمہ دکھایا کہ آپ خود بھی مانتے ہیں کہ:

۱۹۰۱ء میں کشف مذکورہ بالا کے طاعونی درخت پنجاب میں کسی قدر بارور ہونے لگے

(صحیفہ آصفیہ۔ص ۲۴)

اس، کسی قدر، کے لفظ کو دیکھئے اور مرزا جی کی عبارت منقولہ بالا میں، بہت پھیلے گا، کے لفظ کو ملاحظہ کر کے بتلایئے کہ ان دونوں لفظوں میں وہی نسبت ہے یا نہیں، جو شیر قالین اور شیر نیستاں میں ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی خواب میں صاف تصریح ہے کہ غایت سے غایت ۱۹۰۰ء میں طاعون کی خوفناک اشاعت پنجاب میں ہو جائے گی حالانکہ بقول آپ کے ۱۹۰۱ء میں بھی کسی قدر (دبی زبان سے) ہوا جو قریب قریب عدم کے تھا۔

چونکہ واقع بھی یہی ہے کہ پنجاب میں ۱۹۰۲ء سے طاعون کا شیوع ہوا اسی لئے پنجاب یونیورسٹی نے ۱۹۰۲ء ہی میں طلباء کو سرکلر دیا تھا کہ داخلہ امتحان سے پہلے ٹیکہ طاعون کرا کر آنا ہوگا۔اور آپ کو بھی اس کا اعتراف ہے چنانچہ آپ خود لکھتے ہیں کہ:

وہ سیاہ درخت جو سرزمین پنجاب میں ۱۸۹۸ء کے شروع میں لگائے گئے تھے ۱۹۰۲ء کی بہار میں آ کر ثمر دار ہو گئے (صحیفہ آصفیہ۔ص ۲۵)

۱۹۰۲ء کا واقع ۱۸۹۸ء میں دیکھنا ابن صیاد کے درخ سے کم نہیں (آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جس کا نام ابن صیاد تھا اس کی غیب دانی کا چرچہ ہوا تو حضور پیغمبر ﷺ نے اس سے پوچھا کہ بتلا میرے دل میں کیا ہے؟ آپ نے اپنے خیال میں خم دخان، رکھا تھا۔اس نے جواب میں کہا آپ کے دل میں درخ ہے۔آپ نے فرمایا خلط علیك الا مر، واقعات تجھ پر مکدر ہیں، اسی حدیث کی طرف یہاں اشارہ کیا گیا ہے)

حکیم صاحب! آیئے! ہم آپ کی خاطر اس جواب کو صحیح مان لیں اور انہی معنی میں لیں جو مرزا صاحب اور آپ کے حسب منشاء ہے لیکن اس کا کیا علاج ہو کہ جناب مرزا صاحب قادیانی خود ہی لکھتے ہیں کہ:

یہ عجیب حیرت نما امر ہے کہ بعض طوائف یعنی کنجریاں بھی جو سخت ناپاک فرقہ دنیا میں ہیں، سچی خوابیں دیکھا کرتی ہیں۔اور بعض پلید اور فاسق اور حرام خور اور کنجروں سے بدتر اور بد دین اور ملحد جو اباحتیوں کے رنگ میں زندگی بسر کرتے ہیں اپنی خوابیں بیان کیا کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو کہا کرتے ہیں کہ بھائی میری طبیعت تو کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ میری خواب کبھی خطا ہی نہیں جاتی۔

اوراس راقم کواس بات کا تجربہ ہے کہ اکثر پلید طبع اور سخت گندے اور ناپاک اور بے شرم اور خدا سے نہ ڈرنے والے اور حرام کھانے والے فاسق بھی سچی خوابیں دیکھ لیتے ہیں۔

(تحفہ گولڑویہ۔ حاشیہ ص ۴۸)

پس ایک آدھ خواب کی سچائی سے ہم کیونکر تسلیم کرلیں جب تک تمام واقعات کی تصحیح نہ ہولے کیونکہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہوتا ہے جس کا مطلب (بقول مرزا صاحب) دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ کنجروں اور بھڑووں کی بھی بعض خواب سچے ہوجاتے ہیں۔

پیش گوئی بابت زلزلہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

ہمارا دعوی ہے کہ جب سے ڈپٹی عبداللہ آتھم کا واقع مرزا صاحب قادیانی کے خلاف منشاء ہوا، مرزا جی نے کبھی کوئی پیش گوئی تعیین سے نہیں کی۔ چنانچہ زلزلہ کے متعلق جو آج حکیم نورالدین صاحب اور حکیم صاحب سے قبل خود جناب مرزا صاحب قادیانی بھی زور دیتے رہے ہیں، یہ سب نکتہ بعدالوقوع ہے۔ حکیم صاحب نے زلزلہ کے متعلق مرزا صاحب قادیانی کے اشتہار سے اقتباس کیا ہے جو درج ذیل ہے:

میں اس وقت جو آدھی رات کے بعد چار بج چکے ہیں بطور کشف دیکھا ہے کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے۔ میرے منہ پر یہ الہام الٰہی تھا کہ موتا موتی لگ رہی ہے کہ میں بیدار ہوگیا اور اسی وقت جو ابھی کچھ حصہ رات کا باقی ہے میں نے یہ اشتہار لکھنا شروع کردیا ہے۔ دوستو! اٹھو! ہشیار ہوجاؤ کہ اس زمانہ کی نسل کے لئے نہائت مصیبت کا وقت آگیا ہے اب اس دریا سے پار ہونے کے لئے بجز تقوی کے اور کوئی کشتی نہیں۔ (صحیفہ آصفیہ۔ طبع اول ص ۲۹)

ناظرین! اس اقتباس کو ذہن نشین رکھیں اور اصل اشتہار مرزا صاحب قادیانی کا بھی ملاحظہ فرماویں جس سے یہ اقتباس کیا گیا ہے۔

تا سیاہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد

ہم قادیانی مشن اور ان کے خلیفہ صاحب کی نسبت کچھ کہتے تو مخالفانہ رائے تصور ہوتی لیکن الحمدللہ کہ قادیانی خلیفہ اور ان کے مریدوں نے ہمیں موقع دیا کہ ہم یہ کہیں کہ

رگوں میں دوڑنے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکے تو وہ لہو کیا ہے

پس آپ لوگ ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء کا اشتہار سنیئے۔ مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

دوستو! خدا تعالی آپ لوگوں کے حال پر رحم کرے آپ صاحبوں کو معلوم ہوگا کہ میں نے آج سے قریباً نو ماہ پہلے الحکم اور البدر میں جو قادیان سے اخباریں نکلتی ہیں خدا تعالی کی طرف سے اطلاع پا کر یہ وحی الہی شائع کرائی تھی کہ عفت الدیار محلھا و مقامھا یعنی یہ ملک عذاب الہی سے مٹ جانے کو ہے نہ مستقل سکونت امن کی جگہ رہے گی اور نہ عارضی امن کی جگہ یعنی طاعون کی وبا ہر جگہ عام طور پر پڑے گی اور سخت پڑے گی دیکھو اخبار الحکم پرچہ مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۱۸ جلد ۸ کالم ۳۔ اور اخبار البدر نمبر ۲۰۔ ۲۱ صفحہ ۱۵ مورخہ ۲۴ مئی و یکم جون ۱۹۰۴ء۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ وقت قریب آ گیا ہے میں نے اس وقت جو آدھی رات کے بعد چار بج چکے ہیں بطور کشف دیکھا ہے کہ دردناک موتوں سے عجیب طرح پر شور قیامت برپا ہے۔ میرے منہ پر یہ الہام الہی تھا کہ موتا موتی لگ رہی ہے کہ میں بیدار ہو گیا اور اسی وقت جو ابھی کچھ حصہ رات کا باقی ہے میں نے یہ اشتہار لکھنا شروع کیا۔ دوستو! اٹھو اور ہشیار ہو جاؤ کہ اس زمانہ کی نسل کے لئے نہائت مصیبت کا وقت آ گیا ہے اب اس دریا سے پار ہونے کے لئے بجز تقوی کے اور کوئی کشتی نہیں۔ مومن خوف کے وقت خدا کی طرف جھکتا ہے کہ بغیر اس کے کوئی امن نہیں۔ (اشتہار الوصیت۔ ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء)

حضرات! آپ لوگ غور سے اس اشتہار کو پڑھیں مکرر بلکہ سہ کرر پڑھیں۔ آپ کو بغیر اس کے کوئی مطلب معلوم نہ ہوگا کہ یہ اشتہار اور اس میں جتنی پیش گوئیاں ہیں طاعون کی تباہی کے متعلق ہیں۔ اخبار الحکم ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء کا حوالہ موجود ہے اس میں بھی الہام عفت الدیار محلھا و مقامھا لکھ کر ساتھ ہی لکھا ہے،

طاعون کے متعلق ہے۔ باوجود اس تشریح اور تصریح کے پھر اسی الہام کو زلزلہ سے متعلق کرنا کون کہہ سکتا ہے کہ دیانت ہے یا شرافت ہے؟ اور پاس سخن کا مقتضی نہیں۔ کیا سچ ہے

کیونکر مجھے باور ہو کہ ایفا ہی کریں گے

کیا وعدہ انہیں کر کے مکرنا نہیں آتا

حکیم صاحب! آیئے میں آپ کو ایک خوش خبری سناؤں۔ جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں:

ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا اور نہ کسی کا حق ہے کہ اس کے مخالف کہے (تتمہ حقیقت الوحی ص ۷)

اصل یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی واقعات عامہ کے لحاظ سے یاد خ د خ کے طریق سے ایسے کچھ کلمات کے الہامات سنادیا کرتے تھے جن کو موم کی گولی کی طرح سب طرف لگا سکیں۔ چنانچہ فروری ۱۹۰۵ء تک یہی الہام عفت الدیار محلها و مقامها طاعون پر چسپاں ہوتا رہا۔ لیکن جونہی ایک مہینے بعد ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو پنجاب میں زلزلہ عظیمہ آیا تو قادیانی پارٹی نے اس سے فائدہ حاصل کرنے کو فوراً سے پہلے جھٹ زلزلہ عظیمہ پر اس کو چسپاں کر دیا، جو کچھ تعجب انگیز امر نہیں بلکہ ان لوگوں کی روزمرہ کی عادت ہو کر بائیں ہاتھ کا کھیل ہو رہا ہے

جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ان سے سیکھ جائے

لیکن ہم تو جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اصول عامہ کو نہیں چھوڑ سکتے کہ الہام کی تشریح ملہم جو کر دے وہ مقدم ہے۔

پیش گوئی بابت زلزلہ ثانیہ

زلزلہ عظیمہ واقعہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کی بابت تو ہم بتلا آئے ہیں کہ کوئی الہام مرزا صاحب قادیانی کا نہیں ہے، جو کچھ ہے وہ یاروں کی خوش اعتقادی ہے اور بس۔ اس زلزلہ کے علاوہ بھی کوشش کی جاتی ہے کہ مرزا

صاحب کے الہام سے اور زلزلوں کا وجود ثابت کیا جائے چنانچہ حکیم نورالدین صاحب فرماتے ہیں:

ایک طرف جاپانی ماہر طبقات الارض نے اپنے علم و تجربہ کی بنا پر بعد از تحقیق دقیق اہل ہند کو یقین دلایا کہ آج سے دو صد برس تک ہند میں ہمچو قسم کے زلزلے کی امید نہیں۔ دوسری طرف پھر الہام الٰہی نے یکم فروری ۱۹۰۶ء کو اطلاع دی کہ صدیاں تو در کنار دنوں میں اسی موسم بہار کے شروع میں ایک اور زلزلہ آنے والا ہے جو پہلے زلزلہ کے ہم رنگ ہوگا۔ ملک کو ان دو پیش گوئی کرنے والوں کے متقابلہ حیثیت پر ابھی غور کرنے کا موقع نہ ملا ہوگا کہ خدا نے اپنے الفاظ ۲۹ فروری ۱۹۰۶ء کو پورے کر دکھائے جب کہ رات کے دو بجے ۴۔ اپریل کا سا زلزلہ وادی ہمالہ میں نمودار ہوا اور اس طرح اس زلزلہ نے ذیل کے ان الفاظ کو سچ کر دکھایا جو المسیح الموعود نے اپنے تیسرے اشتہار موسومہ البلاغ مجریہ ۲۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء میں ان سائنٹفک Scientific مکذبین الہام الٰہی کی تردید میں درج فرمائے تھے وھو ہذا:

یہ خدا تعالیٰ کی خبر اور اس کی خاص وحی ہے جو عالم الاسرار ہے اس کے مقابل پر جو لوگ یہ شائع کر رہے ہیں کہ کوئی سخت زلزلہ آنے والا نہیں ہے، وہ اگر منجم ہیں، یا کسی اور علمی طریق سے اٹکلیں دوڑاتے ہیں وہ جھوٹے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ درحقیقت یہ سچ ہے کہ وہ زلزلہ اس ملک پر آنے والا ہے (صحیفہ آصفیہ صفحہ ۱۳ طبع اول)

حضرات! اشتہار ۲۹۔ اپریل کے ساتھ بھی حکیم نورالدین صاحب نے وہی برتاؤ کیا جو ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء والے اشتہار سے کیا ہے۔ جس کا ذکر گذر چکا۔ ہم اس اشتہار کی تمام عبارت نقل کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

آج ۲۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو پھر خدا تعالیٰ نے مجھے دوسری مرتبہ کے زلزلہ شدیدہ کی نسبت اطلاع دی ہے سو میں محض ہمدردی مخلوق کے لئے عام طور پر تمام دنیا کو اطلاع دیتا ہوں کہ یہ بات آسمان پر قرار پا چکی ہے کہ ایک شدید آفت سخت تباہی ڈالنے والی دنیا پر آوے گی جس کا نام خدا نے بار بار زلزلہ رکھا ہے میں نہیں جانتا کہ وہ قریب ہے یا کچھ دنوں کے بعد خدا تعالیٰ اس کو ظاہر فرماوے

گا مگر بار بار خبر دینے سے یہی سمجھا جاتا ہے کہ بہت دور نہیں ہے۔ یہ خدا تعالی کی خبر اور اس کی خاص وحی ہے جو عالم الاسرار ہے اس کے مقابل پر جو لوگ یہ شائع کر رہے ہیں کہ کوئی سخت زلزلہ آنے والا نہیں ہے وہ اگر منجم ہیں یا کسی اور علمی طریق سے اٹکلیں دوڑاتے ہیں وہ جھوٹے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ درحقیقت یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ وہ زلزلہ اس ملک پر آنے والا ہے جو پہلے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل میں گزرا بجز توبہ اور دل پاک کرنے کے کوئی اس کا علاج نہیں۔ (قادیانی اشتہار ۲۹۔اپریل ۱۹۰۵ء)

ناظرین! خدارا فقرہ: جو پہلے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا

کو ملاحظہ فرمایئے اور بتلایئے کہ ۴۔اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلہ عظیمہ کے بعد ایسا زلزلہ کوئی آیا ہے؟ ۲۹ فروری ۱۹۰۶ء کوئی دور نہیں، کوئی صاحب بتلاویں کہ اس زلزلہ کی یاد کسی کے ذہن میں ہے؟

اے آسمان کے رہنے والو! اے زمین کے باشندو! پچھّم دکن اتر میں رہنے والو! خدارا بتلاؤ! کہ ۲۹ فروری ۱۹۰۶ء کو تم لوگوں نے ایسا کوئی زلزلہ دیکھا، یا سنا جس کی بابت مرزا جی فرماتے ہیں:

پہلے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا نہ کسی کان نے سنا نہ کسی کے دل پر گزرا

گویا ۴۔اپریل کے زلزلہ عظیمہ سے بہت بڑا۔

حکیم نور الدین صاحب! بخدا میں سچ کہتا ہوں آپ کے اس دعوی کی تصدیق نہ ہو سکے گی گو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی مرقد مبارک سے تشریف لے آویں۔

ہاں ہم مانتے ہیں کہ زلزلہ عظیمہ کے بعد مرزا صاحب ایسے کچھ خوف زدہ ہوئے تھے کہ آپ کو ہر وقت زلزلوں ہی کے خواب آتے تھے چنانچہ آپ ہی کے خوابوں اور ایسے الہاموں کی وجہ سے آپ کے معتقدین نے (جن میں راقم رسالہ صحیفہ آصفیہ بھی تھا) بہت دنوں تک خیموں میں بسیرا کیا اور چھتوں کے نیچے نہ سوئے نہ گئے کیونکہ خود بدولت بھی قادیان شریف میں ایسے ہی پڑے تھے۔ آخر کیا ہوا

آئے صد بار التجا کر کے
کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے

(یہاں موقع کی مناسبت سے حاشیہ میں شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی کی ایک مختصر تحریر نقل کی جا رہی ہے۔ شیخ الاسلام بٹالویؒ اشاعۃ السنہ میں قادیانی اشتہار ۲۹۔اپریل ۱۹۰۵ء پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے ایک اشتہار:

اس مضمون کا شائع کیا ہے کہ یہ زلزلہ مجھے نہ ماننے اور نہ پہچاننے کے سبب سے آیا ہے۔ اور آئندہ بھی آئے گا ۔جس کا وقت غالباً صبح کا وقت ہوگا یا اس کے قریب۔ اس میں یہ بھی کہا ہے کہ: اگر لوگ بڑے بڑے مکانوں سے جو دو منزلے، سہ منزلے ہوتے ہیں اجتناب کریں تو اس میں رعایت ظاہر ہے۔، اور خود بھی مہاراج نے اسی پر عمل کیا ہے، اپنے پختہ مکان کو چھوڑ کر باغ کے میدان میں خیمہ لگا لیا ہے اور ایسا ہی آپ کے حواریوں اور سیوکوں اور پوجاریوں نے عمل اختیار کیا ہے۔

مرزا قادیانی کا پہلے تو اپنے اشتہاروں میں صرف روحانی علاج (توبہ واستغفار) کی طرف لوگوں کو توجہ دلانا اور پھر خود اس جسمانی علاج کی طرف رجوع کرنا اور لوگوں سے رجوع کرانا، صاف اور قطعی دلیل ہے کہ جو کچھ وہ پیشگوئی زلزلہ کے متعلق کہتا یا کرتا ہے اس میں ان انگریزوں کی (جنہوں نے علم طبعی، طبقات الارض ونجوم وغیرہ علوم پر اعتماد کر کے یہ پیشگوئی کی تھی) تقلید وتصدیق کر رہا ہے اور احمقوں کو دام میں لانے کیلئے اس کو الہامی پیشگوئی بنا کر خدا پر افتراء کا مرتکب ہوا ہے اور اگر وہ الہام الٰہی سے پیشگوئی کرتا اور اس عذاب کا موجب گناہوں کو اور اس سے بچنے کا سبب صرف توبہ کو جانتا، تو ہرگز خود اس جسمانی علاج کی طرف رجوع نہ کرتا اور یقین رکھتا کہ خدا کے عذاب کو توبہ ہی ہٹا سکتی ہے (اگر نزول عذاب سے پہلے عمل میں آوے) دنیاوی وجسانی علاج وتدابیر اس کو ہرگز نہیں روک سکتی۔

ہم اس سے سوال کرتے ہیں کہ جن گناہ گاروں کو دو منزلہ سہ منزلہ مکانات گرانے سے خدا ہلاک کر سکتا ہے، کیا ان پر خیموں یا میدانوں میں آسمان سے آگ نہیں برسا سکتا؟ اور زمین کو شق کر کے اس میں ان کو نہیں دھنسا سکتا؟

اے نادان کرشن قادیان اور ان کے ناعاقبت اندیش مقلدان وسیوکان خیمے اکھاڑ کر اپنے دارالامان کی چار دیواری میں آ بسو۔ اور اگر خدا کی رحمت اور اس کے عذاب سے نجات چاہتے ہو تو اپنے گھروں میں رہ کر دعوی الہام و مسیحائیت ومہدویت سے دست بردار ہو کر سچی توبہ اختیار کرو۔ خدا تعالی تمہاری سچی توبہ دیکھے گا تو ان مقامات کو، اس گاؤں کو، جہاں تم ہوگے زلزلے سے بچالے گا۔

ہے مہاراج کرشن بزبان خود رود ہر گوپال آپ اپنا وہ بچن (بول) بھی بول گئے جو رسالہ دافع البلاء کے صفحہ ۵ و ۶ و ۷ و ۱۰ میں آپ نے فرمایا ہے کہ: خدا تعالی اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک لوگ خدا کے مامور ورسول کو نہ مان لیں۔ اور قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ تا تم سمجھو قادیان اسی لئے

محفوظ رکھی گئی ہے کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا اب دیکھو تین برس سے ثابت ہو رہا ہے کہ وہ دونوں پہلو پورے ہو گئے ۔یعنی ایک طرف تمام پنجاب میں طاعون پھیل گئی اور دوسری طرف باوجود اس کے کہ قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلے پر طاعون کا زور ہو رہا ہے، اور قادیان طاعون سے پاک ہے۔ بلکہ آج تک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیان میں آیا، وہ بھی اچھا ہو گیا۔ (دافع البلاء مصنفہ مرزا قادیانی)

جب تک طاعون دنیا میں رہے گو ستر برس تک رہے، قادیان کو وہ اس خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ وہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے.. وہ عزوجل فرماتا ہے ما کا ن اللّٰہ لیعذّ بھم و انت فیھم (ترجمہ) خدا ایسا نہیں کہ قادیان کے لوگوں کو عذاب دے حالانکہ تو ان میں رہتا ہے (دافع البلاء)

اور اس سے پہلے اشتہار طاعون مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۰۱ء میں یہ بچن (بول) آپ بول چکے ہیں:

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر ایک شہر میں، جس میں دس لاکھ کی آبادی ہو۔ ایک بھی کامل راست باز ہو گا۔ تب بھی یہ بلا شہر سے دفع کی جائے گی۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی ؒ لکھتے ہیں:

ہے مہاراج کرشن جی منہ سے تو آپ کے یہ بچن نکل چکے ہیں اور کرم (عمل) آپکے اس کے برخلاف ہیں۔ آپ پختہ مکان اور دارالامان چھوڑ کر گاؤں سے باہر نکل گئے ہیں۔ یہ عمل آپ کا اس امر کی دلیل ہے کہ آپ جو کہتے ہیں خدا کی طرف سے نہیں کہتے آپ کا دعوی الہام محض کذب وافتراء ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی سے تو ہم کو امید نہیں کہ وہ اس افترا پردازی اور خلق خدا کو ایذا رسانی سے توبہ کرے کیونکہ اسی میں اس کی گذران ہے اور یہی اس کی دکان کا اثاث اور سامان ہے۔ ہم اس مقام میں گورنمنٹ کو (جو احکم الحاکمین کی طرف سے عامہ خلائق کی جان و مال کے امن وحفاظت کی ذمہ دار اور جواب دہ ہے) اس ایذا رسانی خلائق کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ اگر گورنمنٹ کے نزدیک بھی اس پیشگوئی میں وہ شخص دروغگوئی کا اور عامہ خلائق کو دھوکہ دہی اور ایذا رسانی کا مرتکب ہوا ہے تو اس سے عدالت کے ذریعے جواب طلب کرے۔ پھر اگر الزام جرم تخویف مجرمانہ یا نقص امن عامہ خلائق اس پر ثابت ہو تو ان جرائم کی اس کو سزا دے تا کہ ملک میں امن قائم ہو۔ اور اگر وہ ان الزاموں سے قانونی زور سے جو وہ رکھتا ہے (کیونکہ نبی ہونے سے پہلے زمانہ نوکری سیالکوٹ محکمہ میر ابراہیم علی میں مختاری کا امتحان دے چکا ہے اور اس میں فیل ہے) یا جو اس کے مرید پلیڈر رکھتے ہیں، بری ہو جائے تو بدرجہ دوم گورنمنٹ اس کے اقرار نامہ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء (جو مسٹر ڈوئی مجسٹریٹ گورداسپور، حال، یعنی ۱۹۰۵ء، کمشنر بندوبست پنجاب) کے اجلاس میں اس نے لکھ دیا تھا اور اس کے دفعہ اول وسوم میں

انذاری پیش گوئیاں نہ کرنے کا وعدہ دے چکا ہے، جن کے الفاظ یہ ہیں:۔ا۔میں ایسی پیش گوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا جس کے معنی یہ ہوں یا ایسے خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو (یا اشخاص کو مسلمان ہوں، خواہ ہندو، خواہ عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچے گی یا وہ مورد عتاب الٰہی ہوگا۔۲۔میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا جس کا یہ منشاء ہو یا ایسا منشاء رکھنے کی وجہ معقول رکھتا ہو کہ فلاں شخص (یا اشخاص خواہ مسلمان ہوں خواہ ہندو یا عیسائی وغیرہ) ذلت اٹھائے گا یا مورد عتاب الٰہی ہوگا) کی دست آویز سے ایسی انذاری پیش گوئیوں سے اس کو روکے۔اور اگر اس اقرار نامہ کو بھی وہ اور اس کے پلیڈر مرید قانونی زور سے بے اثر ثابت کردیں اور مسٹر ڈوئی کا کیا کرایا اکارت کر کے دکھا دیں، تو پھر بدرجہ سوم گورنمنٹ پولیٹیکل مصالح ملکی ہی کی نظر سے اس کو ایسی فتنہ انگیز پیش گوئیوں سے روک دے۔اور اگر پولیٹیکل کاروائی کو بھی وہ لوگ چلنے نہ دیں تو بدرجہ چہارم گورنمنٹ منت وخوش آمد سے کام لے اور کڑاہ پرشاد (حلوے) کا چڑھاوہ چڑھا کر مہاراج کرشن کو خوش کردے۔اور آئندہ کے واسطے اس سے شفقت ومرحمت عامہ خلائق کا عہد لے۔اگر گورنمنٹ سے یہ بھی نہ ہوسکا تو پھر مہاراج کرشن جی کی پانچوں گھی میں ہیں، جو چاہیں سو کریں۔ہمارا جو کام تھا ہم نے پورا کر دیا۔)

پیش گوئی بابت طوفان حیدرآباد

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس طوفان کے متعلق بھی مرزا صاحب قادیانی نے کوئی پیش گوئی نہیں کی تھی آج جو کچھ بتایا جاتا ہے محض حکیم صاحب اور ان کے اتباع کے دماغ کا نتیجہ ہے۔اسی لئے تو حکیم صاحب نے بھی اس واقع کے متعلق کوئی خاص پیش گوئی نہیں لکھی بلکہ ایک اٹکل پچو بات سے کام لیا ہے چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں۔حکیم نور الدین صاحب کہتے ہیں:

اس (خدا) نے اپنے بھیجے ہوئے نذیر کی خاطر جس کی آواز حیدرآباد میں پہونچ کر وہاں ہنسی ٹھٹھہ کا باعث ہو چکی تھی، حیدرآباد میں وہی کیا جو اس نے اس طوفانی واقعہ سے دو سال پہلے کہا تھا:

دیکھ میں آسمان سے تیرے لئے برساؤنگا۔پر وہ جو تیری مخالفت کرتے ہیں پکڑے جاویں گے،

صحن میں ندیاں چلیں گی۔ سخت زلزلے آئیں گے۔ میں تجھے ایک عجیب طور پر عزت دونگا۔ اور اس کے ساتھ دنیا پر بڑا رعب ڈالوں گا ..

چنانچہ اس واحد القہار نے آسمان اور زمین سے پانی نکالا۔ اس نے گھروں کے صحنوں میں ندیاں چلائیں۔ اس نے اس آباد معمورہ کو جو صدیوں سے شہر نظام ہو رہا تھا، آن کی آن میں ان کو گور کر دکھایا۔ اور اس طرح اسکے وہ الفاظ پورے ہوئے جو اس نے اس بلدہ کی تباہی کے متعلق کچھ عرصہ پہلے بطور پیش گوئی اپنے ملہم پر کے القا کیئے تھے۔

دبدبہ خسروی ام شد بلند
زلزلہ در گور نظامی فگند

اس نے وہ سیلاب بھیجا جس سے کوئی کوشش کسی کو نہ بچا سکی اور اس طرح وہ کلام پاک لفظاً لفظاً پورا ہوا جو مسیح وقت نے بطور انذار اس طوفان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا

سونے والو جلد جاگو یہ نہ وقت خواب ہے
جو خبر دی وحی حق نے اس سے دل بے تاب ہے
زلزلے سے دیکھتا ہوں میں زمیں زیر و زبر
وقت اب نزدیک ہے آیا کھڑا سیلاب ہے
ہے سر رہ پر کھڑا نیکوں کے وہ مولا کریم
نیک کو کچھ غم نہیں گو بڑا گرداب ہے
کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے
حیلے سب جاتے رہے اک حضرت تواب سے

(صحیفہ آصفیہ صفحہ ۴۳، ۴۴ طبع اول)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

اقتباسات مذکورہ بالا میں حکیم نورالدین صاحب نے تین الہام لکھے ہیں، اس لئے ہم ہر ایک کی

الگ الگ پڑتال کرتے ہیں۔پس غور سے سنئے:

ا۔الہام اول کہ، دیکھ میں آسمان سے برساؤنگا،اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔محض زبانی بات ہے جس کا اعتبار نہیں ہوسکتا جب تک کہ اصل مقام کا حوالہ نہ ہو۔بعد تصحیح حوالہ کہا جائے گا کہ اس میں کسی خاص مقام کا ذکر نہیں بلکہ یہ وہی موم کی گولی ہے کہ جدھر چاہو پھیرلو۔اس کی مثال دینے کو آپ ہی کے قادیانی اخبار بدر کی ایک عبارت پیش کرنا کافی ہوگا۔اڈیٹر بدر نے ایک مضمون لکھا تھا جس کا عنوان تھا:

الہامی پیش گوئی اور اٹکل بازی میں فرق۔

اس بیان میں لائق اڈیٹر نے منجموں، پالیٹیشنوں اور اٹکل بازوں کی پیش گوئیوں کو الہامی پیش گوئیوں سے مقابلہ کرتے ہوئے اٹکل بازوں کی پیش گوئی کی مثال دی تھی کہ:

مثلاً فلاں شخص کو کچھ خوشی پیش آئے گی، یا کچھ تکلیف پہنچے گی۔اسی قسم کے فقرے جو بالکل گول مول اور ہر ایک پہلو سے مڑے ہوتے ہیں تا کہ پردہ رہ جائے...برخلاف اس کے رسولوں کی پیش گوئیاں کثرت سے ایسی ہوتی ہیں جو بالکل صاف اور کھلا کھلا غیب اپنے اندر رکھتی ہیں،اور ان میں تحدی اور شوکت ہوتی ہے(بدر قادیان۔۸۔اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۳ کالم ۳)

ناظرین! یہ عبارت کیا معیار بتلاتی ہے؟ یہ کہ الہامی پیش گوئی اپنا مصداق اپنے لفظوں میں بتلایا کرتی ہے جس کی مثال قرآن مجید سے سنو:

غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین (روم کی سلطنت ابھی مغلوب ہوئی ہے اور وہ بہت جلد چند سالوں میں غالب ہونگے)

حکیم صاحب! آیئے میں آپ کو بتلاؤں کہ درصورت صحیح ہونے کے بھی یہ الہام آپ کے امام کا غلط ہے کیونکہ اس میں مذکور ہے کہ:

جو تیری مخالفت کرتے ہیں پکڑے جائیں گے۔

بڑے مخالف تو وہ ہیں جن کو مرزا صاحب قادیانی نے رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کے لئے نام بنام بلایا اور ان کو آئمۃ الکفر کہا۔تو کیا آپ بتا سکتے ہیں حیدرآباد کے طوفان میں ان مخالفوں میں سے کون پکڑا گیا۔

پس اگر یہ قاعدہ :

الشی اذا ثبت ثبت بلوازمہ

(یعنی جب کوئی چیز موجود ہو تو اس کے لوازم بھی ساتھ ہوتے ہیں جیسے کے ساتھ روشنی)

صحیح ہے، جو بالکل صحیح ہے، تو آپ کے امام (مرزا غلام احمد قادیانی) کی یہ پیش گوئی غلط ہے کیونکہ اس میں جو نشان تھا کہ مخالف پکڑے جائیں گے، وہ متحقق نہیں۔

دوسرے الہام کا آپ نے ایک شعر نقل کیا ہے جو یہ ہے:

دبدبہ خسرویم شد بلند
زلزلہ در گور نظامی فگند

افسوس ہے اس الہامی شعر کے سمجھنے سے ہم ہی قاصر نہیں، بلکہ عرفی اور خاقانی بھی اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ لفظی ترجمہ تو یہ ہے

میری حکومت کا دبدبہ جب بلند ہوا تو نظامی کی قبر میں زلزلہ آیا

چونکہ لفظی ترجمہ مہمل تھا کہ کہاں دبدبہ حکومت اور کہاں نظامی (مصنف سکندر نامہ) کی قبر۔ اس لئے حکیم نورالدین صاحب نے اس کی تشریح میں یوں اشارہ کیا کہ نظامی سے مراد حضور نظام دکن اور گور سے مراد لیا بلدہ حیدرآباد۔ پس معنی یہ ہوئے کہ خدا تعالی کے حکم سے حیدرآباد دکن میں طوفان آیا۔ کیا کہنے ہیں۔ ماشاءاللہ چشم بددور۔ کیا سچ ہے؟

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا
بھان متی نے کنبہ جوڑا

ہم حیران ہیں کہ ان معقول پسندوں کی تردید کن لفظوں میں کریں۔ ایسی بے اصولی قوم جو آسمان بول کر زمین مراد لیں اور زمین بول کر خدا کہہ دیں، ان سے کون پورا ہو سکتا ہے؟

حکیم نورالدین صاحب! آپ حلفیہ کہہ سکتے ہیں کہ قبل از طوفان حیدرآباد اس شعر کے معنی مرزا صاحب قادیانی نے یا آپ نے یہی سمجھے تھے جو آج ظاہر کر رہے ہیں۔ اگر سمجھے تھے تو بتلایئے کیونکر؟ اگر نہیں

سمجھے تھے، تو کیا یہ شعر کسی جنی زبان میں تھا؟ مانا کہ الہامی تھا لیکن جنی تو نہ تھا۔ الہام بھی تو آخر فارسی ہی تھا جس کے سمجھنے والے آج دنیا میں سینکڑوں نہیں، ہزاروں نہیں، لاکھوں نہیں، کروڑوں موجود ہیں۔ پھر کیا کوئی بھی آپ کا شریک حال ہوسکتا ہے کہ نظام سے مراد حضور نظام، اور گور سے مراد حضور کا دارالسلطنت بلدہ حیدرآباد۔

حکیم نورالدین صاحب! آئیے میں آپ کو علماء کا ایک متفقہ اور آپ کا مسلّمہ اصول آپ ہی کے الفاظ میں سناؤں تا آپ کو ایسی حرکت مذبوحی کرنے سے کچھ تو رکاوٹ ہو۔ غور سے سنیئے! آپ فرماتے ہیں:

> ہر جگہ تاویلات وتمثیلات سے استعارات وکنایات سے اگر کام لیا جائے تو ہر یک ملحد منافق بدعتی اپنی آراء ناقصہ اور خیالات باطلہ کے موافق الٰہی کلمات طیبات کو لاسکتا ہے۔ اس لئے ظاہر معانی کے علاوہ اور معانی لینے کے واسطے اسباب قویہ اور موجبات حقہ کا ہونا ضرور ہے۔

(خط ملحقہ بازالہ اوہام۔ ص ۸)

بتلایئے یہاں دونوں لفظوں (نظامی اور گور) کے مجازی معنے لینے کے اسباب قویہ کیا ہیں؟ ہاں یاد آیا کہ پنجابی میں ایک مثل ہے کہ:

کنویں میں بیل گرے تو وہاں ہی خصی کر دینا چاہیے۔

یہ اس موقع پر بولتے ہیں جب کوئی ایسا کام پیش آجائے کہ اس وقت تو سہل ہوسکتا ہو، اور دیر کرنے سے مزید تکلیف کا خطرہ ہو۔ سو اس مثال کے مطابق قادیانی مشن نے سمجھا کہ آج کل حیدرآباد دکن کے طوفان کا چرچا ہے۔ باشندگان دکن عذاب الٰہی سے خوف زدہ ہورہے ہیں، بس یہ وقت ہے کہ ایک چٹکلا ان میں چھوڑ دیں، شائد کوئی ازلی بدبخت دام میں آجائے۔

حکیم نورالدین صاحب! آپ کی اس دوراندیشی کی تو ہم بھی داد دیتے ہیں

خورش دہ بکنجشک و مور و حمام
کہ روزے ہمائے در افتد بدام

تیسرا الہام بھی بالکل آپ کی کھینچ تان ہے۔ جس اشتہار سے یہ ابیات نقل کیے ہیں اس کا نام ہے النداء من وحی السماء۔ یعنی ایک زلزلہ عظیمہ کی نسبت پیش گوئی وحی الٰہی سے ہے۔

اس اشتہار کا تمام مضمون اس امر کی بابت ہے کہ ۴۔ اپریل کے زلزلہ عظیمہ کے بعد ایک اور زلزلہ آئے گا۔ چنانچہ اس اشتہار کا شروع یوں ہے:

۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو پھر خدا تعالی نے مجھے ایک سخت زلزلہ کی خبر دی ہے جو نمونہ قیامت اور ہوش ربا ہوگا چونکہ دو مرتبہ مکرر طور پر اس علیم مطلق نے اس آئندہ واقعہ پر مجھے مطلع فرمایا ہے۔ اس لئے میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ عظیم الشان حادثہ جو محشر کے حادثہ کو یاد دلا دے گا دور نہیں ہے۔ مجھے خدائے عزوجل نے یہ بھی فرمایا ہے کہ دونوں زلزلے تیری سچائی ظاہر کرنے کیلئے دو نشان ہیں انہیں نشانوں کی طرح جو موسی نے فرعون کے سامنے دکھلائے تھے اور اس نشان کی طرح جو نوح نے اپنی قوم کو دکھلایا تھا۔

تمام اشتہار پڑھ جایئے کہیں ایک لفظ بھی ان معنی کا نہیں پاویں گے کہ کوئی طوفان ملک میں خصوصاً حیدر آباد میں آئے گا۔ مرزا صاحب اور ان کے قائم مقاموں کی عادت ہے کہ نکتہ بعد الوقوع بہت نکالا کرتے ہیں اسی طرح یہ بھی ایک ہے۔

حکیم نور الدین صاحب! آپ تمام اشتہار پڑھ کر ہمارے سامنے کسی لفظ پر نشان لگا دیں کہ یہ لفظ طوفان حیدر آباد کی طرف اشارہ ہے تو ہم بھی آپ کو اپنا خلیفہ بنالیں گے۔ یاد رہے کہ متکلم کے خلاف منشاء تفسیر ہم نہیں سنیں گے نہ کوئی دانا اس کو مانے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ آپ اور آپ کے معتقدین، گور نظامی، کے لفظ میں نظامی سے، حضور نظام، اور گور سے شہر حیدر آباد مراد لیں۔ مگر ہم ایسی مرادوں سے سوال نہیں کرتے بلکہ سیاق کلام چاہتے ہیں۔ غضب ہے متکلم (مرزا قادیانی) تو اپنا مدعا اس اشتہار سے دوسرا زلزلہ عظیمہ بتلاتا ہے اور کھلے لفظوں میں کہتا ہے کہ: یہ دونوں زلزلے میری سچائی ظاہر کرنے کے لئے دو نشان ہیں۔

مگر حکیم صاحب اس کو طوفان پر چسپاں کریں تو اس طوفان بے تمیزی کا کیا انتظام؟

ہم حکیم نور الدین صاحب اور دیگر معتقدین مرزا صاحب کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ مرزا صاحب قادیانی کی کوئی ایک پیش گوئی کھلے کھلے لفظوں میں حیدر آباد کی بابت دکھا دیں تو ہم سے منہ مانگا انعام پاویں۔ مگر سوچ لیں کہ مقابل کون ہے۔

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنون
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

(موقع کی مناسبت سے یہاں حاشیہ میں شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی مرحوم کی ایک تحریر نقل کی جارہی ہے۔

شیخ الاسلام مولانا حافظ محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے **النداء من وحی السماء** کے نام وعنوان کا ایک اور اشتہار شائع کیا جس کی شرح وتفسیر آپ نے ان الفاظ سے کی ہے:

یعنی ایک زلزلہ عظیمہ کی پیش گوئی باردوم وحی الٰہی سے۔

اس تفسیر کو دیکھ کر ہم نے یہ سمجھا تھا کہ شائد اس میں زلزلہ کی نسبت صاف الفاظ میں پیش گوئی ہو لیکن اس میں بجز پرانی لاف زنی اور جعل سازی کچھ نہیں۔ اس اشتہار کی چند افتراپردازیوں کو تین نمبروں میں بیان کیا جاتا ہے۔

نمبر اول: اس اشتہار میں قادیانی کرشن جی نے کہا ہے: اب تک ایک فرد بھی ہماری جماعت میں سے طاعون یا زلزلہ سے نہیں مرا جس نے عملی حالت کو محبت کاملہ اور قوت ایمان اور پورے صدق اور صفا اور دین کو مقدم رکھنے کے ساتھ جمع کیا ہو اور جس کو میں نے ان علامات کے ساتھ شناخت کر لیا ہو۔ یا مجھ کو اس کے اس مرتبے کی خبر دی گئی ہو....اصل الہام جس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ خدا تعالی ہر ایک کامل الایمان اور کامل العمل کو، جو ہماری جماعت میں سے ہوگا، طاعون کی موت سے بچالے گا، یہ ہے الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئك لھم الامن و ھم مھتدون ....میں ایسے لوگوں کو بھی جانتا ہوں جو پہلے اسی جماعت میں داخل ہوئے اور پھر وہ مرتد ہو گئے۔

شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں:

ناظرین اس قول میں جو کرشن جی نے افتراپردازی اور دھوکہ بازی کی ہے وہ آپ کو اشاعۃ السنہ جلد ہذا (۲۰) کے رسالہ نمبر ا صفحہ ۱۸ سے اور نمبر ۲ کے صفحہ ۳۹ سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے۔ اس مقام میں اس کے متعلق دو سوال قادیانی کرشن جی سے کئے جاتے ہیں۔ ان کا جو جواب آپ دیں گے اس سے آپ کی دھوکہ بازی وافتراپردازی اور بھی وضاحت سے ثابت ہوگی۔

سوال اول: یہ الہام جس سے آپ نے طاعون سے بچنے کیلئے کامل الایمان والعمل ہونے کی قید لگائی ہے آپ کو کب ہوا اور اس کو کب شائع کیا؟ اشتہار ۶ فروری ۱۸۹۸ء کے ساتھ یا اس کے چار سال بعد ۱۹۰۲ء میں جب قادیان میں طاعون کا وقوع ہو گیا اور آپ نے رسالہ دافع البلاء وکشتی نوح کو شائع کیا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ فرماتے ہیں: اس کا جواب اگر آپ باختیار شق اول دیں تو اس الہام کے محل بیان کی نشان دہی کریں۔ اور اگر جواب باختیار شق ثانی دیں تو اس سے صاف ثابت ہوگا کہ آپکا ملہم بڑا عیار یا مسخرہ ہے جو آپ کو واقعات اور مواقع دیکھ کر الہامات کے معنے گھڑ لینا سکھاتا ہے۔

دوسرا سوال یہ کہ منجملہ بہت سے سیوکان مہاراج کرشن (یعنی مریدان خاص) کے (جن کی فہرست شائع ہو چکی ہے)۔ مولوی جمال الدین ساکن سید والہ ضلع منٹگمری (حال ساہیوال، پاکستان) جو کہ کرشن مہاراج کے بڑے بھاری چیلے تھے اور ضلع منٹگمری میں انہوں نے آپ کے بہت سیوک (مرید) بنا دیئے۔ جو ان کے مرجانے کے بعد بھی مہاراج کے درشن کو قادیان میں آئے اور اس خاکسار سے بھی ملے تھے)، اور مسٹر محمد افضل (اڈیٹر البدر، جو آپ کی نصرت وحمایت و اشاعت الہامات میں بڑے سرگرم تھے) کامل الایمان والعمل تھے؟ یا منافق تھے اور مرتد ہو کر مرے؟

اس سوال کا جواب اگر باختیار شق اول دیں تو پھر آپ پر یہ سوال ہے کہ دونوں طاعون سے کیوں مرے؟ اور ان کی موت سے آپ کے اس دعوی کا کہ میری جماعت کا ایک شخص بھی طاعون سے نہیں مرا، کذب ظاہر ہوا، یا کچھ کسر رہی ہے۔ اور اگر اس سوال کا جواب باختیار شق ثانی دیں تو براہ مہربانی اس جواب کو شائع ومشتہر کر دیں۔ اس جواب سے لوگ آپ ہی نتیجہ نکال لیں گے کہ آپ کون ہیں اور کیسے راست باز ہیں۔ اور مولوی جمال الدین کے پھنسائے ہوئے سیوک (مرید) آپ کے سیوک رہنے چاہیں یا آخر وہ بھی آپ سے مرتد کا خطاب پائیں گے، یا وہ مسلمان رہنے کیلئے آپ کو چھوڑ دیں۔

نمبر دوم: اس اشتہار میں کرشن جی نے دعوی تو یہ کیا ہے کہ ۹۔ اپریل کو خدا تعالی نے مجھے ایک سخت زلزلہ کی خبر دی ہے اور اسکے ثبوت میں آپ نے حاشیہ صفحہ ۲ میں سورہ النازعات کی آیت ترجف الرّاجفة تتبعها الرّادفه کو دلیل ٹھہرایا ہے۔ اور پھر متن صفحہ ۶ میں کہا ہے:

اس بارے میں جو عربی میں مجھے وحی الہی ہوئی ہے اس کو اس جگہ مع ترجمہ لکھ کر اشتہار کو ختم کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے:

بخور آنچه ترا بخورانم ۔ لك درجة فی السماء والّذین هم یبصرون نزلت لك ۔ لك نری آیات ونهدم ما یعمرون ۔ قل عندی شهادة من الله فهل انتم مؤمنون ۔ کففت عن بنی اسرا ئیل انّ فرعون و هامان و جنود هما کانوا خاطئین انی مع الافواج آتیك بغتة

یعنی جو کچھ میں کھلاتا ہوں وہ کھا۔ تیرا آسمان پر ایک درجہ ہے اور نیز ان میں ایک درجہ ہے جو آنکھیں رکھتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور میں تیرے لئے زمین پر اتروں گا تا اپنے نشان دکھلاؤں۔ ہم تیرے لئے زلزلہ کا نشان دکھلائیں گے اور وہ عمارتیں جن

کو غافل انسان بناتے ہیں، یا آئندہ بنائیں گے، گرا دیں گے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک زلزلہ نہیں بلکہ کئی زلزلے ہوں گے جو عمارتوں کو وقتاً فوقتاً گرائیں گے۔اور پھر فرمایا کہ میں تیری جماعت کے لوگوں کو جو مخلص ہیں اور بیٹوں کا حکم رکھتے ہیں، بچاؤں گا۔اس وحی میں خدا تعالیٰ نے مجھے اسرائیل قرار دیا۔اور مخلص لوگوں کو میرے بیٹے۔اس طرح پر وہ بنی اسرائیل ٹھہرے ۔اور پھر فرمایا کہ میں آخر کو ظاہر کرونگا کہ فرعون یعنی وہ لوگ جو فرعون کی خصلت پر ہیں اور ہامان یعنی وہ لوگ جو ہامان کی خصلت پر ہیں اور ان کے ساتھ کے لوگ جو ان کا لشکر ہیں، یہ سب خطا پر تھے۔اور پھر فرمایا کہ میں اپنی تمام فوجوں کے ساتھ، یعنی فرشتوں کے ساتھ، نشانوں کے دکھلانے کیلئے ناگہانی طور پر تیرے پاس آؤنگا۔یعنی اس وقت جب اکثر لوگ باور نہیں کریں گے اور ٹھٹھے اور ہنسی میں مشغول ہوں گے اور بالکل میرے کام سے بے خبر ہوں گے۔تب میں اس نشان کو ظاہر کردونگا کہ جس سے زمین کانپ اٹھے گی۔تب وہ روز دنیا کیلئے ایک ماتم کا دن ہوگا۔مبارک وہ جو ڈریں اور قبل اسکے جو خدا کے غضب کا دن آوے، توبہ سے اس کو راضی کرلیں۔کیونکہ وہ حلیم اور کریم اور غفور اور تواب ہے جیسا کہ وہ شدید العقاب بھی ہے۔

(شیخ الاسلام مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالویؒ لکھتے ہیں) ناظرین! اس قول میں کرشن جی نے عجیب دھوکہ بازی کی ہے ۔پہلے ناواقف مسلمانوں کے سامنے آیت قرآن (جس میں زلزلہ زمین یا نفخہ فنا کا ذکر ہے، اور مسلمانوں کو اس پر یقین و اعتقاد ہے) پیش کی ہے اور وقوع زلزلہ سے ڈرایا ہے۔پھر اس کے ساتھ اپنا من گھڑت الہام ملا دیا۔تاکہ قرآن مجید کی خبر سے خوف زدہ دل، اسی خوف سے اسکے الہام سے بھی ڈر جائیں۔اور اس کے الہام کو موافق قرآن سمجھ کر مان لیں۔پھر اس الہام کا نام تو عربی رکھا ہے مگر اس میں ایک فقرہ فارسی بھی جڑ دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کرشن جی کا ملہم عربی میں نو آموز ہے۔جیسے ہند یا فارس کے نو آموز عربی دان، عربی بولتے بولتے ہندی یا فارسی بھی اس میں جڑ دیتے ہیں۔اور پھر عربی بھی ایسی بنائی ہے کہ جس کے معنی عرب کے عربی دان کچھ نہیں سمجھ سکتے جب تک کہ آپ کے ترجمہ یا تفسیر کو سامنے نہ رکھ لیں۔اور اس طرفہ پر طرہ یہ کہ جو مطلب اس الہام کا بنایا گیا ہے وہ اس کے فارسی و عربی الفاظ سے نہیں نکلتا۔اور زلزلہ عظیمہ پر جس کے واسطے دوبارہ پیش گوئی کی ہے، تصریح نہیں پائی جاتی۔اس میں صرف ایک ہدم عمارات کا لفظ ہے جس کا مضمون کم وبیش ہر زمانہ میں ہر ملک میں وقوع میں آتا رہتا ہے۔اور اسکو کوئی عقلمند پیشگوئی قرار نہیں دے سکتا۔پھر اس ہدم عمارات سے عنوان اشتہار میں ایک زلزلہ عظیمہ مراد ٹھہرایا ہے اور ترجمہ اور تفسیر الہام میں ایک زلزلہ نہیں بلکہ کئی زلزلے مراد لئے ہیں۔

نمبر سوم: اس اشتہار میں آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ اس سے ایک سال پہلے (جس کو اشتہار الدعوت والانذار میں غلطی سے پانچ مہینے لکھا گیا ہے) الہام عفت الدیار محلھا و مقامھا اور الہام زلزلہ کا دھکہ شائع ہو چکا ہے۔اور براہین احمدیہ میں ۲۵ برس پہلے ان دونوں زلزلوں کا ذکر ہو چکا ہے۔اس کے صفحہ ۵۱۶ میں پہلی پیشگوئی موجود ہے جس کی عبارت یہ ہے:

فبراہ اللہ مما قالوا و کان عند اللہ وجیھا الیس اللہ بکاف عبدہ فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا و اللہ موھن کید الکافرین یعنی اپنے اس بندے کو تہمتوں اور بہتانوں سے بری کرے گا جو اس پر

لگائے جائیں گے وہ خود اپنے بندے کیلئے کافی ہے۔ پس جب خدا پہاڑ پر تجلی کرے گا تو اس کو پارہ پارہ کردے گا۔ اور جو کچھ مخالف لوگ ناحق کے الزاموں میں مبتلا کرنا چاہیں گے ان کے سب مکر سست کردے گا۔

اور اس (براہین احمدیہ) کے صفحہ ۵۵۷ میں دوسری پیش گوئی زلزلہ کے بارے میں یہ ہے:

میں اپنی چمکار دکھلاؤں گا، اپنی قدرت نمائی سے تجھ کو اٹھاؤں گا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردے گا۔ الفتنة ھھنا فا صبر کما صبر اولو العز م فلما تجلّی ربّه للجبل جعله دکّاً قوّة الر حمن لعبید الله الصمد ۔

عربی کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ ان دنوں میں تیرے پر ایک فتنہ برپا کیا جاوے گا۔ پس خدا تجھے بری کرنے کیلئے ایک نشان دکھائے گا اور وہ یہ کہ پہاڑ پر اس کی تجلی ہوگی اور وہ پہاڑ کو پارہ پارہ کردے گا۔ یہ خدا کی قوت سے ہوگا تا وہ اپنے بندے کیلئے نشان دکھاوے۔

ناظرین اس نمبر میں جو کرشن جی نے دروغ گوئی اور دھوکہ دہی کی ہے اس کا بیان ہمارے سابقکلام میں ہو چکا ہے کہ نہ تو الہام عفت الدیار ...میں زلزلہ کا صریح بیان ہے اور نہ لفظ زلزلہ یا دھکا سے زلزلہ یقیناً مراد ہوسکتا ہے۔ اس امر کا اور کوئی کب یقین کرسکتا ہے جب کہ خود کرشن جی مہاراج کو اس کا یقین نہیں ہوا۔ چنانچہ اشتہار الانذار میں وہ فرما چکے ہیں کہ مجھے علم نہیں دیا گیا کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے یا کوئی اور شدید آفت ہے۔

اس مقام میں صرف کرشن جی کی اس افتراء پردازی کا جواب دینا ضروری ہے کہ انبیاء علیھم السلام بھی اپنی پیش گوئیوں میں ایسے غلط معنی بیان کرتے تھے جو آپ کررہے ہیں (کبر ت کلمةً تخرج من افوا ھھم ان یقو لو ن ا لا کذ باً)۔ سو جواب یہ ہے کہ انبیاء کی نسبت ایسا کہنا کفر ہے اور اپنے خبیث دل و دماغ پر انبیاء کے پاک دل و دماغ کا قیاس کرنا ہے:

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ آید در نوشتن شیر شیر

حضرات انبیاء نے کبھی کوئی پیش گوئی ایسی نہیں کی جس کے معنی سال ہا سال تک ان پر مخفی رہے ہوں اور اس وجہ سے انہوں نے جیسا موقع دیکھا ویسے معنے کر لئے ہوں۔ اور جو شخص انبیا کی نسبت اس امر کو تجویز کرتا ہے وہ انبیاء کو اپنی طرح جھوٹا جانتا ہے۔ قادیانی اگر بحوالہ کتاب وسنت کوئی ایک پیشگوئی ایسی بتادیں تو ہم سے ہماری حیثیت کے موافق جو چاہیں انعام یا تاوان لیں۔ مگر یاد رکھیں کہ اگر حدیث ذھب وھلی پیش کریں گے تو منہ کی کھائیں گے جیسا کہ مناظرہ لودہانہ میں کھا چکے ہیں۔ اور اگر بمقابلہ قرآن وحدیث کوئی پیشگوئی توریت یا انجیل پیش کریں گے تو یہودی یا عیسائی کہلائیں گے۔ جو مثال پیش کریں اس میں یہ دونوں امر ملحوظ رکھیں۔)

پیش گوئی بابت ڈاکٹر ڈوئی

حضرت شیخ الاسلام مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

امریکہ میں ایک شخص ڈاکٹر ڈوئی تھا جو (بقول مرزا صاحب قادیانی) مدعی نبوت تھا (ڈوئی کے حالات بجز قادیانی اخبارات کے اور کسی ذریعہ سے ہم تک نہیں پہونچی) مرزا صاحب کی زندگی میں مرا تھا۔اس کی بابت حکیم نور الدین صاحب لکھتے ہیں :

ہندوستان میں لیکھرام اور امریکہ مین کاذب مدعی نبوت ڈاکٹر ڈوئی اس کی تیر دعا کا نشانہ بن کر ہلاک ہوا۔اور ہندوستان اور امریکہ اور یورپ میں اس مصدوق انسان کی دوز بردست پیش گوئیوں کو پورا کر کے اس کے دعاوی کی صداقت پر مہر لگا گیا ۔(صحیفہ آصفیہ صفحہ ۴۶ طبع اول)۔

شیخ الاسلام امرتسری لکھتے ہیں کہ ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی نے ڈوئی کے متعلق کوئی پیش گوئی نہیں کی تھی ، جو کی تھی وہ بھی غلط نکلی ۔مرزا غلام احمد صاحب اور حکیم نورالدین صاحب کی طرح ہم صرف زبانی باتیں کرنے کے عادی نہیں بلکہ واقعات پیش کرتے ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی نے ڈاکٹر ڈوئی کو ایک دفعہ دعوت دی جس کے اصل الفاظ یہ ہیں:

ڈوئی صاحب تمام مسلمانوں کو بار بار موت کی پیش گوئی نہ سناویں ، بلکہ ان میں سے صرف مجھے اپنے ذہن کے آگے رکھ کر یہ دعا کریں کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرجائے کیونکہ یسوع مسیح کو خدا جانتا ہے مگر میں اس کو ایک بندہ عاجز مگر نبی جانتا ہوں۔

اب فیصلہ طلب یہ امر ہے کہ دونوں میں سے سچا کون ہے۔چاہیے کہ اس دعا کو چھاپ دے اور کم سے کم ہزار آدمی کی اس پر گواہی لکھے اور جب وہ اخبار شائع ہو کر میرے پاس پہونچے گی تب میں بھی بجواب اس کے یہی دعا کرونگا اور انشاء اللہ ہزار آدمی کی گواہی لکھدونگا اور میں یقین رکھتا ہوں

کہ ڈوئی کے اس مقابلہ سے اور تمام عیسائیوں کے لئے حق کی شناخت کے لئے ایک راہ نکل آئے گی۔ (ریویو آف ریلی جنز۔بابت ستمبر ۱۹۰۲ء ص ۳۴۴)

اس عبارت کو دیکھ کر ہر ایک عالم اور جاہل سمجھ سکتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے ڈوئی کی نسبت کیا لکھا ہے۔کوئی دعا یا مباہلہ نہیں کیا۔ بلکہ درخواست ہے کہ تم ایسا کرو۔اس کے ایسا کرنے کی صورت میں مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

مسٹر ڈوئی اگر میری درخواست مباہلہ قبول کرے گا اور صراحتاً یا اشارۃً میرے مقابلہ پر کھڑا ہوگا تو میرے دیکھتے دیکھتے بڑی حسرت اور دکھ کے ساتھ اس دنیا فانی کو چھوڑے گا۔

(ریویو آف ریلی جنز،اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۴۴)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ اب تنقیح طلب امر صرف یہ ہے کہ کیا ڈوئی نے ایسا کیا؟ یعنی حسب منشاء مرزا صاحب قادیانی اس نے مباہلہ کیا؟

اس کے جواب میں بھی ہم حسب عادت اپنی نہیں کہتے ، بلکہ مرزا جی کے ماہور رسالہ ریویو سے اصل حال بتلاتے ہیں، جو یہ ہے:

باوجود کثرت اشاعت پیش گوئی کے ڈوئی نے اس چیلنج کا کوئی جواب نہ دیا اور نہ ہی اپنے اخبار لیوز آف ہیلنگ میں اس کا کچھ ذکر کیا (ریویو آف ریلی جنز۔اپریل ۱۹۰۷ء ص ۱۴۲)

پس اب مطلع بالکل صاف ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے ڈوئی کو جو شرطیہ دعوت دی تھی وہ اس نے قبول نہیں کی۔یعنی حسب مراد مرزا صاحب قادیانی،ڈوئی نے دعا موت نہیں کی۔لہذا وہ مرزا صاحب کی نہ دعا کے ماتحت آیا، نہ پیش گوئی کی زد میں پھنسا۔ہاں مرزا صاحب قادیانی کے اس شرطیہ کلام سے کہ:

ڈوئی میری درخواست قبول کرے گا تو میرے دیکھتے دیکھتے بڑی حسرت سے دنیا کو چھوڑیگا۔

یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ بغیر قبول کرنے دعوت مرزائیہ کے ڈوئی کا مرزا جی کی زندگی میں مر جانا مرزا جی کی کافی تکذیب کرتا ہے، مگر سمجھنے کو دل و دماغ صحیح چاہیے۔

حکیم نورالدین صاحب یا کوئی صاحب ہم کو مرزا جی کی کسی تحریر سے ڈوئی کے متعلق صاف الفاظ میں

کسی قسم کی پیش گوئی دکھا دیں تو ہم تسلیم کرینگے اور کچھ انعام بھی دیں گے۔

مرزا جی کے دوستو! ہمت کرو، مرد میدان بنو۔ سامنے آؤ۔ منہ نہ چھپاؤ، کیا تم جانتے نہیں

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

دیوانے کی بڑ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی پارٹی کو تصنیف کتب میں ایسا ملکہ ہے کہ واقعات بھی اپنی طرف سے تصنیف کر لیتے ہیں، حالانکہ واقعات کسی کے تابع نہیں ہوتے۔ اگر اس کی مثال واقعات میں ہم نہ بتلا ویں تو پھر ہمارا دعوی بھی، دیوانے کی بڑ، سے کم نہ ہوگا۔ اس لئے ہم قادیانی صحیفہ آصفیہ ہی سے واقعات پیش کرتے ہیں۔ حکیم نورالدین صاحب لکھتے ہیں:

آپ (مرزا قادیانی) کی بعثت سے آپ کے وصال تک صدہا مکذب آپ کے مقابل اٹھے جنہوں نے آپ کی توہین پر کمر باندھی لیکن خدا تعالی نے انہیں ذلیل وخوار کیا۔ جو آپ کے مقابل آیا ہلاک ہوا۔ جس رنگ میں کسی نے آپ کی ذلت کا ارادہ کیا، اسی طرح کی ذلت اسے نصیب ہوئی۔ آپ کے مکفرین یکے بعد دیگرے قریباً کل کے کل دنیا سے اٹھائے گئے۔

(صحیفہ آصفیہ۔ ص۵۳ طبع اول)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ یہ ایک ایسا سفید جھوٹ ہے کہ شاعرانہ مبالغہ بھی اس کی حد تک نہیں پہنچ سکتا۔ واقعات صحیحہ اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ پنجاب میں بڑے مکذب اور سخت مخالف آپ (مرزا غلام احمد قادیانی) کے اصحاب ذیل تھے:

۱۔مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی۔

۲۔حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی۔

۳۔مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی مقیم امرتسر۔

۴۔مولوی صوفی عبدالحق صاحب غزنوی مقیم امرتسر۔

۵۔شمس العلماء مولوی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی مقیم لاہور۔

۶۔مولوی اصغر علی صاحب روحی مقیم لاہور۔

۷۔ڈاکٹر عبدالحکیم خاں صاحب اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ۔اور

۸۔یہ خاکسار ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری جس کی بابت مرزا صاحب قادیانی کا خود اقرار ہے کہ:

مولوی ثناء اللہ صاحب آج کل ٹھٹھے ہنسی اور توہین میں دوسرے علماء سے بڑھے ہوئے ہیں۔

(تتمہ حقیقت الوحی۔ص ۳۰)

حکیم نورالدین صاحب! آپ خدا کو حاضر وناظر جان کر کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب مکذبین مر گئے؟ جنگ احد کے روز ابوسفیان کی طرح آپ ان کی موت کی خبر دیں گے تو وہی جواب سنیں گے جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔

قادیانی مشن کے ممبرو! یہ سب لوگ خدا کے فضل سے زندہ ہیں۔گو ان میں سے بعض (یعنی ڈاکٹر عبد الحکیم خان اور ابوالوفاء ثناء اللہ) کی موت دیکھنے کی ہوس تمہارا مسیح موعود دل میں رکھتا تھا، جس کا اظہار بھی اس نے کئی ایک دفعہ کیا۔مگر آخر کار نتیجہ وہی ہوا جو قرآن مجید نے بتلایا ہے یعنی:

لا یحیق المکر السیّ ا لا با ھله

(یعنی: چاہ کند را چاہ درپیش)

جس کی مختصر کیفیت کسی زندہ دل کے کلام میں یوں ہے:

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر

کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

(یہاں حاشیہ میں مولانا امرتسریؒ ہی کی ایک تحریر کا کچھ حصہ نقل کیا جاتا ہے جو ان کے مرقع قادیانی میں شائع ہوئی تھی جس میں آپ نے مرزائیوں کے اس دعوی کی تردید کی تھی کہ مرزا صاحب کے تمام مخالف مرزا صاحب کے سامنے ہلاک ہو گئے یاد رہے کہ مکمل تحریر تحریک ختم نبوت جلد ۲۱ میں نقل کی جا چکی ہے۔شیخ الاسلام امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ:

پہلے مخالفین کی فہرست آپ کو دکھلاتے ہیں جن کی مخالفت پبلک کو بھی معلوم ہے۔

۱۔مولانا شیخ الکل سید محمد نذیر حسین صاحب مرحوم۔۲۔مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی۔۳۔مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی۔۴۔مولوی عبدالجبار غزنوی۔۵۔مولوی عبدالمجید دہلوی۔۶۔مولوی عبدالحق غزنوی۔۷۔حافظ عبدالمنان وزیرآبادی۔۸۔مولانا رشید احمد گنگوہی مرحوم۔۹۔مولوی ابومحمد عبدالحق دہلوی۔۱۰، پیر مہر علی شاہ گولڑوی۔۱۱۔حافظ جماعت علی شاہ علی پوری۔۱۲، مولوی ابراہیم سیالکوٹی۔۱۳۔مولوی عبداللہ ٹونکی لاہور،۱۴۔مولوی اصغر علی لاہوری۔۱۵۔ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی۔اور اخیر میں وہ شخص جس کو مرزا صاحب قادیانی تتمہ حقیقت الوحی صفحہ ۳۰ پر سب سے اشد مخالف لکھتے ہیں یعنی ابوالوفا خاکسار ثناء اللہ امرتسری۔

بتلایئے ان میں سے کتنے صاحب مرزا قادیانی کی زندگی میں مر چکے اور کتنے زندہ ہیں؟ بجز مولانا سید نذیر حسین صاحب اور مولانا رشید احمد صاحب کے سب زندہ ہیں (مولوی محمد بشیر، مرزا قادیانی سے بعد انتقال ہوئے) جن میں سے اول الذکر کی عمر ایک سو دس سال کی ہوئی، اور دوسرے کی عمر اسّی سال کی جو مرزا قادیانی کو نصیب نہ ہوئی۔

شاید ہماری اس فہرست میں آپ کو یا کسی اور مرزائی کو اعتراض ہو اس لئے ہم مرزا کی اپنی پیش کردہ فہرست کو پیش کرتے ہیں۔مرزا صاحب نے جن جن لوگوں کو اپنا مخالف سمجھا تھا، ان کو مباہلہ کے لئے اپنے رسالہ انجام آتھم میں دعوت دی تھی۔ہم اس جگہ وہ فہرست نقل کر کے ناظرین کو اظہار رائے کا موقع دیتے ہیں پس ناظرین اس فہرست کو بغور پڑھیں۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

وہ لوگ جو مباہلہ کے لئے مخاطب کئے گئے ہیں یہ ہیں:

مولوی نذیر حسین دہلوی۔شیخ محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعۃ السنہ۔مولوی عبدالحمید دہلوی مہتمم مطبع انصاری۔مولوی رشید احمد گنگوہی۔مولوی عبدالحق دہلوی مولف تفسیر حقانی۔مولوی عبدالعزیز لدھیانوی، مولوی محمد لدھیانوی، مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ، سعد اللہ نو مسلم مدرس لدھیانہ، مولوی احمد اللہ امرتسری، مولوی ثناء اللہ امرتسری، مولوی غلام رسول عرف رسل بابا امرتسری، مولوی عبدالجبار غزنوی، مولوی عبدالواحد غزنوی، مولوی عبدالحق غزنوی، محمد علی بھوپڑی واعظ۔مولوی غلام دستگیر قصور ضلع لاہور، مولوی عبداللہ ٹونکی۔مولوی اصغر علی لاہور، حافظ عبدالمنان وزیر آباد، مولوی محمد بشیر بھوپالی، شیخ حسین عرب یمانی، مولوی محمد ابراہیم آرہ، مولوی محمد حسن مولف تفسیر امروہہ، مولوی

احتشام الدین مراد آبادی، مولوی محمد اسحاق اجراروی، مولوی عین القضاۃ لکھنو فرنگی محل، مولوی محمد فاروق کان پور، مولوی عبدالوہاب کان پور، مولوی سعیدالدین کانپور رام پوری، مولوی حافظ محمد رمضان پشوری، مولوی دلدار علی الور مسجد دائرہ، مولوی محمد رحیم اللہ اکبر آباد، مولوی ابوالانوار نواب محمد رستم علی خان چشتی، مولوی ابوالمؤید امروہی مالک رسالہ مظہر الاسلام اجمیر، مولوی محمد حسین کوئلہ والا دہلی، مولوی احمد حسن شوکت مالک اخبار شحنہ ہند میرٹھ، مولوی نذیر حسین ولد امیر علی انبیٹھ ضلع سہارن پور، مولوی احمد علی سہارن پوری، مولوی عبدالعزیز دینانگر ضلع گورداسپور، قاضی عبدالاحد خان پور ضلع راولپنڈی، مولوی احمد رامپور ضلع سہارن پور محلّہ محل، مولوی محمد شفیع رام پور ضلع سہارن پور، مولوی فقیر اللہ مدرسہ مدرسہ نصرت الاسلام واقعہ لال مسجد بنگلور، مولوی محمد امین صاحب بنگلور، مولوی قاضی حاجی شاہ عبدالقدوس پیش امام جامع مسجد بنگلور، مولوی عبدالغفار فرزند قاضی شاہ عبدالقدوس بنگلور، مولوی محمد ابراہیم ویلوی حال مقیم بنگلور، مولوی عبدالقادر پیارم پیٹی ساکن پیارم پیٹ علاقی بنگلور، مولوی محمد عباس ساکن دانمباڑی علاقہ بنگلور، مولوی گل حسن شاہ میرٹھ، مولوی امیر علی شاہ اجمیر، مولوی احمد حسن کنج پوری حال دہلی خاص جامع مسجد، مولوی محمد عمر دہلی فراش خانہ، مولوی مستعان شاہ سانبھر علاقہ جے پور، مولوی حفیظ الدین دوجانہ ضلع رہتک، مولوی فضل کریم نیازی غازی پور زمینا۔ مولوی حاجی عابد حسن دیوبند، غلام نظام الدین سجادہ نشین نیاز احمد بریلی، میاں اللہ بخش سجادہ نشین سلیمان صاحب تونسوی سنگھڑوی، سجادہ نشین شیخ نور احمد مہاراں والا، میاں غلام فرید چشتی چاچڑاں علاقہ بہاولپور، التفات احمد سجادہ نشین ردولی مستان شاہ کابلی محمد قاسم سجادہ نشین شاہ معین الدین شاہ خاموش حیدر آباد دکن، محمد حسین گدی نشین شیخ عبدالقدوس گنگوہی، گدی نشین شاہ جلال الدین بخاری ۔ظہور الحسن گدی نشین بٹالہ، صادق علی شاہ گدی نشین رتڑ چھتڑ ضلع گورداسپور، سید صوفی جان صاحب مراد آبادی صابری چشتی، مہر علی شاہ سجادہ نشین گولڑہ، مولوی قاضی سلطان محمود صاحب پنجاب۔ حیدر شاہ جلال پور کنکیاں والا۔.توکل شاہ انبالہ، مولوی عبداللہ ٹلونڈی، محمد امین چکوتری علاقہ گجرات پنجاب، مولوی عبدالغنی جانشین قاضی اسماعیل بنگلور، مولوی ولی النبی شاہ نقشبند رام پور دارالریاست، حاجی وارث علی شاہ مقام دیوا ضلع لکھنؤ، میر امداد علی سجادہ نشین شاہ ابوالعلا نقش بند، سید حسین شاہ مودودی دہلی، عبداللطیف شاہ خلف حاجی نجم الدین شاہ جودھپور، قطب علی شاہ دیوگڈھ، علاقہ اودے پور میواڑ، مرزا بادل شاہ بدایونی، مولوی عبدالوہاب جانشین عبدالرزاق لکھنؤ فرنگی محل، علی حسین کچھوچھا ضلع فقیر آباد، شیخ غلام محی الدین صوفی وکیل انجمن حمایت اسلام لاہور، حافظ صابر علی رام پور ضلع سہارن پور، امیر حسن خلف پیر عبداللہ دہلی، منور شاہ فاضل پور ضلع گوڑگانوہ قریب دہلی، محمد معصوم شاہ نبیرہ شاہ ابو سعید رام پور دارالریاست، مجد؟ الدین شاہ سجادی نشین پھلواری پٹنہ، شاہ اشرف سجادہ نشین پھلواری، مظہر علی شاہ

سجادہ نشین لواد ضلع پٹنہ، لطافت حسین شاہ سجادہ نشین مخدوم صاحب الور، مولوی سلام الدین شاہ مہم ضلع رہتک، غلام حسین شاہ تھانوی ضلع حصار، سید اصغر علی شاہ نیازہ اکبرآباد۔ واجد علی شاہ فیروزآباد ضلع اکبرآباد، سید احمد شاہ ہردوئی ضلع لکھنؤ، مقصود علی شاہ شاہجہان پور، مولوی نظام الدین چشتی صابری جھجھر، مولوی محمد کامل شاہ اعظم گڑھ ضلع خاص، محمود شاہ سجادہ نشین بہار خاص ضلع خاص، (انجام آتھم۔ص ۶۹ تا ۷۲)..

شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ کل تعداد مدعوین مباہلہ کی ایک سو چھ تک پہنچی ہے۔اب ہم نے یہ دکھانا ہے کہ ان میں سے کتنے مرے۔سو شکر ہے کہ اس حساب کے لئے بھی ہمیں تکلیف کرنے کی حاجت نہیں بلکہ خود مرزا صاحب کا کیا کرایا اور ان کے جانشینوں کا مسلّمہ حساب پیش کرتے ہیں۔

مولوی محمد احسن امروہی نے اپنے مضمون، وفات الانبیاء، مندرجہ ریویو آف ریلی جنز بابت جون جولائی میں صفحہ ۲۵۰ پر مرزا صاحب کی کتاب حقیقۃ الوحی سے مردگان کی ایک فہرست نقل کی ہے ہم اسی کو یہاں نقل کرتے ہیں:

ا۔مولوی غلام دستگیر قصوری۔۲۔مولوی محمد حسن بھین ضلع جہلم۔۳۔منشی سعد اللہ لودھیانوی۔۴۔مولوی عبدالمجید دہلوی۔۵۔مولوی رسل بابا امرتسری۔۶۔مولوی رشید احمد گنگوہی۔۷۔مولوی عبدالعزیز لدھیانوی۔۸۔مولوی محمد لدھیانوی۔

پس کل آٹھ مخالف منجملہ ایک سو مدعوین کے فوت ہوئے، تو بتلاؤ کثرت زندوں کی ہے یا مردوں کی؟ ہاں مرزا صاحب اور مرزا کے حواریوں نے اس فہرست کو لمبا کرنے کے لئے چند نام اور بڑھائے ہیں جن کو مباہلہ کی دعوت نہ دی تھی۔بدرا بدر باید رسانید، کی نیت سے ہم ان کو بھی یہاں شمار میں لئے لیتے ہیں وہ نام یہ ہیں:

مولوی اسماعیل علی گڈھی۔۲۔فقیر مرزا ساکن دوالمیاں ضلع جہلم۔۳۔فضل داد خان نمبردار چنگا ضلع راولپنڈی۔۴۔عبدالقادر ساکن طالب پور ضلع گورداسپور۔۵۔حافظ محمد الدین ساکن ننگر ضلع لاہور۔۶۔بابو الٰہی بخش لاہور۔۷۔مولوی ابوالحسن ساکن پنج گرائیں ضلع سیالکوٹ۔۸۔چراغ الدین جموی۔۹۔محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ۔۱۰۔نور احمد موضع بھری ضلع گجرانوالہ۔۱۱۔مولوی زین العابدین مدرس حمایت اسلام ہالور؟۔۱۱۔حافظ سلطان سیالکوٹی ۔۱۳ مرزا سردار بیگ سیالکوٹی۔۱۴۔مولوی شاہ دین لودہانوی۔۱۵۔مولوی عبداللہ لودہانوی۔۱۶۔مولوی عبدالرحمٰن ساکن لکھوکے۔

یہ سولہ اشخاص ملا کر پہلی فہرست مردگان کی چوبیس تک پہنچی لیکن جس طرح ہم نے ان غیر مدعوین کو مردگان میں ملایا ہے انصافاً ہمیں حق پہنچتا ہے کہ ہم اس تعداد کو مخالفین کی فہرست میں بھی جمع کرلیں۔پس جب ہم ایسا کرتے ہیں تو فہرست سابقہ ایک سو چھ ہیں۔سولہ ملانے سے ایک سو بائیس ہوئے جن میں سے چوبیس مرے، تو

کیا نسبت ہوئی ؟

ناظرین! ابھی اس دجالی پارٹی کا ایک عذر باقی ہے۔فہرست کو لمبا دکھانے کیلئے دجال اکبر اور اس کی ذریت نے بعض غیر قوموں کے مردگان کو بھی داخل فہرست کیا ہے۔ہم ان کی خاطر ان کو بھی شمار میں لے لیتے ہیں وہ یہ ہیں:

پنڈت لیکھ رام۔سہج رام امرت سری۔سومراج قادیانی۔اچھر چند قادیانی۔بھگت رام قادیانی۔عبداللہ آتھم امرتسری (جس کی بابت مرزا کی پندرہ ماہہ پیش گوئی مشہور ہے جو پیش گوئی کی میعاد گذار کر امن چین اور اطمینان سے دو سال بعد مرا تھا۔شرم ہوتی تو اس کا نام نہ لیتے لیکن شرم چہ کنی ست پیش مرداں بیاید) ڈپٹی آتما رام کی اولاد (یہ وہی ڈپٹی صاحب نے جنہوں نے گورداسپور میں مرزا صاحب پر ۵۰۰ روپیہ جرمانہ کیا تھا۔ان پر تو مرزا صاحب کے غصہ کا کوئی اثر نہ ہوا مگر ان کی نابالغ اولاد پر نزلہ گرا۔کیوں نہ ہو غصہ بھی دانا ہے کہ موقع بے موقع دیکھ کر ہی عمل دکھاتا ہے حالانکہ اپنے اشتہار تبصرہ میں خود ہی لکھتے ہیں کہ جو مقابلہ کرے اسی پر عذاب نازل ہوتا ہے اس کی اولاد پر نہیں) ڈوئی امریکہ۔پنڈت دیانند

بڑی چھان بین اور جستجو سے کل آٹھ نام ملے، جو سابقہ فہرست چوبیس میں ملانے سے بتیس ہوئے۔اور انصافاً ہم اپنے علم سے تین نام مدعوین وفات یافتگان میں سے اور بڑھاتے ہیں یعنی مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہ۔مولوی احتشام علی صاحب مرحوم مرادآبادی۔شاہ جی توکل شاہ انبالوی۔

ان کے ملانے سے ۳۲ سے ۳۵ ہوئے اور جب ہم اس آٹھ کے عدد کو مخالفین کی فہرست ۱۲۲ میں ملائیں تو ۱۳۰ ہوتے ہیں۔اور ابھی دو مخالف ایسے رجسٹرڈ ہیں کہ مرزا صاحب نے ان کو مدعوین کی فہرست میں نہیں لکھا مگر ہیں وہ اول درجہ کے مخالف یعنی ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی اور حافظ جماعت علی علی پوری۔پس ان دو مخالفین کو ملا کر جماعت ۱۳۲ ہوئی جو قادیانی اصطلاح میں بمقابلہ پینتیس مردگان کے شائد بہت ہی کم ہوں گے (شرم شرم شرم)

اب ہم بتاتے ہیں کہ دجال قادیانی کہاں تک کوشش کر کے مردگان کی فہرست کو لمبا کیا ہے:

اس فہرست میں سہج رام امرت سری دیکھ کر مجھے خیال پیدا ہوا کہ یہ کون شخص ہے؟ باہر کا کوئی ہوتا تو خیال ہو سکتا تھا کہ ہم نہ جانتے ہوں مگر امرت سر کے باشندے کو جو مرزا کا سخت ترین مخالف ہو ہم نہ جانیں یہ کیونکر ہو سکتا ہے اس لئے اس تحقیق کرنے کو ہم نے مرزا کی کتاب، حقیقت الوحی کو دیکھا تو اس میں جو لطف پایا ہم چاہتے ہیں کہ ناظرین کو بھی اس لطف میں شریک کریں مرزا صاحب اس سہج رام کی تفصیل یوں لکھتے ہیں:

ایک شخص سہج رام امرت سر کی کمشنری میں سررشتہ دار تھا پہلے وہ ضلع سیالکوٹ میں صاحب ڈپٹی کمشنر کا سررشتہ دار تھا اور وہ مجھ سے ہمیشہ مذہبی بحث رکھا کرتا تھا اور دین اسلام سے فطرۃً ایک کینہ رکھتا تھا اور ایسا اتفاق ہوا کہ

میرے ایک بڑے بھائی تھے انہوں نے تحصیل داری کا امتحان دیا تھا اور امتحان میں پاس ہو گئے تھے اور وہ ابھی گھر میں قادیان میں تھے اور نوکری کے امیدوار تھے ایک دن میں اپنے چوبارہ میں عصر کے وقت قرآن شریف پڑھ رہا تھا جب میں نے قرآن شریف کا دوسرا صفحہ الٹانا چاہا تو اسی حالت میں میری آنکھ کشفی رنگ پکڑ گئی اور میں نے دیکھا کہ سہج رام سیاہ کپڑے پہنے ہوئے اور عاجزی کرنے والوں کی طرح دانت نکالے ہوئے میرے سامنے آ کھڑا ہوا ،جیسا کہ کوئی کہتا ہے کہ میرے پر رحم کرا دو۔ میں نے اس کو کہا کہ اب رحم کا وقت نہیں اور ساتھ ہی خدا تعالی نے میرے دل میں ڈالا کہ اسی وقت یہ شخص فوت ہو گیا ہے اور کچھ خبر نہ تھی۔ بعد اس کے میں نیچے اترا اور میرے بھائی کے پاس چھ سات آدمی بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی نوکری کے بارہ میں باتیں کرتے تھے۔ میں نے کہا کہ اگر پنڈت سہج رام فوت ہو جائے تو وہ عہدہ بھی عمدہ ہے۔ ان سب نے میری بات سن کر قہقہہ مار کر ہنسی کی کہ کیا چنگے بھلے کو مارتے ہو۔ دوسرے دن یا تیسرے دن خبر آ گئی کہ اسی گھڑی سہج رام ناگہانی موت سے اس دنیا سے گذر گیا۔

(حقیقت الوحی۔۲۹۶)

ناظرین بغور ملاحظہ کریں کی مرزا غلام احمد قادیانی نے کہاں تک اپنے پرانے مخالفوں کی قبروں سے ہڈیاں نکالی ہیں۔ ۱۸۸۴ء میں امرت سر کی کمشنری ٹوٹ چکی ہے، جسے آج ۱۹۰۸ء میں ۲۴ سال ہوئے ہیں، اور یہ واقعہ اس سے پیشتر کا ہے جس کی پوری تاریخ معلوم نہیں۔ اسی طرح پنڈت دیانند کی موت کو بھی آپ نے داخل کیا ہے حالانکہ پنڈت دیانند کی موت اکتوبر ۱۸۸۳ء میں ہوئی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا جی نے اپنے فوت شدہ مخالفین کی فہرست کو خوب جی کھول کر مکمل کیا ہے

حکیم صاحب! کیا آپ شمار و اعداد صحیحہ پیش کر کے بتلا سکتے ہیں کہ کثرت کس طرف ہے۔

ہاں شائد کثرت سے مراد آپ کی یہ ہو گی کہ مرزا صاحب تو اکیلے مرے اور ان کے مخالفین زیادہ مرے۔ مگر ہمیں آپ جیسے حکیم مزاج سے یہ توقع نہیں کہ آپ ایسی بات کہیں، لیکن تاہم ہم اس کے جواب کے لئے مرزا کی جماعت کے مردگان کی فہرست بتلانے کو طیار ہیں۔ پس آپ یہ بات کہتے ہوئے ذرہ مولوی عبدالکریم وغیرہ کو یاد کر لیجئے گا۔

حکیم صاحب!.....ہمارا استدلال یہ ہے کہ ایک شخص (بقول خود) الہامی نبی اور رسول یہ اعلان شائع کرتا ہے کہ اگر میں فلاں فلاں کی زندگی میں مر جاؤں تو میرے دعوے سب غلط ہیں اور اگر اس کو میری زندگی میں موت نہ آئے، تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ آپ اس وزن کا کوئی واقع پیش کریں کہ کسی الہامی شخص نے مرزا صاحب کو کہا ہو کہ اگر میں مرزا سے پہلے مر جاؤں یا مرزا میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا، پھر وہ اس وعدے کے بعد مر گیا ہو، تو

ایسے شخص کو ہم الہامی تو کیا شیطان سے بدتر نہ جانیں، تو آپ ہم کو الزام دیں۔ ہمارے مذہب میں ایسے شخص پر خدا کی، رسول کی، اور دنیا بھر کے تمام نیک بندوں کی لعنت ہوگی۔ لیکن میں حیران ہوں کہ آپ اہل علم ہو کر ایسے استدلال کے مقابلے پر یہ کہتے ہیں کہ فلاں فلاں مخالف مرزا کے سامنے مرگیا تو مرزا کیوں سچا ثابت نہ ہوا؟ غور فرمایئے! کھسیانی بلی کھمبہ نوچے، والی مثل ہے یا نہیں۔ محض کسی کا مرجانا کسی کے صدق و کذب کی کوئی دلیل نہیں، جب تک کسی الہامی نے زوردار تحدی سے اس کی موت کی خبر نہ دی ہو۔۔۔۔

کثرت اور قلت کی تحقیق ہم پہلے کر چکے ہیں۔ منہاج نبوت کا ثبوت جو آپ نے آیت کریمہ یصبکم سے دیا ہے، بخدا مجھے آپ کی نسبت جو حسن ظن تھا وہ بالکل باطل ہوگیا۔ گو میں آپ کو مرزا کے مرید ہونے کی وجہ سے نیم سودائی جانتا تھا مگر میرا یہ بھی خیال تھا کہ آپ چونکہ قرآن مجید کا درس تدریس کرتے ہیں اور رات دن آپ کا یہ شغل ہے اسلئے قرآن مجید کے مضامین پر تو ضرور آپ کو اطلاع ہوگی مگر افسوس کہ: خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

مرقع قادیان اکتوبر ۱۹۰۸ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ صحیفہ محبوبیہ میں فرماتے ہیں:

ناظرین! یہ ہیں قادیانی مشن کی ابلہ فریبیاں اور دھوکہ بازیاں کہ واقعات کو از خود تصنیف کر لیتے ہیں ۔اسی طرح یہ دعوی بھی قادیانی مشن ہی کی ایجاد ہے کہ:

اسلام کے کل مخالفوں نے مرزا صاحب کو سلطان القلم قرار دیا (صحیفہ آصفیہ ص۱۴)

محض کذب اور صریح جھوٹ ہے۔ سچے ہو تو کسی مخالف کی شہادت پیش کرو۔ ہاں ہم بتلاتے ہیں کہ مرزا صاحب کے اسلام (اسلام گرونانک) کا جواب جو سکھوں نے دیا تھا اس میں لکھا تھا کہ:

مرزا صاحب کی تحریرات کسی شریف آدمی کے پڑھنے کے لائق نہیں۔

شائد قادیانی اصطلاح میں سلطان القلم ہونے کی سند یہی ہے۔ اگر یہی ہے تو ہمیں بھی انکار نہیں

مرزا قادیانی کے عقائد

اخیر رسالہ میں ہم مختصر لفظوں میں بتلاتے ہیں کہ جناب مرزا صاحب اپنے حق میں کیا کہتے تھے

ا۔جس مسیح موعود اور مہدی مسعود کے آنے کی حدیثوں میں خبر آئی ہے وہ میں ہوں۔(ازالہ اوہام)

۲۔ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے (دافع البلاء)

۳۔اینک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنبرم (ازالہ اوہام)

منم مسیح زمانم منم کلیم خدا منم محمد واحمد کہ مجتبیٰ باشد (تریاق القلوب)

۵۔ لا يقيسو نى با حد و لا ا حداً بى

(مجھے کسی دوسرے کے ساتھ قیاس مت کرو، اور نہ کسی دوسرے کو میرے ساتھ) (خطبہ الہامیہ۔ص ۱۹)

۶۔ انا شمس لا يحجبها د خان الشما س (میں سورج ہوں جس کو دشمن کا دھواں چھپا نہیں سکتا)(خطبہ الہامیہ)

انا خا تم الا ولياء لا و لى بعدى ا لا الذى هو منى

(میں خاتم الاولیاء ہوں میرے بعد کوئی ولی نہیں ہوگا مگر وہ جو مجھ سے ہوگا، یعنی میری امت سے ہوگا) (خطبہ الہامیہ)

قد مى على منار ة كتمت بها كل رفعة

(میرا قدم ایک ایسے منارے پر ہے جس پر ہر ایک بلندی ختم ہے (یعنی میں رتبے میں سب سے بڑا ہوں)(خطبہ الہامیہ)

۹۔جو میری بیعت میں آتا ہے وہ حضرت محمد ﷺ کے اصحاب میں شامل ہو جاتا ہے (خطبہ الہامیہ)

۱۰۔قرآن شریف میں جو آیت ہے يا تى من بعدى اسمه ا حمد، اس احمد سے مراد میں ہوں۔

(ازالہ اوہام۔ ص ۶۷۳)

کیا سچ ہے

غلامی چھوڑ کر احمد بنا تو رسول حق باستحکام مرزا

اسکے علاوہ بھی بہت سے عجیب عجیب تعلّی کے خیالات ہیں۔ در خانہ اگر کس سے یک حرف بس است

مباحثہ رام پور

ہز ہائی نس نواب صاحب رام پور کے ملازموں میں ایک صاحب (منشی ذوالفقار علی) قادیانی تھے ان کے چچیرے بھائی حافظ احمد علی خان صاحب ان کے مخالف تھے۔اس لئے دونوں بھائیوں میں ہز ہائی نس کے سامنے تکرار رہتی تو ہز ہائی نیس نے حکم دیا کہ سرکاری خرچ پر دونوں فریق اپنے اپنے علماء کو بلاؤ ہم مباحثہ کرائیں گے۔ چنانچہ ۱۵ جون کو میدان مباحثہ میں ہز ہائی نیس نواب صاحب کے حضور میں فریقین کے علماء پیش ہو گئے۔قادیانی جماعت کے چیدہ چیدہ ممبر سب موجود تھے ادھر علماء اسلام بھی بکثرت شریک تھے۔مناظرہ کے لئے راقم آثم منتخب ہوا۔حضور نواب صاحب بنفس نفیس تمام ایام مباحثہ میں جلوہ فرما رہے۔ مباحثہ تقریری تھا اس لئے روئداد تو شائع نہ ہوئی۔ ہز ہائی نیس نے خاکسار کو جو سرٹیفکیٹ عنایت فرمایا اس سے کیفیت مناظرہ معلوم ہو سکتی ہے جو ناظرین کی اطلاع کے لئے درج ہے:

رام پور میں قادیانی صاحبوں سے مناظرہ کے وقت مولوی ابوالوفا محمد ثناء اللہ صاحب کی گفتگو ہم نے سنی۔مولوی صاحب نہایت فصیح البیان ہیں،اور بڑی خوبی یہ ہے کہ برجستہ کلام کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی تقریر میں جس امر کی تمہید کی،اسے بدلائل ثابت کیا۔ہم ان کے بیان سے محظوظ و مسرور ہوئے۔ دستخط۔محمد حامد علی خان (والی رام پور)

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ابوالوفا ثناء اللہ (مولوی فاضل)۔امرت سر۔۱۹ شوال ۱۳۲۷ھ۔۳ نومبر ۱۹۰۹ء

☆☆☆

فاتح قادیان

دیباچہ طبع ششم

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ کے پوتے مولانا رضاءاللہ ثنائی، رسالہ فاتح قادیان کے چھٹے اڈیشن کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

ناظرین کو معلوم ہوگا مرزا قادیانی آنجہانی کی زندگی میں ان کا اور مولانا ابوالوفاء ثناءاللہ صاحب مولوی فاضل امرتسری کا مقابلہ کس نوعیت سے تھا۔یہی کہ مولانا صاحب ان کے کمالات کا اظہار ان کے اصلی الفاظ میں کرتے ہیں۔یعنی ان کے الہامات متعلقہ اخبار غیبیہ جو ان کے حق میں مدار کار ٹھہرائے جاتے تھے ان کی تنقید کرتے جس کی مثال میں رسالہ الہامات مرزا ایک عمدہ نمونہ ہے مرزا قادیانی اس نوعیت سے بہت گھبرائے تو انہوں نے مندرجہ ذیل اشتہار دیا:

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم۔نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم۔
یستنبئونك احقّ ھو۔ قل ای و ربّی انّہ لحقّ۔

بخدمت مولوی ثناءاللہ صاحب السلام علی من اتبع الھدی مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔اور دنیا میں میری نسبت یہ شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے۔میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لیے

مامور ہوں اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے گالیوں اور تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں جن سے بڑھ کر کوئی مضر نہیں ہوسکتا۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات اپنے ہر پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے اپنے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون وہیضہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یارب العالمین۔ میں ان کے ہاتھوں سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گزر گئی وہ مجھے ان چوروں

اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کیلیے سخت نقصان رساں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لا تقف ما لیس لك به علم پر بھی عمل نہیں کیا۔ اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بدآدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بداثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس لیے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔

ربنا افتح بيننا و بين قومنا بالحق و انت خير الفاتحين۔ آمین۔

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاه الله و اید۔

مرقومہ یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۵، اپریل ۱۹۰۷ء

اس اشتہار نے مولانا ابوالوفاء پر کیا اثر کیا؟ یہ کہ پہلے تو وہ اخبار اہل حدیث میں کبھی کبھی مرزا قادیانی کے مشن کے متعلق لکھا کرتے تھے اب تو انہوں نے ایک مستقل رسالہ ماہوار اسی غرض سے جاری کیا جس کا نام تھا مرقع قادیانی جس میں خاص مرزائی مشن کا ذکر ہوتا اور بس۔

مرزا قادیانی کے اشتہار مذکور کا نتیجہ کیا ہوا؟ بیان کی حاجت نہیں کہ کاذب صادق کی زندگی میں اس جہان سے چلا گیا۔ مگر مرزا قادیانی کے مرید عناد سے اس اشتہار کو نظر انداز کرتے رہے یہاں

تک کہ خدا کے علم میں جو وقت اس مسئلہ کے کھلے فیصلے کا تھا آ گیا۔ یعنی منشی قاسم علی قادیانی جو قادیانی جماعت میں بولنے اور لکھنے والے جوشیلے ممبر ہیں مولانا ابوالوفاء کے سامنے اس غرض سے آئے کہ ان سے اس اشتہار کے متعلق مباحثہ کریں۔ چنانچہ منشی قاسم علی صاحب نے اپنے اخبار الحق میں مولانا موصوف کو چیلنج دیا جس کو انہوں نے اخبار اہل حدیث یکم مارچ ۱۹۱۲ء میں قبول کیا اس کے بعد شرائط کے متعلق ترمیم پر معمولی سا اختلاف ہو کر فیصلہ ہوا۔ بڑی شرائط حسب ذیل ہیں:

الف: مباحثہ تحریری ہوگا

ب۔ ایک منصف محمدی دوسرا احمدی، تیسرا غیر مسلم مسلّم الطرفین سرپنچ

ج۔ دونوں منصفوں میں اختلاف ہو تو سرپنچ جس منصف کے ساتھ متفق ہوں گے وہ فیصلہ ناطق ہوگا

د۔ کل تحریریں پانچ ہوں گی تین مدعی کی اور دو مدعا علیہ کی

ھ۔ مولانا ابوالوفاء مدعی اور منشی قاسم علی مدعا علیہ ہوں گے

د۔ مدعی کے حق میں فیصلہ ہو تو مدعا علیہ مبلغ تین سو روپیہ بطور انعام یا تاوان مدعی کو دے گا مدعا علیہ غالب ہوا، تو مدعی کچھ نہیں دے گا۔ غرض رقم ایک طرف سے ہوگی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ منشی قاسم علی صاحب اور ان کے دوستوں کو کامیابی کا کہاں تک یقین تھا۔ خیر بہر حال ۱۵۔ اپریل ۱۹۱۲ء کی تاریخ مباحثہ کے لئے مقرر ہوئی اور مقام مباحثہ خود منشی قاسم علی کی تجویز سے شہر لدھیانہ قرار پایا۔

ایک لطیفہ اور قدرتی اسرار

واقعی بات ہے کہ خدا کے اسرار خدا ہی جانتا ہے۔ اشتہار مذکورہ کی تاریخ بھی ۱۵۔ اپریل اور اس پر مباحثہ کے لئے بھی ۱۵۔ اپریل ہی کا اتفاق ہوا۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ مسیح موعود دجال کو باب لد میں قتل کریں گے۔ محدثین کہتے ہیں کہ باب لد شام (فلسطین جس کا حصہ تھا۔ بہا) کے ملک میں ایک مقام ہے۔ مگر مرزا قادیانی چونکہ مسیح موعود ہونے کے مدعی تھے اور پنجاب کے باشندے

اور پنجاب سے باہر نہ گئے تھے (سوائے دہلی اور علی گڈھ کے دو تین سفروں کے۔ بہاء) اس لئے انہوں نے اس حدیث کی ایسی تاویل کی جس سے شہر لدھیانہ کی فضیلت بھی ثابت ہو سکتی ہے اور اس مناظرہ پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ آپ نے لکھا:

او ل بـلـدة با یعنی الناس فیها اسمها لو د ها نه و هی او ل ار ض قا مت شر فیهـا لا هـا نة فـلـمـا کـا نـت بیـعـت المخلصین حر بة لقتل الد جا ل ا للعین بـاشاعت الحق المبین اشیر فی الحد یث ان المسیح یقتل الد جا ل علی با ب ا للد با لضر بة الوا حدة فا للد ملخص من لو د هیا نه کما لا یخفی علی ذوی الفطا نة ۔ (الهدی و التبصرة لمن یر ی۔ حا شیه ص ۹۲)

یعنی سب سے پہلے میرے ساتھ لدھیانہ میں بیعت ہوئی تھی جو دجال کے قتل کے لئے ایک حربہ (ہتھیار) تھی اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ مسیح موعود دجال کو باب لد میں قتل کرے گا۔ پس لد دراصل مختصر ہے لدھیانہ سے۔

مرزا قادیانی نے لدھیانہ میں کس دجال کو قتل کیا؟ اس کا تو ہمیں علم نہیں وہ جانیں یا ان کے مرید۔ ہاں اس سے یہ تو بخوبی ثابت ہوا کہ لدھیانہ کا مقام منتخب ہونا اور فریق ثانی کی تجویز سے ہونا واقعی سرّ قدرت اپنے اندر رکھتا ہے کہ بقول مرزا قادیانی یہاں دجال قتل ہونا تھا۔

خیر ۱۵۔ اپریل ۱۹۱۲ء کو صرف اتنا کام ہوا کہ مبلغ تین صد روپیہ امین صاحب کے سپرد ہوا۔ امانت کے لئے جناب مولوی محمد حسن صاحب مرحوم رئیس لدھیانہ سے بہتر کوئی نام نہ مل سکتا تھا۔ ہماری جانب سے مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی منصف مقرر ہوئے۔ ان کی جانب سے منشی فرزند علی صاحب ہیڈ کلرک قلعہ میگزین فیروز پور۔

سرپنچ کے متعلق بہت گفتگو ہوئی۔ آخر کار یہ خدمت سردار بچن سنگھ صاحب بی اے گورنمنٹ پلیڈر لدھیانہ کے سپرد ہوئی۔ جناب موصوف نے بڑی مہربانی سے اس کو قبول فرمایا۔ حق تو یہ ہے کہ سرپنچی کا حق پورا ادا کیا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

۱۷۔اپریل ۱۹۱۲ء کو ۳ بجے بعد دوپہر کے مباحثہ شروع ہوا۔فریقین کے چالیس چالیس آدمی داخل یا شامل مباحثہ ہونے تجویز ہوئے تھے،مگر آخر کار کوئی روک نہ رہی تو بہت سے لوگ آگئے۔ گفتگو میں کسی طرح کی بے امنی نہ ہوئی۔منصف صاحبان نے جلسہ کا انتظام بخوبی رکھا۔فریقین کی یہی خواہش معلوم ہوتی تھی کہ گفتگو امن وامان سے ہو۔چنانچہ کسی طرح کی بے لطفی نہ ہوئی۔۳ بجے سے ۹ بجے شب جلسہ رہا۔بحمد اللہ

مرزائی فریق اوران کے منصف کی خلاف ورزی

بحمد اللہ! ہماری کسی حرکت وسکون پر فریق ثانی کو اعتراض نہیں ہوا۔مگر افسوس انہوں نے ہم کو بہت ایک اعتراضات کا اخلاقی طور پر موقع دیا جو ایک مہذب جماعت کی شان سے بعید ہی نہیں بلکہ بعید تر ہے۔

اول: منشی قاسم علی صاحب نے پہلے ہی پرچہ میں ایک عبارت اپنی اور مرزا قادیانی کی نسبت پڑھی جس پر مولانا ابوالوفاء کو شبہ ہوا کہ یہ تحریر میں نہ ہوگی۔چنانچہ پرچہ حاصل کر کے مولانا ثناء اللہ نے اس عبارت کی بابت سوال کیا تو جواب ملا کہ ہم نے زبانی کہی تھی۔اس پر منصف صاحبان کی خدمت میں استغاثہ ہوا کہ معاہدہ یہ ہے کہ کوئی لفظ زبانی نہ ہو۔اس لئے فریق ثانی تحریری معافی مانگے۔مگر منشی فرزند صاحب منصف مرزائی کی سفارش پر اتنے ہی پر کفایت ہوئی کہ نظر انداز کیجئے۔

دوم شرط مقرر تھی کہ کل بحث کے پانچ پرچے ہوں گے۔مگر فریق ثانی نے بعد برخاستگی جلسہ (خدا معلوم کس روز اور کس وقت) چھٹا پرچہ بہت بڑا سرپنچ صاحب کی خدمت میں بھیج دیا،جو انہوں نے بروقت فیصلہ مولانا ابوالوفاء کو دکھلا دیا۔جس پر مولانا ثناء اللہ نے اعتراض کیا اور شامل مسل نہ ہونے دیا۔اس پرچہ میں بعض الفاظ خلاف نشان بھی درج تھے۔

سوم: منشی فرزند علی صاحب نے فیصلہ تو جو دیا وہ آگے درج ہوگا،مگر خلاف شان یہ بات کی کہ

۱۷۔ اپریل کی شب کوانہوں نے وعدہ کیا کہ میں صبح فیصلہ دے کر جاؤنگا۔مگر جس کا ایفاء انہوں نے یہ کیا کہ صبح چھ بجے چلے گئے مگر فیصلہ نہ دے گئے، بلکہ ۲۰۔اپریل کو ۴ بجے ان کا فیصلہ سرپنچ کے پاس آیا، جب کہ مولانا ثناءاللہ صاحب اوران کے رفقاء بہت بے تاب ہوکر واپسی کے لئے اسٹیشن لدھیانہ پرآ گئے تھے۔اتنے میں ایک آدمی بھاگتے ہوئے آیا کہ مت جاؤ فیصلہ آ گیا ہے۔

چہارم۔شرط یہ تھی کہ دونوں منصف خدا کی قسم کھا کر حلفیہ فیصلہ لکھیں گے۔اور یہ شرط فریق ثانی یعنی احمدی (مرزائی) فریق ہی کی تجویز کردہ تھی۔مولانا ثناءاللہ صاحب اس بات سے انکاری تھے کہ اس کی ضرورت نہیں۔مگر فریق ثانی نے اس کو بہت ضروری سمجھا۔یہاں تک کہ شرط میں یہ بڑھایا کہ بغیر حلف فیصلہ ہوگا تو بے وقعت سمجھا جائے گا۔مگر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ منشی فرزند علی صاحب منصف مرزائی نے اپنے فیصلہ میں حلف نہیں لکھی۔تاہم مولانا ثناءاللہ صاحب نے سرپنچ کو کہا کہ میں ان کی بے حلفی کو بھی منظور کرتا ہوں۔

اب سوال یہ ہے کہ منشی صاحب جیسے مہذب اور فرائض شناس تعلیم یافتہ مرزائی نے یہ بے اعتدالیاں کیوں کیں؟اس کا جواب ان کا فیصلہ ہی دے سکتا ہے جوآگے درج ہوگا جس کا مختصر مضمون یہ ہے

رشتہ در گردنم افگندہ دوست

مے برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

بہرحال مولانا ثناءاللہ صاحب کی تقریر شروع ہوتی ہے

مولوی رضاءاللہ ثنائی سرگودھا

....

بیان مدعی پرچہ اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صاحبان! مرزا صاحب نے ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء کو اشتہار دیا جس کی پیشانی پر لکھا "مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ۔" اس کے اندر یہ دعا کی:

"اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر۔

میں تیرے تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اوٹھا لے۔"

اس دعا کے بعد جناب ممدوح (مرزا قادیانی) نے یہ لکھا کہ

"اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔"

اس اشتہار میں مرزا صاحب نے دو دفعہ فیصلہ کا لفظ لکھا ہے۔ فیصلہ بھی کسی ذاتی معاملہ کا نہیں بلکہ اس معاملہ کا جس کے لئے بقول ان کے خدا نے ان کو مامور کیا تھا۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں:

"چونکہ میں حق کے پھیلانے کے لئے مامور ہوں۔"

اب غور طلب بات یہ ہے کہ کیا سلسلۂ رسالت والنبوت میں اس کی کوئی نظیر ملتی ہے؟ کہ کسی نبی یا مامور نے کسی معاملہ الٰہیہ میں از خود ایسی تحدی اور فیصلہ کی صورت شائع کی ہو جس کی تحریک خدا کی جانب سے

نہو ہرگز اس کی نظیر نہیں ملتی اس لئے کہ اس قسم کے فیصلہ کا اثر اس مشن پر ہونا ہوتا ہے۔ جس کی تبلیغ کے لئے نبی کو خدا مامور کرکے بھیجتا ہے۔ چنانچہ جناب ممدوح اسی اشتہار میں لکھتے ہیں

''اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہوجاؤنگا۔

(مہربانی سے منصف صاحبان سارا اشتہار ایک دفعہ پڑھنے کی تکلیف گوارا فرمائیں) کوئی ایسا معاہدہ یا اعلان کوئی نبی خدا کی تحریک کے بغیر نہیں کرسکتا جس کا اثر اس کے اس مشن پر پڑے جس کے لئے وہ مامور ہوکر آیا ہو۔ قرآن مجید میں اس دعویٰ کے ثبوت کے لئے بہت سی آیات ہیں منجملہ یہ ہیں:

(۱) ماكان لرسول أن ياتى باٰية الا باذن الله

(۲) لوتقول علينا بعض الاقاويل لاخذنا منه باليمين

(۳) ليس لك من الأمر شئ

(٤) ان الحكم الا لله

(٥) ان اتبع الا مايوحى الى

(٦) وماينطق عن الهوى ان هوالا وحى يوحىٰ۔ وغیرہ۔

ان آیات میں جو پچھلی آیت ہے، صرف قرآن مجید ہی کی آیت نہیں بلکہ جناب مرزا صاحب کا الہام بھی ہے۔ ملاحظہ ہو اربعین نمبر۲، صفحہ ۳۶ سطر ۲۱۔ اربعین نمبر۳ صفحہ ۳۶ سطر۳۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دینی معاملہ میں کوئی بات خدا کی وحی کے بغیر نہیں کہتے جو کچھ وہ لکھتے ہیں وہ خدا کی وحی ہوتی ہے یہی معنی اس فقرہ کے بصورت الہام مرزا صاحب ہوں گے کہ مرزا صاحب کسی دینی معاملہ میں خدا کی تحریک کے بغیر نہیں بولتے۔ مختصر یہ ہے کہ مامور بحیثیت مامور مجبور ہے کہ کوئی بات دینی معاملہ میں ایسی نہ کہے، خصوصاً کسی امر کو کفر اور اسلام میں فیصلہ کن قرار نہ دے، جب تک خدا کی اجازت نہو۔ یہاں تک تو میں نے عموماتِ قرآنیہ اور الہامات مرزائیہ سے استدلال کیا ہے۔ اب میں خصوصاً اس اس امر کے متعلق عرض کرتا ہوں جس میں نزاع ہے۔ جناب مرزا صاحب نے پندرہ اپریل کو اشتہار مذکور شائع کیا ۲۵/اپریل کے اخبار

بدر میں ان کے الفاظ یہ شائع ہوئے:

''ثناء اللہ: (مرزا صاحب قادیانی نے) فرمایا زمانہ کے عجائبات ہیں رات کو ہم سوتے ہیں تو کوئی خیال نہیں ہوتا کہ اچانک ایک الہام ہوتا ہے اور پھر وہ اپنے وقت پر پورا ہوتا ہے کوئی ہفتہ عشرہ نشان سے خالی نہیں جاتا۔ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ ایک دفعہ ہماری توجہ اس طرف ہوئی اور رات کو توجہ اس کی طرف تھی اور رات کو الہام ہوا کہ اجیب دعوۃ الداع۔ صوفیا کے نزدیک بڑی کرامت استجابت دعا ہے، باقی سب اس کی شاخیں۔''

ان الفاظ سے میرے دونوں دعوے ثابت ہوتے ہیں۔

(الف) اس دعا کی بنیاد خدا کی طرف سے تھی جس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہنا زیبا ہے کہ خدا کے مخفی حکم اور منشا سے تھی۔

(ب) اس دعا کی قبولیت کا وعدہ تھا۔ اگرچہ اثبات مدعا کے لئے اتنا ہی کافی ہے مگر میں اس کو ذرا اور تفصیل سے بتلانا چاہتا ہوں۔

مرزا صاحب کا عام طور پر الہام ہے کہ مجھے خدا نے فرمایا ہے اجیب کل دعائك الا فی شرکائك (۷)۔ یہ بھی دعویٰ ہے کہ میرا بڑا معجزہ قبولیت دعا ہی ہے۔ چنانچہ ان کے آرگن رسالہ ریویو بابت مئی ۱۹۰۷ء سے نقل کرتا ہوں۔

''حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) دعا کی قبولیت کا ایک ایسا قطعی ثبوت پیش کرتے ہیں جو آج دنیا بھر میں کسی مذہب کا کوئی ماننے والا پیش نہیں کر سکتا اور وہ ثبوت یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے حضور میں دعا کرتے ہیں اور اس دعا کا جواب پاتے ہیں اور جو کچھ جواب میں ان کو بتایا جاتا ہے اس کو قبل از وقت شائع کر دیتے ہیں۔ پھر ان شائع شدہ امور کے بعد کے واقعات تائید کرتے ہیں اور یہ تائید ایسی ہوتی ہے کہ جس پر کوئی انسانی کوشش اور منصوبہ پہونچ نہیں سکتا۔ اور ایسے ہی اعجازی اور خرق عادت طور پر وہ امر ظہور پذیر ہوتا ہے وہ مدت سے اس بات کو شائع کر رہے ہیں کہ ان کے

منجانب اللہ ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔'' (صفحہ ۱۹۲)

ہاں اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب کے اشتہار پندرہ اپریل میں یہ فقرہ بھی ہے کہ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں۔ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت مرزا صاحب کو اس تحریک الٰہی کا علم نہ تھا۔ جس نے مخفی طور پر ان کے قلب پر یہ اثر کیا تھا جس وقت اونہوں نے یہ اشتہار دیا۔ لیکن بعد میں جب اُن کو خدا کی طرف سے بتلایا گیا تو انہوں نے اعلان کیا تو اس کی بنیاد خدا کی طرف سے ہے۔ میری اس تطبیق کی قطعی دلیل مرزا صاحب کی وہ تحریر ہے جو میرے خط کے جواب میں بذریعہ ڈاک میرے پاس پہونچنے کے علاوہ اخبار بدر ۱۳/ جون ۱۹۰۷ء میں چھپی تھی، جس میں یہ الفاظ ہیں:

مشیت ایزدی نے حضرت حجت اللہ (مرزا صاحب) کے قلب میں ایک دعا کی تحریک کر کے فیصلہ کا ایک اَور طریق اختیار کیا''۔ (ملاحظہ ہو اخبار بدر قادیان مذکور صفحہ ۲ کالم اول)

اس تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ اس دعا کی تحریک ان کے دل میں خدا نے کی تھی۔ یہی معنی ہیں خدا کے حکم سے ہونے کے ممکن ہے کہ اس وقت جناب ممدوح کو اس کا علم نہوا ہو عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتا براہین احمد یہ ملاحظہ ہو۔ اس لئے ممدوح نے تحریر اول میں نفی فرمائی لیکن بعد کے الہامات اور اعلامات خداوندی سے ان کو معلوم ہوا کہ اس کی تحریک خدا کی طرف سے تھی اور اس کی قبولیت کا وعدہ بھی تھا تو اُنہوں نے کھلے الفاظ میں اظہار کیا کہ اس کی بنیاد خدا کی طرف سے ہے بلکہ اس کی قبولیت کا الہام بھی شائع کیا اجیب دعوۃ الداع۔ اس کا مطلب یہ ہے قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے۔ میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔

مرزا صاحب کی توجہ پر یہ الہام ہونا اس بات کی صاف دلیل ہے کہ جناب موصوف کو اس دعا کی قبولیت کا الہام قطعی ہو چکا تھا مسلمانوں کے اعتقاد میں الہام بالفاظ قرآنی ہو تو بہت زیادہ قوت رکھتا ہے بہ نسبت دیگر الفاظ کے الہام مذکور چونکہ الفاظ قرآنی میں ہے اس لئے قطعی قبولیت کو ثابت کرتا ہے۔

فریق ثانی کو میری یہ تطبیق پسند نہو تو اس اثبات ونفی میں تطبیق دینا ان کا فرض اولی ہے کیوں کہ وہ مرزا صاحب کے مصدق ہیں اور قرآن مجید میں غلط الہامات کی علامت یہی مذکور ہے کہ ان میں نفی اثبات کا اختلاف ہوتا ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ قائل ایک کلام میں کاذب ثابت ہوتا ہے۔ پس فریق ثانی کا

بحیثیت مصدق فرض ہے کہ اس اختلاف میں بپاندی قواعد علیہ واصول مسلمہ محدثین ومبصرین تطبیق دے۔"

ابوالوفاء ثناءاللہ بقلم خود۔

میر قاسم علی کا جوابی پرچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ رب یسر و تمم بالخیر

جناب مولوی فاضل (ثناءاللہ) صاحب نے اپنے مضمون کو جس تمہید سے شروع کیا ہے اس سے نفس دعویٰ مولوی صاحب کو کوئی تعلق نہیں۔ یہ تمام وعظ ولیکچر اس دعویٰ کو کہ ۱۵ اپریل والہ اشتہار مرزا صاحب نے بحکم خداوندی دیا تھا اور دعا مندرجہ اشتہار مذکور کی قبولیت کا خدا نے وعدہ فرمالیا تھا۔ کسی طرح بھی ثابت نہیں کرتے۔ مولوی (ثناءاللہ) صاحب یعنی مدعی کا فرض تھا کہ وہ اپنا دعویٰ دو طرح سے ثابت فرماتے۔ اول ایسا حکم منجانب اللہ وہ اشتہار کے متعلق پیش فرماتے جس میں مرزا صاحب کو خدا نے یہ حکم دیا ہوتا کہ تم ایسی درخواست ہمارے حضور پیش کرو۔ یا مرزا صاحب نے کہیں فرمایا ہوتا کہ اشتہار مورخہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء میں نے حسب الحکم خداوند کریم شائع کیا ہے۔ جبکہ یہ دونوں صورتیں مولوی صاحب نے پیش نہیں فرمائیں تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ دعویٰ کس طرح ثابت ہو گیا کہ ۱۵ اپریل والا اشتہار بحکم خداوندی تھا۔ نہ کوئی حکم خداوندی اس کے متعلق موجود ہے نہ مولوی صاحب نے ایسا حکم پیش فرمایا ہے۔ ہاں مولوی صاحب نے خصوصیت کے ساتھ اس امر کے متعلق دو دلیلیں پیش کی ہیں جو ایک تو بدر مورخہ ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کی ہے دوسری بدر ۱۳ جون ۱۹۰۷ء کی جس سے آپ نے بخیال خود یہ ثابت فرمادیا کہ ۱۵۔ اپریل والا اشتہار بحکم خداوندی تھا اور وہ دلیلیں یہ ہیں

۱۔ ۲۵۔ اپریل کے بدر میں مرزا صاحب کی کلام شائع ہوئی ہے جس میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے فرمایا کہ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

۲۔ ۱۳ جون کے بدر میں جو خط ایڈیٹر صاحب نے بجواب مولوی صاحب شائع کیا ہے اس میں لکھا ہے کہ مشیت ایزدی نے حضرت مرزا صاحب کے قلب میں ایک دعا کی تحریک کر کے فیصلہ کا ایک اور طریق اختیار کیا۔

ان دونوں دلیلوں سے اپنا دعویٰ (مولوی صاحب) اس طرح ثابت فرماتے ہیں کہ چونکہ اشتہار ۱۵ اپریل والے کے بعد ۲۵ اپریل کے بدر میں مرزا صاحب نے ایسا فرمایا ہے کہ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے ہے۔ پس بعد شائع کر دینے اشتہار کے مرزا صاحب کو خدا نے بتادیا کہ یہ اشتہار میرے حکم سے ہے۔ سو اس کا جواب تو یہ ہے کہ دعویٰ مولوی صاحب نے فرمایا کہ ۱۵ اپریل والہ اشتہار بحکم خداوندی دیا تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اشتہار دینے سے پہلے وہ حکم ملا ہوگا جس کی بنا پر اشتہار دیا گیا اور عقل بھی اسی کی متقاضی ہے کہ حکم پہلے ہو تعمیل اس کی بعد میں ہونی چاہیے۔ مگر مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ نہیں تعمیل تو پہلے ہی مرزا صاحب نے کردی تھی گو حکم بخیال مولوی صاحب ۱۵۔ اپریل والی تعمیل کا ۲۵ کو بعد میں صادر ہوا تھا۔ حیرت ہے کہ ایسی نظیر غالباً کسی جگہ نہ ملے گی کہ حکمسے پہلے ہی تعمیل ہو جائے اور حکم تعمیل کو دیکھنے کے بعد حاکم کی طرف سے صادر ہو۔

بہر حال مولوی صاحب یہ خود فرماتے ہیں کہ اشتہار ۱۵ اپریل والے میں تو بے شک یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ اشتہار کسی حکم کی بنا پر نہیں بلکہ میری طرف سے بصورت درخواست یا عرضی کے ہے اور یہ بھی مولوی صاحب تسلیم فرماتے ہیں کہ جس وقت اشتہار دیا گیا اس وقت ان کو یہ علم نہیں تھا کہ میں خدا کے کسی حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔ بعد تعمیل حکم حاکم نے ان کو بتایا کہ یہ ہمارے حکم سے تم نے اعلان کیا ہے۔ پھر مرزا صاحب نے بھی فوراً شائع فرمادیا کہ یہ درخواست میری خدا کے حکم کے مطابق

ہے جس کا پتہ آج لگا ہے۔ سبحان اللہ کیا عجیب استدلال ہے کہ حکم دس روز بعد دیا جائے یا دس روز بعد اس کا پتہ لگے مگر ملازم یا خادم قبل صدور حکم ہی تعمیل کر کے رکھدے۔ لہٰذا یہ استدلال دعویٰ مولوی صاحب کو کسی طرح بھی ثابت نہیں کرسکتا۔ اس میں کہیں یہ بھی تو نہیں لکھا کہ ۱۵ اپریل والا اشتہار بحکم خداوندی دیا گیا ہے۔ ۲۵ اپریل کے بدر میں تو صرف اتنا لکھا ہے کہ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہے۔ ۱۵ اپریل والے اشتہار کا لکھا جانا اس میں کہاں درج ہے۔ دعویٰ تو ۱۵ اپریل والے اشتہار کے متعلق ہے جو خاص ہے اور دلیل ایک عام پیش کرتے ہیں جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق یوم تقریر سے پہلے جو لکھا گیا ہے اس کا منجانب اللہ بنیاد رکھا جانا بتایا ہے۔

دوئم۔ ۱۳ جون والے بدر میں جو لفظ مشیت ایزدی ہے اس سے مولوی صاحب اس اشتہار کا بحکم خداوندی دیا جانا ثابت کرتے ہیں۔ یہ بھی درست نہیں۔ مشیت ایزدی کو تو رضائے الٰہی بھی مستلزم نہیں چہ جائیکہ وہ بحکم خداوندی ہو۔ مولوی صاحب نے (اپنی کتاب) ترک اسلام کے صفحہ ۳۵ پر مشیت اللہ کے متعلق یہ تحریر فرمایا ہے کہ مشیت اللہ خدا کے قانون مجریہ کا نام ہے جو خدا کی رضا کو مستلزم نہیں (ص ۳۴) اور ہم بلند آواز سے کہتے ہیں کہ زانی زنا کرتا ہے تو اس کی مشیت سے کرتا ہے۔ چور چوری کرتا ہے تو اس کے قانون سے کرتا ہے' پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ مشیت ایزدی کو رضائے الٰہی کا لازم نہ ہونا مان کر بھی صرف مشیت ایزدی سے اپنا دعویٰ ثابت کر دیا جائے کہ یہ اشتہار بحکم خداوندی تھا۔ مشیت ایزدی سے تو زنا اور چوری بھی منسوب ہوسکتی ہے۔ اگر مرزا صاحب کے اشتہار کا مشیت ایزدی سے دیا جانا لکھا ہو تو اس کو رضائے الٰہی کیوں سمجھ لیا گیا۔ والسلام

اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ڈائری مورخہ ۲۵ اپریل مرزا صاحب کے اشتہار ۱۵ اپریل والے سے متعلق ہے تو بے شک مولوی صاحب سچے ہونگے اور میں جھوٹا ہونگا۔ کیونکہ جب خدا نے ہی اشتہار اپنے حکم سے دلوایا اور پھر اس کے متعلق منظوری کا الہام بھی کر دیا تو ایسی صورت میں مرزا صاحب کا ہی

معاذ اللہ جھوٹا ہونا لازم آتا ہے۔ فقط (عاجز قاسم علی بقلم خود۔ ۱۷ اپریل ۱۹۱۲ء)

پس نہ تو (اخبار) بدر مورخہ ۲۵ اپریل سے یہ ثابت ہوا کہ ۱۵ اپریل والہ اشتہار بحکم خداوندی تھا۔ نہ ۱۳ جون کے لفظ مشیت سے ہی یہ مدعا نکلا کیونکہ مشیت میں رضائے الٰہی تک کی ضرورت نہیں تو حکم کیسا۔ دوسرا دعویٰ کہ اس کی قبولیت کا الہام ہو چکا تھا۔ نہ ہی مرزا صاحب کی اسی ڈائری مورخہ ۲۵ اپریل سے ثابت کیا گیا ہے کہ اس میں لکھا ہے کہ اجیب دعوۃ الداع۔ پس خدا نے دعا قبول فرمالی۔ گویا اب مکمل تعمیل ہو گئی۔ پہلے تو خدا کے حکم سے اشتہار دیا پھر خدا نے دعا مندرجہ اشتہار کی قبولیت کا الہام بھی کر دیا۔ فیصلہ شد۔ مگر میں اس کو سراسر واقعات کے خلاف ثابت کرتا ہوں

۱) یہ تمام مغالطہ مولوی صاحب کو اس ڈائری کے ۲۵ اپریل والے بدر میں شائع ہونے سے پیدا ہوا ہے۔ جو کہ دراصل ۲۵ اپریل کی نہیں۔ اس لیے ۲۵ اپریل کے بدر میں جو تقریر مرزا صاحب کی ڈائری سے مولوی صاحب نے اپنے استدلال میں پیش کی ہے وہ دراصل ۲۵ اپریل نہیں بلکہ ۱۴ اپریل کی ہے جو اشتہار سے ایک روز پیشتر کی ہے۔ جس حالت میں اشتہار اس تقریر سے پہلے لکھا ہی نہیں گیا تھا تو اس کی نسبت جو ایک روز پہلے کی ہے کیونکر ہو سکتی ہے۔ اشتہار ۱۵ اپریل کو لکھا اور ۱۸ اپریل کو شائع کیا۔ ڈائری مذکور ۱۴ اپریل کی اور الہام مذکور ۱۳ اور ۱۴ کی درمیانی شب کا ہے۔ گویا نہ الہام کے وقت نہ اس تقریر کے وقت جو ۱۴ اپریل بعد عصر کے ہے یہ اشتہار لکھا گیا تو پھر کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس تقریر کا تعلق اس تحریر سے ہے جو تقریر سے ایک روز اور الہام سے سے قریباً دو روز بعد لکھی گئی۔ باقی میں دوسرے پرچے میں لکھونگا۔ مولوی صاحب نے جو دلائل علاوہ ازیں لکھنے ہوں وہ بھی لکھ دیں کیونکہ مجھے پھر بجز دوسرے پرچہ کے جواب کا موقع ان کے متعلق نہیں ہو سکتا۔

(قاسم علی ۱۷ اپریل ۱۹۱۲ء)

ثنائی جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی۔

جناب منصف صاحبان و منشی قاسم علی صاحب۔ میری تمہید کو آپ نے بے تعلق بتلایا۔ حالانکہ وہ ایک عام قانون کی صورت میں تھی۔ جس کے نیچے تمام جزئیات شامل ہوا کرتی ہیں۔ یہ طریقہ قانون اور شریعت دونوں میں مروج ہے۔ بہر حال جو کچھ آپ سے بن پڑا۔ کہا۔ آپ نے زور دیا کہ ۲۵ اپریل کے بدر میں ۱۴ تاریخ کی ڈائری ہے مگر میرے مخاطب نے یہ نہیں بتایا کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ ثناء اللہ کی بابت جو لکھا گیا ہے جس کی قبولیت کا جناب باری نے مرزا صاحب سے وعدہ فرمایا تھا اس کا نشان نہیں دیا۔ میرے مخاطب کا فرض تھا کہ ۱۴ تاریخ کی ڈائری والا مضمون بتلاتے۔ ان ڈائری نویسوں کا تو یہ حال ہے کہ ۱۴ تاریخ کی ڈائری لکھ کر ص ۸ پر ۱۱ تاریخ لکھ دی۔ اگر دنیا میں کوئی ایسا مقام ہے کہ ۱۵ اور ۱۴ کے بعد ۱۱ آتی ہو تو یہ بھی علی الترتیب ہو سکتی ہے۔ میں بتاتا ہوں کہ اشتہاروں کے لکھنے کا اور اشاعت کا طریق کار کیا ہوتا ہے۔ ۱۵ تاریخ کا اشتہار ہے اور ۱۷ تاریخ کے (اخبار) الحکم میں شائع ہوتا ہے۔ اخباروں کے مطالعہ کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ ہندوستان و وطن کی تاریخ اشاعت جمعہ ہے مگر عموماً جمعرات کو پہنچ جاتے ہیں۔ لہٰذا ۱۷ تاریخ کے الحکم کو ایک روز آنے میں دیر ہوئی ہوگی۔ یہ سب دیری ملا کر ۱۴ کی ڈائری اسی اخبار الحکم میں لکھی گئی ہوگی اور وہ مرزا صاحب کی لکھی ہوئی ہے۔ بھلا غور فرمائیے کہ پندرہ کا اشتہار کتابت کب ہوا۔ پریس میں کب گیا اور پھر کب چھپ کر تقسیم ہوا۔ ۱۸ تاریخ والا اخبار کم سے کم ۱۲ کو لکھا جاتا ہے۔ خصوصاً جناب مرزا صاحب کی طرز تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ جناب ممدوح اپنے مسودوں کو دو دو چار چار مہینے پہلے لکھا کرتے تھے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ پیغام صلح جو لاہور میں ان کے انتقال کے بعد پڑھا گیا تھا خواجہ کمال الدین کو چند متفرق یادداشتوں کی صورت میں نوٹ ملے تھے۔ علاوہ اس

کے جناب موصوف کی یہ بھی عادت تھی کہ مضمون میں بہت کچھ ردوبدل کیا کرتے تھے حتیٰ کہ پتھر پر بھی کانٹ چھانٹ کرتے تھے۔ پریس کا تجربہ رکھنے والے اس کی شہادت دے سکتے ہیں کہ مصنف کی عبارت کی نوعیت اس وقت تک نہیں بدلتی جب تک کہ کانٹا چھانٹا نہ جائے۔آپ فرماتے ہیں کہ مشیت اللہ سے تمام کاروبار ہوتے ہیں۔ چوری زنا وغیرہ سب ہوتا ہے۔تم کس طرح استدلال کر سکتے ہو۔میرے دوست۔خط کے الفاظ سامنے ہیں۔میں اپنے خط کا مختصر مضمون پہلے سناتا ہوں۔ مرزا صاحب نے اشتہار دیا تھا کہ میں نے کتاب حقیقت الوحی لکھی ہے۔اس میں مباہلہ کے لیے تمام عالموں کو دعوت دی ہے۔شرائط مفصل لکھی ہیں۔جس کو وہ کتاب نہ ملی ہو وہ منگا لے۔ چونکہ اس میں میرا ذکر تھا اس لیے میں نے عریضہ لکھا کہ کتاب مذکور بھیجئے تاکہ حسب منشا آپ کے مباہلہ کی تیاری کروں۔اس خط کا جواب یہ آیا کہ آپ کا رجسٹری شدہ کارڈ ۳ جون ۱۹۰۷ء کو حضرت مسیح موعود کی خدمت میں پہنچا۔ یہ لفظ مفتی محمد صادق صاحب کے بحیثیت سررشتہ دار مرزا صاحب ہیں۔ گو میرے دوست نے یہ کھلے لفظوں میں نہیں کہا کہ یہ خط مفتی صاحب کا ہے مرزا صاحب کا نہیں لیکن میں بطور پیش بندی کہتا ہوں کہ خط مذکور بطور سررشتہ داری ہے۔ ورنہ میرے مخاطب تو مرزا صاحب تھے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ

'آپ کا خط حضرت مسیح موعود کی خدمت میں پہنچا جس کے جواب میں آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ کی طرف حقیقت الوحی بھیجنے کا ارادہ اس وقت ظاہر کیا گیا تھا کہ جس وقت مباہلہ کے واسطے لکھا گیا تھا تاکہ مباہلہ سے پہلے پڑھ لیتے۔مگر چونکہ آپ نے اپنے لیے فرار کی راہ نکالی ہے اس واسطے مشیت ایزدی نے آپ کو اور راہ سے پکڑا۔اور حضرت حجۃ اللہ مرزا صاحب کے قلب میں آپ کے واسطے ایک دعا کی تحریک کی اور دوسرا طریق اختیار کیا گیا'۔

میرے دوست (میر قاسم علی) اس تحریک کو جو مشیت خداوندی سے مرزا صاحب کے دل میں ہوئی دنیا کی دوسری باتوں سے مشابہت دیتے ہیں۔ میں ایسا کرتا تو مجھ سے بدتہذیبی کی وجہ سے معافی منگائی جاتی۔میرے دوست۔ایک ایسا بزرگ اور مدعی جس کا یہ دعویٰ ہے

انا خاتم الاولیا لا ولی بعدی (میں ولیوں کا خاتم (ختم کرنے والا) ہوں میرے بعد کوئی ولی نہ ہوگا)

جس کا یہ دعویٰ ہے کہ

میرا قدم ایسے ستارے پر ہے جس پر سب بلندیاں ختم ہوچکیں۔(خطبہ الہامیہ۔ص ۳۵)

جس کا یہ دعویٰ ہو کہ: میرے مقابل پر کسی قدم کو قرار نہیں۔

جس کا دعویٰ ہو کہ: دعا کا قبول ہونا اول علامت اولیاءاللہ میں سے ہیں (تریاق القلوب۔ص ۲۳)

اس کی دعا کو جو خدا کی تحریک سے اس کے دل میں پیدا ہوئی آپ دنیا کی دیگر بدکاریوں سے مشابہت دیتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس کا کیا جواب ہوسکتا ہے۔ خیر میں اس کا جواب اسلامی لٹریچر سے دیتا ہوں۔انبیاء کے دلوں میں جو خدا کی طرف سے کسی مذہبی فیصلہ کے لیے تحریک ہوتی ہے تو وہ وحی الٰہی سے ہوتی ہے۔ یہی معنی ان کے معصوم اور بے گناہ ہونے کے ہیں۔اس مضمون کے ثابت کرنے کے لیے میں نے تمہید بیان کی تھی جس کو آپ نے بے تعلق کہہ کر چھوڑ دیا۔اگر آپ نے کتاب صحیح بخاری پڑھی ہوتی تو آپ تصدیق کرتے کہ عمومات قرآنیہ اور حدیثیہ سے مسائل کا ثبوت کیسے دیا جاتا ہے۔ جناب مرزا صاحب بھی اس طریق استدلال کو اپنی تصانیف میں عموماً استعمال کرتے ہیں۔ جہاں کہیں قرآن شریف میں ذکر آتا ہے کہ ہم نے پہلے کسی آدمی کے لیے ہمیشگی نہیں کی۔کسی آدمی کو بغیر کھانے پینے کے لیے پیدا نہیں کیا۔تو مرزا صاحب فوراً حضرت مسیح کی موت کا ثبوت دینا شروع کر دیتے ہیں۔اس طریق کا استدلال کرنا پرانا معقولی اور اصولی طریقہ ہے۔کیا آپ کو یاد نہیں۔امرتسر کے مباحثہ عیسائیاں میں مرزا صاحب کے دلائل کی نوعیت کیا تھی۔یہی نہ کہ عام حالت حضرات انبیاء کی جو قرآن شریف میں بیان کی گئی ہے۔جس میں حضرت مسیح کا کوئی خاص ذکر نہیں بطور اصول موضوعہ لے کر جناب مسیح علیہ السلام کی الوہیت کو باطل کیا۔ بہر حال اسلامی لٹریچر سے واقف اور سننے والے ان الفاظ کے سنتے ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ایک مامور کے دل میں منجانب اللہ تحریک ہونا یا دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ کفر اور اسلام کے

متعلق فیصلہ متحدیانہ کا چیلنج دینا بغیر وحی خدا اور الہام کے نہیں ہوتا۔ یہی مضمون آیت کریمہ لو تقول علینا بعض الا قاویل کا ہے۔ یعنی آیات قرآنیہ کے علاوہ مرزا صاحب کا الہام بالفاظ قرآن بھی لکھوایا تھا کہ جناب موصوف کو کئی ایک مقامات پر الہام ہوا ہے

وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی

جس کا مطلب میں نے صاف لفظوں میں بتلایا تھا کہ جناب مرزا صاحب کی نسبت بقول ان کے خدا فرماتا ہے کہ مرزا صاحب بغیر وحی نہیں بولتے۔ اس آیت اور الہام کی تفسیر بتلانے میں میں نے دینی معاملہ کا لفظ بڑھایا تھا کیونکہ انبیاء علیھم السلام اور ماموران باری تعالیٰ کو اپنی ضروریات طبعیہ کے بولنے کے لیے وحی یا الہام کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دینی معاملے میں بغیر وحی کے نہیں بولتے۔ خصوصاً کسی ایسے معاملے کی نسبت جو اشد مخالف کے سامنے بطور فیصلہ ظاہر کیا جائے۔ مرزا صاحب مجھ کو اپنے مخالفوں میں سے بڑھا ہوا مخالف خیال کرتے تھے (تتمہ حقیقت الوحی ص ۳۰)۔ دوستو۔ خود ہی غور کرو۔ مثنٰی وفرادیٰ غور کرو۔ خلوت اور جلوت میں غور کرو ایک ایسے اشد مخالف کے مقابلہ میں ایک مامور خدا فیصلہ کی صورت شائع کرتا ہے اور اس کی بابت اقرار کرتا ہے کہ مشیت ایزدی سے یہ تحریک میرے دل میں پیدا ہوئی۔ اس کو آج منشی قاسم علی صاحب دنیا کے دیگر واقعات مثلاً زنا و چوری وغیرہ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ ہمارے ثانی پریسیڈنٹ خصوصاً اس خیال کو ملحوظ رکھیں۔ شروع میں آپ نے عجیب منطق سے کام لیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں ایسا ہونا چاہیے تھا کہ مرزا صاحب کو پروردگار حکم دیتا کہ ہمارے حضور درخواست پیش کرو۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی جتنی پیش گوئیاں موجود ہیں جن کو آپ بھی کفر واسلام کے مباحثہ میں پیش کیا کرتے ہیں۔ کیا کوئی حدیث ایسی دکھا سکتے ہیں کہ نبی ﷺ کو حکم ہوا ہو کہ تم میرے سامنے درخواست پیش کرو۔ درخواست کی ضرورت ہے تو آپ اٹھتے ہی اس آیت کی تفسیر کر دیجئے جس میں روم کے مغلوب ہونے اور مغلوب ہونے کے بعد غالب ہونے کی پیش گوئی مذکور ہے۔ کیا یہ پیش گوئی قرآنی فیصلہ نہ تھا۔ جناب پیغمبر ﷺ نے بدر کی لڑائی میں فرمایا تھا کہ ابوجہل یہاں گرے گا۔ فلاں وہاں گرے گا۔ کیا اس کے لیے کوئی

درخواست تھی؟ دوسرا یہ کہ بقول آپ کے ایسا ہوتا کہ اشتہار مورخہ ۱۵ اپریل میں (مرزا) قادیانی نے خدا کے حکم سے شائع کیا۔ خدا کا شکر ہے کہ صدارت کی کرسی پر تینوں صاحب ذی علم و صاحب فضل ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ علم بیان میں ایک مضمون مختلف عبارات اور مختلف اشاروں سے ادا کیا جاتا ہے۔ مضمون ادا کرنے والے کو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تم نے اس طریق سے کیوں ادا نہیں کیا۔ ایک مضمون مختلف الفاظ میں ادا ہو سکتا ہے۔ میرے پیش کردہ حوالوں کو غور سے ملاحظہ کر کے انصاف کریں کہ ان الفاظ سے منجانب اللہ ہونا پایا جاتا ہے یا نہیں

درخانہ اگر کس است ایک حرف بس است۔

فقط (ثناء اللہ بقلم خود)

میر قاسم علی کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔

عالی جناب پریذیڈنٹ صاحب و میر مجلسان و مولوی صاحب۔ آپ کا دعویٰ جو بحروف جلی ایک بورڈ کے اوپر لکھ کر سامنے لگا دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء والا اشتہار بحکم خداوندی مرزا صاحب نے دیا تھا۔ دوسرا دعویٰ خدا نے الہامی طور پر جواب دیا تھا کہ میں نے تمہاری یہ دعا قبول فرمالی۔ یہی دعویٰ آپ نے اپنے پرچہ میں پہلے ہی صفحہ پر تحریر فرمایا ہے۔ اس کے ثبوت میں آپ کی طرف سے جو علم بیان کے قاعدہ سے یا آپ کے کسی خاص قانون سے اس طریق سے ایسے خاص دعویٰ کا استدلال بھی ہو کر ثابت کیا جا سکتا ہے۔ اور عدالت اس قسم کے دلائل پر ہی غور کر کے آپ کے دعویٰ کو ثابت شدہ تسلیم کرنے کے بعد ۲۰ پونڈ یا ۳۰۰ روپیہ آپ کو دے سکتی ہے تو میرے خیال میں کسی قانون شہادت وغیرہ کی بھی گورنمنٹ کو ضرورت نہیں رہنی چاہیے۔ یہ ایک بدیہی بات آپ کے سامنے پیش کی گئی ہے کہ اشتہار ۱۵۔ اپریل والا ۱۷۔ اپریل کے الحکم اور ۱۸۔ اپریل کے بدر میں

شائع ہوا اور اس اشتہار کے نیچے دونوں اخباروں میں یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔ مرقومہ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء۔ اگر اس اشتہار کو ۱۵۔اپریل سے اول کا سمجھا جاتا تو ایک امر واقعہ کے مقابلہ میں اس کے سامنے کوئی قیاسی والہ دلائل نہیں پیش ہونے چاہئیں۔ اس اشتہار کی بحکم خداوندی دینے پر آپ نے ۲۵۔اپریل کے بدر کی ڈائری پیش فرما کر یہ ثابت کرنا چاہا کہ تحریر اشتہار سے تقریر ۲۵۔اپریل چونکہ بعد کی ہے اس لیے ثابت ہوا کہ اس تقریر کا تعلق اسی ۱۵۔اپریل والے اشتہار سے ہے۔ دوسری دلیل اس کے بحکم خداوندی ہونے کی آپ نے ۱۳۔جون کے اخبار بدر کے ایک فقرہ سے جس میں مشیت ایزدی سے اس دعا کا حضرت مرزا صاحب کے قلب میں آنا لکھا ہے۔ محض ایک لفظ مشیت پر آپ اس کو بحکم خداوندی فرماتے ہیں۔ حالانکہ لفظ مشیت آپ کے مسلمہ معنوں کے لحاظ سے جن کی تشریح آپ نے اپنی کتاب ترک اسلام میں بجواب دھرمپال یہ کی تھی کہ مشیت ایزدی کے لیے خدا کی رضامندی کا ہونا ضروری نہیں۔ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ خدا کے ارادہ اور مشیت سے ہو رہا ہے۔ زانی زنا کرتا ہے۔ چور چوری کرتا ہے تو وہ بھی خدا کی مشیت سے کرتا ہے۔ یہ آپ کی تشریح مشیت کے متعلق آپ کے مسلمات سے کی گئی ہے۔ جن کو آپ نے ہماری مسلمہ کہہ کر فرمایا کہ مرزا صاحب کے اشتہار اور الہام کو میں زنا اور چوری کے ساتھ مشابہت دیتا ہوں۔ حالانکہ یہ مرزا صاحب کے الہام وغیرہ کے متعلق نہیں بلکہ آپ نے جو مشیت کے لفظ سے اپنا یہ دعویٰ کہ اشتہار بحکم خداوندی تھا ثابت کرنا چاہا اس کے باطل کرنے کے لیے میں نے آپ کو توجہ دلائی کہ مشیت کے واسطے تو رضامندی الٰہی بھی ضروری نہیں چہ جائیکہ اسے حکم خداوندی کہا جائے۔ ڈائری کے متعلق آپ نے جو یہ اعتراض فرمایا ہے کہ وہ غیر مسلسل ہے آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ڈائری کسی پٹواری یا گرداور قانون گو یا نائب تحصیلدار بندوبست کی نہیں ہے کہ جس نے ٹریول (سفر) کر کے ٹریولنگ الاؤنس حاصل کرنا ہو۔ یہ ڈائری ایک ریفارمر کی ہے۔ یہ ڈائری ایک قوم کے پیشوا کی ہے جس کی قوم کو اس کی تقریروں اور تحریروں کا پہنچانا سب سے بڑا ضروری فرض ان آرگنوں کا ہے جو اس کے مشن والوں کی طرف سے شائع ہوئے ہیں۔ وہ لوگ مختلف ڈائریوں کو جس کو اس کے

مختلف مرید مختلف تاریخوں میں لکھتے تھے اور وہ جب کبھی اخبار والوں کو دیتے تھے تب ہی وہ اس کو شائع کر دیتے تھے۔ بس ان کا صرف یہ کام تھا کہ جس تاریخ کی کوئی ڈائری ہو کوئی تقریر ہو اس تاریخ کو اول میں لکھ دیں۔ یہ خاص اسی اخبار میں نہیں ہے بلکہ اگلے اور پچھلے پرچوں میں بھی اندراج ڈائری کا ایسا ہی سلسلہ رہا ہے۔ خود ۲۵۔ اپریل کے بدر میں صفحہ ۴ کے اوپر ایک ڈائری شروع ہوئی ہے جو ۲۱۔ اپریل کی ہے۔ اور پھر صفحہ ۷ پر ۱۵۔ اپریل کی ڈائری شروع ہوئی ہے تو آپ کے اس اعتراض کا کہ ۲۱ کے بعد ۱۵ آ سکتی ہے جواب دنیا ایک ایسے شخص کے لیے کہ جو اپنا دستور نہ صرف آپ کی وجہ سے بلکہ ہمیشہ سے ایسا ہی جانتا ہے ضروری نہیں۔ ۹ مئی کے بدر میں صفحہ ۴ پر بقیہ ڈائری ۲۵۔ اپریل کی شروع ہوئی ہے اور وہ ۱۱ اپریل کی ہے۔ مگر اسی کے صفحہ ۵ پر اپریل کے بعد ۲۰ مارچ کی ڈائری شروع ہوئی ہے تو کیا اپریل کے بعد مارچ آیا کرتا ہے۔ پس ڈائری کا غیر مسلسل ہونا آپ کے اثبات دعویٰ کے واسطے موجودہ دستور کے مطابق کوئی مفید نہیں ہو سکتا۔ پس اشتہار ۱۵ اپریل کو لکھا گیا۔ ۱۷، ۱۸ اپریل کو شائع ہوا اور ڈائری ۱۴۔ اپریل کی ہے جس کو اشتہار مذکور سے عقلاً قانوناً شرعاً کوئی تعلق نہیں۔ یہ ایک فیکٹ ہے۔ (آپ کا یہ کہنا کہ) مرزا صاحب کا دستور تھا کہ پہلے ہی لکھ لیتے تھے یا پتھروں پر کاٹ دیتے تھے وہ کچھ کرتے تھے موجودہ دعویٰ جس دستاویز کی بنا پر آپ ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ مشکوک یا جعلی نہیں ہے۔ الہام جو اس ڈائری میں درج ہے

اجیب دعوۃ الداع جس کی بنا پر آپ اس دعا اشتہار والی کو قبول شدہ یا وعدہ قبولیت قرار دیتے ہیں یہ الہام ۱۷ اپریل کے الحکم اور ۱۸ اپریل کے بدر کے صفحہ ۲ پر ۱۴ تاریخ کو ہو چکا ہوا لکھا گیا ہے پس ۱۴ تاریخ کو جب الہام کا ہونا بدر و الحکم میں شائع ہو چکا ہے اس کو ۱۵ تاریخ کے کاغذ کے متعلق قرار دینا کسی بھی جائز نہیں۔ جناب پریسیڈنٹ و مولوی صاحب۔ یہ اشتہار جو اس وقت متنازعہ ہے اس کی اصلیت کیا ہے۔ اس کی اصلیت خود اشتہار کے اندر لکھی ہوئی ہے اور وہ ان الفاظ میں ہے کہ یہ کسی وحی یا الہام کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے یہ ایک درخواست ہے۔ یہ ایک استغاثہ ہے ایک فریق کی طرف سے دوسرے فریق کے خلاف تمام

حاکموں کے حاکم کے حضور اور اس سے استدعا کی گئی ہے کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما۔ یہ کوئی فیصلہ قطعی نہیں ہے یہ کسی حکم الٰہی کے ماتحت نہیں یہ کسی الہام کی بنا پر نہیں بلکہ ایک شخص جو خود کو مظلوم سمجھتا ہے وہ عدالت میں داد خواہ ہوتا ہے۔ یہ امر کہ اشتہار مذکور الہامی نہیں آپ نے ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث میں خود بھی تسلیم کیا ہے کہ اس مضمون کو بطور الہام شائع نہیں کیا جو اسی اشتہار کے جواب میں ہے۔ پس اس اشتہار کی حیثیت ایک استغاثہ یا عرضی دعویٰ کی ہے اس اشتہار میں جو استدعا کی گئی ہے جس کو آپ نے صورت فیصلہ سے نامزد کیا ہے اس کے متعلق اور اس دعا کے متعلق ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث میں آپ نے یہ لکھا ہے کہ (اے مرزا) تمہاری یہ دعا کسی صورت فیصلہ کن نہیں ہو سکتی اور یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا ہے۔ یہ امور میں نے محض اس لیے لکھا ہے کہ آپ نے بار بار مرزا صاحب کی قبولیت دعا کے متعلق بڑا زور دیا ہے ورنہ نفس مقدمہ متنازعہ سے اس کو چنداں تعلق نہیں۔۔ مرزا صاحب نے جب کہ خود درخواست مذکور میں ہی لکھ دیا ہے کہ یہ الہام یا وحی جس کو آپ حکم یا وحی الٰہی سے منسوب فرماتے ہیں کسی بنا پر نہیں۔ ادھر ۲۵۔ اپریل والے اخبار کی ڈائری اشتہار سے ایک روز پہلے کی ہے ادھر خود ۱۶ اپریل ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث میں آپ نے بھی اس کو غیر الہامی مان لیا ہے پھر کیونکر یہ دعویٰ ثابت ہوتا ہے کہ اشتہار مذکور بحکم خداوندی تھا جس کو آپ الہام کے معنوں میں لیتے ہیں۔ جیسا کہ ۹ فروری ۱۹۱۲ء کے اخبار اہل حدیث میں صفحہ ۷ کالم ۳ پر آپ نے یہ لکھا ہے مرزا صاحب کو خدا نے الہام کیا کہ امت مرحومہ کو ایک واضح راستہ دکھاؤ۔ اس لیے مرزا صاحب نے بحکم خداوندی ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار دیا۔ پس الہام کی بنا پر نہ یہ اشتہار دیا گیا نہ کوئی الہام اس اشتہار والی دعا کی قبولیت کا پہلے یا پیچھے ہوا۔ آپ نے ایک بات یہ فرمائی ہے کہ ڈائری میں چونکہ کسی پہلی تحریر کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے تو مجھ سے آپ اس تحریر کا پتہ دریافت فرماتے ہیں کہ بجز اس اشتہار کے وہ کون سی تحریر ہے جس کے متعلق ۲۵ اپریل والی ڈائری میں یہ لکھا ہے کہ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہماری طرف سے نہیں بلکہ اس کی بنیاد خدا کی طرف سے رکھی گئی ہے۔ جناب مولوی صاحب

آپ خود اس تحریر کو لکھواتے ہیں اور پھر مجھ سے دریافت فرماتے ہیں۔ عالی جناب پریذیڈنٹ صاحبان۔ یہ ڈائری جیسا کہ دستاویزات سے ثابت شدہ ہے کہ ۱۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء وقت عصر کی ہے اور اس میں کسی تحریر کا ذکر ہے جو مولوی ثناءاللہ صاحب کے متعلق لکھی گئی ہو۔ اور یہ بھی ثابت شدہ ہے کہ اشتہار متنازعہ ۱۵۔ اپریل کو لکھا گیا اور ۱۸ اپریل ۱۹۰۷ء کو ڈاکخانہ میں ڈالا گیا ان اخبارات میں جو ۱۷ یا ۱۸ کو شائع ہوئے۔ یہ تو دستاویز کا ثبوت کا ہے۔ اس کے مقابلہ پر آپ کے محض قیاس کہ ایسا ہوا ہو گا یا یہ بات ہوگی آپ کے دعویٰ کو ثابت نہیں کرتے۔ ہاں میں آپ کو بتلا دوں کہ وہ تحریر جو ۱۴ اپریل والی ڈائری سے آپ کے متعلق پہلے شائع کی جا چکی ہے وہ وہی ہے جو آپ نے اہل حدیث مورخہ ۱۹۔ اپریل ۱۹۰۷ء میں نقل فرمائی ہے جو مرزا صاحب کی طرف سے ۱۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے بدر اخبار میں چھپ کر آپ کے پاس پہنچی تھی۔ یہ وہ تحریر ہے جو ۱۴۔ اپریل والی ڈائری سے پہلے شائع ہو چکی ہے۔ اور نیز حقیقت الوحی میں بھی آپ کے متعلق ۱۴ اپریل سے پہلے چند امور لکھے جا چکے ہیں۔ پس یہ ڈائری ان تحریروں سے تعلق رکھتی ہے نہ کہ اس تحریر سے کہ جو ڈائری کے بعد کی ہو۔ اور وہ ۱۵۔ اپریل والا اشتہار ہے۔ آپ نے ایک اور دلیل بھی اس اشتہار کی قبولیت کے متعلق پیش کی ہے جو ایک خاص مقدمہ کے بارے میں مرزا صاحب کو ہوا تھا اور وہ شحنہ حق صفحہ ۴۳ اور حقیقت الوحی صفحہ ۲۴۳ وغیرہ کتابوں میں موجود ہے جس میں لکھا ہے کہ ایک زمین دارہ کے مقدمہ میں جو شریکوں کے ساتھ تھا میں نے دعا کی کہ مجھے خدایا اس میں فتح دے تو خدا تعالیٰ نے جواب دیا اجیب کل دعائك الا فی شرکائك میں تیری ساری باتیں مانوں گا مگر شریکوں کے بارہ میں نہیں سنونگا۔ یہ الہام ایک خاص مقدمہ کے متعلق ہے اور مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت سے بہت سال پہلے کا ہے۔ اس میں شریکوں کے خلاف دعا قبول کرنے سے انکار کیا گیا ہے۔ اگر یہ الہام عام ہوتا تو چاہیے یہ تھا کہ شریکوں کے متعلق بھی آئندہ کبھی کوئی دعا قبول نہ کی جاتی جیسا کہ ایک دیوار کے مقدمہ میں جو شریکوں کے ساتھ تھا یہ دعا کی گئی کہ مجھے اس میں فتح ہو تو وہ دعا قبول ہوئی جس کے لیے بڑا لمبا الہام ہوا جو حقیقت الوحی کے صفحات ۲۶۶ اور ۲۶۷ پر درج ہے

اور مرزا صاحب اس میں کامیاب ہوئے۔ پس اگر وہ الہام جو شریکوں کے متعلق تھا عام ہوتا تو مرزا صاحب اس حکم الٰہی کے خلاف شریکوں کے مقدمہ میں ہی کیوں شریکوں کے خلاف دعا کرتے اور کیوں خدا تعالیٰ اس دعا کو قبول کرتا۔ پس نہ وہ الہام عام تھا نہ وہ آپ کے دعویٰ کے متعلق کہ ۱۵ اپریل والے اشتہار کی دعا قبول کی گئی اور نہ اس سے یہ دعویٰ ثابت کہ ۱۵ اپریل والا اشتہار بحکم خداوندی تھا اور اس دعا کی قبولیت کا الہامی وعدہ ہو چکا تھا۔ دعویٰ آپ کا اس دعا کے متعلق ہے جو ۱۵ اپریل والے اشتہار میں مرزا صاحب نے شائع کی ہے کہ وہ قبول ہوگئی اور اس کی قبولیت کا خدا نے الہام کیا۔ پس یہ دعویٰ اس الہام سے جو شرکاء کے متعلق ہے اور ایک خاص مقدمہ سے تعلق رکھتا ہے جس کے خلاف ایک دوسری نظیر شرکاء کے خلاف مقدمہ فیصل ہو کر صاف بتا چکے کہ وہ وعدہ نہ دائمی تھا نہ عام۔ ورنہ خدا دعا کیوں قبول کرتا اور پھر مرزا صاحب شرکاء کے خلاف دعا ہی کیوں کرتے۔ مرزا صاحب کا یہ مذہب نہیں ہے کہ میری تمام دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس کے لیے دیکھو حقیقت الوحی صفحات ۲۳۱ و ۱۹ و ۳۲۷ اور رسالہ آسمانی فیصلہ مطبوعہ بار سوم صفحہ ۱۹ اور تریاق القلوب صفحہ ۱۵۱ جن میں صاف لکھا ہے کہ میری اکثر دعائیں قبول ہوتی ہیں اور وہ دعائیں جن کو خدا اپنی مصلحت سے میرے حق میں مفید سمجھتا ہے قبول فرماتا ہے آخر میں جناب پریزیڈنٹ صاحب کی توجہ اس دعویٰ کی طرف (جس کے متعلق یہ مباحثہ ہے) دلا کر نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ آپ بمشورہ اپنے مشیران جو آپ کے امداد کے لیے آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں بخوبی غور فرمالیں کہ دونوں دعوے ۱۴ اپریل والی ڈائری اور ۱۳ اور ۱۴ اپریل والی درمیانی شب والے الہام اور مولوی صاحب کے ۲۶ اپریل والے اہل حدیث اور خود اس اشتہار کے اندرونی فقروں سے اور دیگر دستاویزات جن کا میں نے اپنے بیان میں حوالہ دیا ہے ان کو ملاحظہ فرما کر فیصلہ فرما سکتے ہیں کہ کیا یہ دعوے ثابت ہوگئے۔ اس کے بعد جو مولوی صاحب نے بیان فرمانا ہے وہ انہی کی تردید ہوگی کوئی نئی دلیل پیش کرنے کا ان کو حق نہیں ہوگا کیونکہ اب اس کے ڈیفنس کا مجھے کوئی موقع نہیں ملے گا۔ فقط

عاجز: قاسم علی بقلم خود ۱۷۔ اپریل ۱۹۱۲ء

ثنائی جواب الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی

جناب صدر انجمن صاحبان و برادران۔ دعویٰ یہ تھا کہ مرزا صاحب کا شتہار ۱۵۔ اپریل خدا کے حکم سے تھا۔ یہ بات یقینی ہے کہ میں مرزا صاحب کو مامور خدا نہیں سمجھتا پھر جو میں نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کا اشتہار خدا کی طرف سے تھا۔ اس کے کیا معنے؟ صاف ظاہر ہے کہ یہ دعویٰ ان کے مسلمات اور خیالات پر تھا پس اہل حدیث ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء کا حوالہ دے کر منشی قاسم علی صاحب کا یہ کہنا کہ میں نے خود اس اشتہار کی بابت لکھا کہ یہ الہام سے نہیں میرے دعویٰ کے کسی طرح مخالف نہیں۔ وہ لکھنا میرا اپنا مذہب ہے اور ثابت کرنا مرزا صاحب کے خیالات کا عکس ہے۔ علاوہ اس کے ۲۶ اپریل کی تحریر لکھنے تک جو میں نے یقیناً ۱۸۔ ۱۹۔ اپریل کو لکھی ہوگی۔ ۲۵ اپریل کا بدر میرے پاس نہیں پہنچا تھا۔ جس کی بنا پر میں نے آج دعویٰ کیا ہے۔ میرے دعویٰ کا ثبوت دو طرح پر تھا۔ ایک دلائل عامہ سے اور دوسرا دلائل خاص سے۔ دلائل عامہ میں سے میں نے حضرات انبیاء کا طریق اور خصوصاً مرزا صاحب کے عام دعاوی اور الہامات کو بیان کیا تھا۔ جس میں ایک آیت قرآن اور الہام (مرزا) وما ینطق عن الھوی بھی تھا۔ دوسرا اجیب کل دعائك۔ اس الہام کے جواب میں میرے دوست کو بہت الجھن ہوئی۔ جناب پریسیڈنٹ صاحب یہ الہام دو فقروں پر مشتمل ہے۔ ایک مستثنیٰ دوسرا مستثنیٰ منہ۔ مستثنیٰ کا حکم ہے کہ تیری دعا شریکوں کے بارے میں قبول نہیں ہوگی۔ مستثنیٰ منہ کا حکم ہے کہ تیری وہ تمام دعائیں جو شریکوں کے سوا اور لوگوں کے حق میں ہوں گی میں ضرور قبول کروں گا۔ اس لیے میں نے عرض کیا تھا کہ میں مرزا صاحب کا شریک نہیں ہوں۔ آپ نے بتلایا ہے کہ ۲۵۔ اپریل والے بدر میں جو ۱۴۔ اپریل کی ڈائری ہے اس میں جس

تحریر کا آپ کے متعلق ذکر ہے وہ حقیقۃ الوحی میں ۱۴۔اپریل سے پہلے لکھی جا چکی ہے۔اس کے متعلق میں ۴۔اپریل کا بدر پیش کرتا ہوں جس میں مرزا صاحب حقیقت الوحی کی بابت لکھتے ہیں کہ ہماری کتاب حقیقت الوحی ۲۰‘ ۲۵ روز تک شائع ہو جائے گی۔اب منصف صاحبان خود غور فرمائیں کہ جس کتاب کو ابھی شائع ہونے میں کئی روز باقی ہوں وہ ۱۴اپریل سے پہلے کیونکر شائع ہو چکی تھی۔حقیقت الوحی کے ٹائٹل کے صفحہ پر مطبوعہ تاریخ اشاعت ۳۰۔اپریل ۱۹۰۷ء مگر قلمی سرخی سے ۱۵۔مئی بنائی گئی ہے۔یہ تو آپ کے اس حصہ کا جواب ہے۔اس کے علاوہ آپ نے کوشش کی ہے کہ ۲۵۔اپریل کے بدر والی ڈائری میں جس تحریر کا ذکر ہے اس کا ثبوت دیں۔اس ثبوت کے لیے آپ نے ۴۔اپریل کے بدر کا نام لیا ہے جو میرے ہاتھ میں ہے اور منصف صاحبان مہربانی فرما کر اس کو ملاحظہ فرمائیں کہ (اس میں) کوئی ایسی تحریر ہے؟ جس کو میرے متعلق دعا کہہ سکیں جس کا جواب مرزا صاحب کو بصورت الہام یہ ملا تھا۔ اجیب دعوۃ الداع جو صاف ظاہر کرتا ہے کہ وہ تحریر میرے متعلق کوئی دعائیہ صورت میں ہے۔آپ نے شروع میں یہ بھی کہا ہے کہ اس قسم کے دلائل عامہ پر ہی غور کر کے عدالت فیصلہ نہیں کرتی۔جناب والا۔اس ’ہی‘ کے لفظ پر غور کیجیے۔میں نے ہی سے ہی کام نہیں لیا۔میں نے صرف دلائل عامہ بیان نہیں کیے بلکہ خاص اس امر کے متعلق بھی بیان کیے۔آپ جو اس اشتہار کو بمنزلہ ایک استغاثہ غیر مقبولہ قرار دیتے ہیں حقیقت میں یہ بات مرزا صاحب کے کل دعاوی پر پانی پھیرتی ہے۔میں نے ریویو مئی ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۱۹۲ سے حوالہ نقل کیا تھا کہ مرزا صاحب کا بڑا معجزہ قبولیت دعا ہی ہے۔اور یہ ایسا معجزہ ہے کہ وہ اس معجزہ کے مقابلہ کے لیے ہم مسلمانوں کے علاوہ تمام دنیا کے مخالفوں کو چیلنج دیتے ہیں۔میں نے ۱۳۔جون کے بدر سے یہ دلیل نقل کی تھی کہ مرزا صاحب کے دل میں خدا نے میرے متعلق دعا کرنے کی تحریک پیدا کی۔میرے مخاطب فرماتے ہیں کہ وہ بقول میرے مشیت کا مفعول جو دنیا کے ہر واقعہ سے تعلق رکھتی ہے۔مگر جناب پریسیڈنٹ صاحبان میں نے یہ بات بالتصریح بتلائی ہے کہ کوئی مامور خدا کسی ایسے فیصلے کے لیے جو اس کے مشن پر اثر ڈالتا ہو از خود اظہار نہیں کر سکتا۔’ترک اسلام‘ میں میں نے جو لکھا

ہے وہ یہ ہے کہ مشیت خدا کے قانون کا نام ہے جو مخلوق میں جاری ہے لیکن قانون مشیت جب مذہبی رنگ میں انبیاء کے قلوب طیبہ پر اثر کرتی ہے تو وہ مذہبی رنگ میں ایک دلیل کا حکم رکھتی ہے۔ مثال کے طور ہمارے خواب اور انبیاء کے خوابوں میں جو فرق ہے وہی فرق ان دو مشیتوں میں ہے جو عام حالت اور خاص قلوب انبیا سے تعلق رکھتی ہیں۔ باقی جو آپ نے ڈائری کی بے ترتیبی کی بابت لکھا ہے مجھے اس کے جواب کی ضرورت نہیں۔ ہمارے معزز ثالث صاحب قانون پیشہ ہیں۔ ان کے پاس اس قسم کے کئی مقدمات آئے ہوں گے جن میں ایسی بے ترتیب ڈائریاں پیش ہو کر فیل یا پاس ہوئی ہونگی۔ تریاق القلوب صفحہ ۱۵۱ کا بیان مرزا صاحب کی اپنی دعاؤں کی نسبت نہیں ہے۔ بھلا اگر ساری دعائیں مرزا صاحب کی قبول نہ ہوتیں تو معجزہ ہی کیا تھا۔ جبکہ حقیقت الوحی باب اول دوم سوم میں خود لکھتے ہیں کہ بعض خواب اور کشف بدکار یعنی رنڈیوں اور فاحشہ عورتوں کے بھی سچے ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ سچا وہی ہے جس کے کل سچے ہوں۔ ہمارے معزز ثالث صاحب قانونی طور پر جانتے ہیں کہ کسی دستاویز کا سچا ہونا اس پر موقوف ہے کہ اس میں کوئی لفظ مشکوک نہ ہو۔ میں نے جہاں تک سوچا ہے آپ نے میرے دلائل کا جواب نہیں دیا۔ میری دلیل مختصر لفظوں میں یہ ہے کہ انبیا و مامور خدا کوئی ایسا فیصلہ جو مخالفوں پر حجت کا اثر رکھتا ہو اور اس کے خلاف ہونے سے ان کے دین اور مشن پر خلاف اثر پہنچتا ہو بلا اذن خدا شائع نہیں کر سکتے۔ مرزا صاحب نے جو اس اشتہار میں الہام یا وحی کی نفی کی ہے اس کی ایک وجہ تو پہلے پرچہ میں عرض کر چکا ہوں۔ دوسری وجہ یہ ہے جو صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور کے ساتھ ان کا معاہدہ ہوا تھا کہ میں الہام جتا کر کسی کی موت کی پیش گوئی نہ کروں گا۔ اس لیے انہوں نے اس اشتہار میں الہام کا نام نہیں لیا بلکہ نفی کر دی۔ ۲۵ تاریخ کے بدر میں الہام کے ساتھ اس کی تعبیر کر دی تا کہ وہ اس قاعدہ سے جو انبیاء کا میں نے بتلایا ہے حجت ہو سکے۔ بس اب میں ختم کر کے نتیجہ معزز ثالثوں کے سپرد کرتا ہوں۔ ثناء اللہ بقلم خود

منصف فریق محمدی کا حلفیہ فیصلہ

جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی منصف فریق محمدی کا حلفیہ فیصلہ حسب ذیل ہے

باسمہ: فیصلہ حلفی خاکسار (ابراہیم سیالکوٹی) منصف مقرر کردہ از جناب مولوی ثناءاللہ صاحب (مولوی فاضل) امرتسری مدعی

دعوی نمبر۱۔اشتہار ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء مرزا قادیانی نے بحکم خدا لکھا

دعوی نمبر۲: خدا نے دعا مندرجہ اشتہار کی قبولیت کا الہام کر دیا تھا۔

اثبات دعوی: بذمہ مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری۔مدعی

ڈیفنس: بذمہ منشی قاسم علی صاحب دہلوی ایڈیٹر الحق دہلی۔مدعا علیہ

مولوی صاحب مدعی نے اثبات دعوی میں دو قسم کے دلائل پیش کئے ہیں: عام اور خاص۔

عام یہ کہ کوئی رسول برحق بغیر اجازت الٰہی کوئی ایسا امر اپنے مخالفین کے سامنے بطور تحدی پیش نہیں کر سکتا جو جس کے مخالفین میں صدق اور کذب کے متعلق امتیازی نشان رکھتا ہو۔اس پر مولوی صاحب موصوف نے چند آیات قرآنی پیش کیں جن میں سے ایک ایسی آیت بھی ہے جس کی نسبت مرزا قادیانی کا بھی دعوی ہے کہ وہ مجھے بھی الہام ہوئی ہے اور اس کا مضمون یہ ہے کہ یہ پیغمبر اپنی خواہش سے نہیں بولتا جو کچھ بولتا ہے وہ وحی خدا ہے۔چونکہ مرزا قادیانی کا دعوی ہے کہ وہ رسول برحق ہے اور اس اشتہار ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء میں طریقہ فیصلہ ایسا مذکور ہے جو متحدیانہ ہے اور حق اور باطل میں امتیاز کرنے والا ہے اس لئے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ مرزا قادیانی کی یہ دعا خداوند تعالی کی تحریک اور محض اشارہ سے تھی۔

دیگر دلیل عام یہ بیان کی ہے کہ مرزا قادیانی نے بالخصوص اپنی دعاؤں کی قبولیت کے متعلق نہایت

زور سے متحدیانہ دعوی کیا ہے (ملاحظہ ہوریویو آف ریلی جنز بابت مئی ۱۹۰۷ء وغیرہ کتب جن کا مولوی ثناء اللہ صاحب نے پتہ دیا) لہذا یہ دعا ان دعووں کے سلسلہ میں جوضرور ضرور مقبول ہوں، سب سے پہلے درجے پر ہونی چاہیے کیونکہ اس کا اثر اس مشن پر پڑتا ہے جس کیلئے مرزا قادیانی مامور کیئے گئے۔

دلیل خاص، جو مولوی (ثناء اللہ) صاحب نے بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ خاص اسی دعا کی قبولیت کا الہام مرزا قادیانی کی طرف سے اخبار بدر قادیان مورخہ ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء میں طبع ہو چکا ہے جس میں یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ درحقیقت اس کی بنیاد خدا کی طرف سے رکھی گئی ہے نیز اس اخبار مورخہ ۱۳ جون ۱۹۰۷ء میں جو خط مولوی ثناء اللہ صاحب مدعی کے نام طبع ہوا ہے اس میں تشریح کی گئی ہے کہ اس طریق فیصلہ (۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء) کے اشتہار کی دعا کی تحریک مشیت ایزدی سے ہوئی ہے۔

پس میرا یہ دعوی بھی ثابت ہے کہ مرزا قادیانی نے یہ دعا خدا کی تحریک سے کی اور یہ بھی کہ اس کی قبولیت کا الہام آپ کو ہو گیا تھا۔ مولوی صاحب مدعی نے اپنے اثبات دعوی کے ضمن میں بطور دفع دخل یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ بے شک اس اشتہار میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ یہ پیش گوئی کسی الہام سے نہیں کی گئی لیکن یہ یہ فریق ثانی کو مفید نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ اس کلمہ میں اور ۲۵۔ اپریل کی ڈائری میں تعارض ہے اور تطبیق دونوں میں اس طرح ہو سکتی ہے کہ اشتہار لکھتے وقت خدا تعالی نے ان پر یہ ظاہر نہیں کیا تھا لیکن بعد میں الہام کر دیا۔ چونکہ عدم علم سے عدم شیئے لازم نہیں آتا۔ دیگر یہ کہ چونکہ مرزا قادیانی، ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی عدالت میں ایک خاص مقدمہ میں باضابطہ اقرار داخل کر چکے تھے کہ کسی شخص کے حق میں درو الا الہام ظاہر نہیں کرونگا، اس لئے بھی مرزا قادیانی نے نفی الہام کی مصلحت سمجھی کیونکہ وہ میری موت کے متعلق تھی۔

یہ ہے خلاصہ ان کے اثبات دلائل کا۔ اب اس ڈیفنس کا خلاصہ بیان کرتے ہیں جو فریق ثانی نے پیش کیا۔

فریق ثانی یعنی منشی قاسم علی صاحب نے مولوی ثناء اللہ صاحب کی پہلی دلیل کا کوئی جواب نہیں دیا اور تردید نہیں کی۔ جس سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ رسول برحق کبھی خدا کی اجازت کے بغیر بھی اپنے

مخالفین کے ساتھ طریق فیصلہ کر سکتا ہے۔

دوسری دلیل عام کا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ مرزا قادیانی کا دعوی ہر دعا کی قبولیت کا نہیں بلکہ اکثر دعاؤں کا ہے اور الہام اجیب کل دعائك الا فی شر کائك کا یہ جواب دیا کہ یہ خاص واقعہ کے متعلق ہے جس کے جواب میں مولوی صاحب مدعی نے کہا کہ اس کلام کے دو جز ہیں ایک مستثنی منہ، دوسرا مستثنی ۔ مستثنی منہ کلیہ ہے جس میں سے صرف اس دعا کو مستثنی کیا گیا ہے جو مرزا قادیانی کے کنبہ کے متعلق ہو اور چونکہ میں (مولوی صاحب مدعی) مرزا قادیانی کے کنبہ میں سے نہیں اس لئے میرے حق میں استثنائی صورت نہیں ہوگی ۔ بلکہ وہی مستثنی منہ کی کلیت میرے حق والی دعا پر صادر آئے گی ۔ منشی قاسم علی صاحب کے اس عذر سے ہماری تسلی نہیں ہوسکتی کیونکہ جب مرزا قادیانی کا دعوی ہے کہ میرا سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ میری دعائیں قبول ہوتی ہیں تو یہ معجزہ ایسی دعا کی قبولیت کے لئے ضرور ہونا چاہیے، جو مرزا قادیانی کی صداقت کا نشان ہے ۔ یہ امر کوئی معمولی نہیں جس کی طرف سے بے پروائی کو دخل دے سکیں اور بے شک الہام

اجیب کل دعائك الا فی شر کائك

سوائے استثنائی صورت کے اپنے عموم پر ہی قائم ہے اور مولوی صاحب والی دعا اس عموم میں داخل ہے۔

منشی قاسم علی صاحب نے مولوی صاحب مدعی کی پہلی دلیل کا جواب یہ دیا ہے کہ ۲۵۔ اپریل کی بدر والی ڈائری ۱۴۔ اپریل کی ہے اور اشتہار زیر بحث ۱۵۔ اپریل کو لکھا گیا۔ اس لئے وہ ڈائری اس اشتہار کے متعلق نہیں ہوسکتی بلکہ وہ ان تحریرات کے متعلق ہے جو اخبار بدر مجریہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء اور تتمہ کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۰، ۳۱، ۳۲ پر مولوی ثناء اللہ صاحب مدعی کے حق میں درج ہیں ۔ مولوی صاحب مدعی نے اس کے جواب میں کہا کہ اشتہار ۱۵۔ اپریل کی تسوید ۱۵۔ اپریل کو نہیں ہوئی بلکہ یہ تو کاپی لکھنے کی تاریخ ہے ۔ دوم یہ کہ ڈائری مندرجہ بدر ۲۵۔ اپریل میں ۱۴۔ اپریل کی ڈائری کے بعد ۱۱۔ اپریل کی ڈائری مندرج ہے ۔ پس ہم کس طرح سمجھ سکیں کہ یہ تاریخیں

ترتیب وار ہیں۔لہذا یہ عذر درست نہیں۔سوم یہ کہ اخبار بدر مجریہ ۴۔اپریل ۱۹۰۷ءاور حقیقت الوحی میں جو کچھ میرے متعلق لکھا ہے ان تحریروں میں کسی دعا کا ذکر نہیں اور نہ ان کا مضمون اس اشتہار کے مضمون سے ملتا ہے حالانکہ ۲۵۔اپریل کے بدر کی ڈائری میں دعا کا بالتصریح ذکر ہے اور اشتہار میں بھی مضمون دعا ہی کا ہے۔

چہارم یہ کہ کتاب حقیقت الوحی کی اشاعت ۱۴۔اپریل (۱۹۰۷ء) تک نہیں ہوئی تھی بلکہ وہ اس کے بعد ہوئی جیسا کہ اسکے ٹائٹل پیج سے ظاہر ہے کہ اس کی تاریخ اشاعت مطبوعہ الفاظ میں ۲۰۔اپریل ۱۹۰۷ء لکھی ہے اور پھر اسے سرخی سے کاٹ کر ۱۵مئی ۱۹۰۷ء بنایا ہے۔پس ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ حقیقت الوحی اور بدر محولہ منشی قاسم علی صاحب میں اشتہار ۱۵۔اپریل کا مطلقاً ذکر نہیں۔مولوی صاحب نے منشی قاسم علی صاحب کے عذر کے متعلق جو کچھ کہا ہے وہ بالکل درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ اخبار مذکورہ ۴۔اپریل اور حقیقت الوحی میں کسی ایسی دعا کا ذکر نہیں جو مولوی صاحب کے حق میں ہوا سے اخبار بدر ۲۵،اپریل والے الہام کا حوالہ اور مصدق کہہ سکیں اور کتاب حقیقۃ الوحی تو اس وقت تک شائع نہیں ہوئی تھی کہ مرزا قادیانی اس کا حوالہ دے سکیں۔اس امر کی تائید ہم اس سے بھی پاتے ہیں کہ خاتمہ بحث پر جناب سردار سنگھ صاحب بی اے پلیڈر گورنمنٹ ایڈوکیٹ لدھیانہ جو بتراضی فریقین ثالث مقرر کئے گئے تھے منشی قاسم علی صاحب سے سوال کیا کہ آیا آپ سوائے بدر ۴۔اپریل اور حقیقت الوحی کے حضرت مرزا قادیانی کی کوئی اور تحریر بھی بتلا سکتے ہیں،تو انہوں نے جواب نفی میں دیا۔مولوی صاحب نے جو یہ بیان کیا کہ ۱۵۔اپریل کے اشتہار کا مسودہ ۱۴۔اپریل سے پیشتر لکھا گیا تھا یہ بھی قرین قیاس معلوم ہوتا ہے چونکہ مرزا قادیانی کے الفاظ جو ۲۵۔اپریل سے پیشتر لکھا جا چکا تھا اور وہ مریدوں میں مشہور تھا۔اس لئے مرزا قادیانی نے صرف اسی اشارہ پر اکتفا کی کہ جو کچھ لکھا گیا،اور ہم عام عادت بھی یہ پاتے ہیں کہ مضامین کاتب کے کاپی لکھنے سے پیشتر عمل کر کے کاتب کو دیئے جاتے ہیں اور وہ اخص دوستوں میں طبع سے پیشتر ہی مشہور ہو جاتے ہیں ۔مولوی صاحب نے یہ بیان کیا کہ ڈائری کی تاریخیں غیر مرتب ہیں۔اس کے جواب میں منشی قاسم

علی صاحب نے کہا کہ تاریخیں صرف اسی پرچہ میں غیر مرتب نہیں ہیں بلکہ دیگر پرچوں میں بھی یہ بے ترتیبی پائی جاتی ہے۔ ہماری رائے میں یہ عذر مولوی صاحب کی جرح کی تردید نہیں کرتا بلکہ اس کو تقویت دیتا ہے کیونکہ ایک قصور دوسرے قصور کی تائید کرتا ہے نہ کہ تردید۔ نیز یہ کہ ۱۴۔اپریل اور ۱۱۔اپریل کی غیر مرتب ڈائری ایک ہی پرچہ میں ہے، مختلف پرچوں میں نہیں کہ منشی قاسم علی صاحب کی بیان کردہ وجہ کی گنجائش ہو۔ بہرحال اس سوال کے جواب کے سلسلہ میں بھی ہم مولوی صاحب مدعی کی جانب راجح پاتے ہیں۔

منشی قاسم صاحب نے ڈیفنس میں مولوی ثناء اللہ صاحب مدعی کی دوسری خاص دلیل کا جواب یہ دیا کہ انہوں نے اپنے رسالہ ترک اسلام میں لکھا ہے کہ سب کام نیک و بد خدا کی مشیت سے ہوتے ہیں۔ پس ان کے ساتھ رضا الٰہی ضروری نہیں لہذا اگرچہ اخبار بدر میں یہ لکھا ہے کہ اس طریق فیصلہ کی تحریک خدا کی مشیت سے ہوئی لیکن ضروری نہیں کہ خدا اس پر راضی بھی تھا۔ مولوی صاحب نے اس کے جواب میں کہا کہ وہ مشیت عام ہے اور ہر نیک و بد کے متعلق ہو سکتی ہے لیکن حضرات انبیاء علیہم السلام کے دلوں پر جب مشیت الٰہی بصورت فیصلہ اور بالخصوص ایسے امر میں نبی برحق کے مشن کے متعلق، کوئی تحریک پیدا کرتی ہے تو وہ برنگ حکم وحی خفی ہوتی ہے کیونکہ اس میں نبی کے مشن کی تائید ہوتی ہے اور اس کے مخالفین کا ابطال۔ اس کے متعلق مولوی صاحب نے علاوہ سابقہ حوالہ جات کے مرزا قادیانی کی کتاب حقیقت الوحی کا حوالہ صفحہ ۵ تا اخیر باب سوم دیا، اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے جس پر راضی ہوں خدا اس پر راضی ہوتا ہے اور جس پر خفا ہوں اس پر خفا ہوتا ہے۔ جب وہ شدت وقت میں دعا کرتے ہیں تو خدا ان کی ضرور سنتا ہے اس وقت ان کا ہاتھ گویا خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اس کے آگے مرزا قادیانی نے ایک آیت لکھی ہے جو قبولیت دعا کے متعلق ہے۔ ان دلائل کا جواب فریق ثانی نے کافی نہیں دیا لہذا ہم اس میں بھی مولوی صاحب سے موافقت کرتے ہیں اور علاوہ بریں یہ مستزاد کرتے ہیں کہ جب مولوی صاحب نے اخبار بدر ۱۳۔ جون ۱۹۰۷ء کے خط میں یہ حوالہ تحریک الٰہی والا پیش کیا تو منشی صاحب نے اپنے جواب میں اس

حوالہ کے اشتہار مذکور زیر بحث کی نسبت ہونے سے انکار نہیں کیا۔ جس سے مولوی صاحب کے دعوی کو نہایت زبردست تقویت پہنچتی ہے کہ یہ اشتہار خدا کے خفیہ حکم سے لکھا گیا۔ منشی صاحب لفظ مشیت کے مطابق ہی بحث کرتے رہے جو ان کو ہرگز مفید نہیں کیونکہ یہ دعا مشیت کے تحت داخل ہو کر بھی رضا الٰہی کو شامل ہو سکتی ہے کیونکہ اس دعا کا نتیجہ مرزا قادیانی کے خیال میں جو بوقت دعا تھا مرزا قادیانی کے مشن کے لئے مفید تھا اور مولوی صاحب کے خلاف۔

لہذا ہم حلفیہ بیان سے خداداد علم کو کام میں لا کر اور اپنے ایمان و دین کی محکمی سے رائے دیتے ہیں کہ مولوی صاحب مدعی اپنے دعوی میں کامیاب ہیں اور فریق ثانی نے کوئی ایسا ڈیفنس پیش نہیں کیا جو ان کے دلائل توڑ سکے۔ و اللہ علی ما نقول شہید۔

دستخط مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی۔ منصف بحروف انگریزی

منصف احمدی فریق کا بلا حلف فیصلہ

منشی فرزند علی منصف فریق احمدی نے بلا حلف یوں فیصلہ لکھا:

میں نے اس مباحثہ کو جو مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور میر قاسم علی صاحب دہلوی کے مابین ۱۷۔ اپریل ۱۹۱۲ء کو لدھیانہ میں ہوا خوب غور سے سنا۔ جو رائے میں نے اس مباحثہ کے متعلق قائم کی ہے اس کو ذیل میں بیان کرتا ہوں۔ اس مباحثہ میں دعوی من جانب ثناء اللہ صاحب یہ تھا کہ

الف: جو اشتہار ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو جناب مرزا قادیانی نے بعنوان: مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ دیا، خدا تعالی کے حکم سے تھا۔

ب۔ اس اشتہار میں جو دعا فیصلہ کے متعلق تھی اس کا جواب خدا تعالی نے الہامی طور پر یہ دیا کہ ہم نے اس دعا کو منظور فرمالیا۔

شق ا۔ کے ثبوت میں جو موٹے موٹے دلائل مولوی ثناء اللہ صاحب نے دیئے وہ یہ تھے:

ا۔حضرات انبیاء علیہم السلام کا یہ طریق نہیں تھا کہ اپنے مشن کے متعلق کوئی متحدیانہ فیصلہ کن تجویزیں محض اپنے ارادے اور مرضی سے کریں۔

۲۔۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کے اشتہار کے بعد ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کے بدر میں مرزا قادیانی کی طرف سے ایک تقریر اس مضمون کی شائع ہوئی کہ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے اور رات کو جب مرزا صاحب کی توجہ اس طرف تھی تو الہام ہوا: اجیب دعوۃ الداع (میں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں)

۳۔۱۳ جون ۱۹۰۷ء میں ایک خط بنام مولوی ثناء اللہ صاحب درج ہے اس میں لکھا تھا کہ مشیت ایزدی نے مرزا صاحب کے قلب میں تحریک کر کے فیصلہ کی ایک اور راہ نکال دی۔

فقرہ (ا)۔نہ تو اس دعوی کی تائید اور وضاحت میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے کوئی مثالیں بیان کیں اور نہ میر قاسم علی صاحب کی طرف سے اس کا جواب دیا گیا۔

فقرہ (۲) کے بیان کردہ واقعات کو اگر ہو بہو مان بھی لیا جائے تو تب بھی صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت مرزا صاحب کے اشتہار دینے پر بعد میں اظہار پسندیدگی فرمایا، نہ یہ کہ اشتہار مذکور کا لکھا جانا اور شائع کیا جانا حکم خداوندی کی وجہ سے ہوا۔ جب مولوی صاحب نے خود اپنے پرچہ اول میں تسلیم کیا کہ اشتہار مورخہ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کے لکھتے وقت مرزا قادیانی کو خود خدا کے حکم کا علم نہ تھا، تو پھر میں نہیں سمجھتا کہ یہ کس طرح کہا جاتا ہے کہ اشتہار مذکور حکم الہی سے دیا گیا تھا (حکم خدا کا مطلب خود مرزا قادیانی نے بتلایا ہے کہ خدا کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی جا چکی ہے۔یہی مولوی صاحب کی مراد ہے۔منیجر اخبار اہل حدیث امرتسر)

فقرہ (۳) کی دلیل پر مولوی صاحب کی طرف سے بہت زور تھا۔مگر جب میر قاسم علی صاحب نے دکھایا کہ جس ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو یعنی تاریخ اشتہار سے ایک روز پیشتر فرمائیں تھی تو اس سے مولوی صاحب کی دلیل کا سارا زور ٹوٹ گیا۔میر قاسم علی صاحب کے اس بیان پر مولوی صاحب کی

طرف سے دوعذر اٹھائے گئے۔اول یہ کہ جناب مرزا صاحب کی ڈائری یعنی روزمرہ کی تقریریں اخبار میں مسلسل بہ ترتیب تواریخ درج نہیں، اس لئے قابل اعتبار نہیں۔ دوم یہ کہ ۱۴۔اپریل ۱۹۰۷ء والی تقریر ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء والے اشتہار کے متعلق نہیں تو مرزا قادیانی کی کون سی سابقہ تحریر یہ میرے متعلق تھی جس کی طرف اس تقریر میں اشارہ ہے۔

ڈائری کے متعلق جیسا کہ میر قاسم صاحب نے بیان کیا یہ امر واقعہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی ڈائری نویسی کے لئے کوئی باقاعدہ تنخواہ دار سٹاف نہ تھا مرید لوگ اپنے شوق اور محبت سے ڈائری لکھتے تھے اور پھر جس کسی سے اور جس قدر جلد ہو سکے نقل اخبار والوں کو دے دیتے تھے۔ڈائری کے متعلق یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس میں اکثر حصہ حضرت مرزا قادیانی کی ان تقریروں کا ہوتا تھا جو آپ روزمرہ کے سیر میں فرماتے تھے۔جب کہ آپ کے ساتھ ایک ہجوم مریدوں کا ہوتا تھا۔جس انبوہ میں رپورٹروں کے لئے کوئی خاص جگہ مختص نہ ہوتی تھی جس کسی کے سننے میں جو کچھ آجاتا اسے قلم بند کر لیتا۔میں غور کرنے سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہر ایک تاریخ کی ڈائری کو اپنی ذات میں مستقل سمجھ کر بلا لحاظ ترتیب تاریخ کے اخبار میں لکھ دیا جاتا تھا۔ڈائری کے چھاپنے کی غرض ناظرین کو یہ دکھانا ہوتا تھا کہ حضرت مرزا صاحب نے کیا کچھ فرمایا۔بعض مضامین کو اپنی اہمیت اور ضرورت کے لحاظ سے اور بعض کو گنجائش اخبار کے لحاظ سے بہ نسبت دوسری تاریخوں کی ڈائری کے اخبار کے کالموں میں جلد تر جگہ مہیا کر دی جاتی تھی۔ بہر حال سلسلہ یہ تھا کہ ڈائری بلا ترتیب تاریخ شائع کر دی جاتی تھی۔ایک دن کی ڈائری کو دوسری سے علیحدہ کرنے کے لئے ہر ایک روز کی ڈائری کے سر پر اس کی تاریخ لکھ دی جاتی تھی۔اگر تواریخ کی بے ترتیبی صرف اسی ایک پرچہ بدر میں ہوتی جس میں ۱۴۔اپریل ۱۹۰۷ء کی ڈائری درج تھی تو البتہ اعتراض قابل غور ہوتا مگر جب کہ ہمیشہ ڈائریاں اسی بے ترتیبی کے ساتھ چھپتی تھیں تو محض اس عدم ترتیب کی بنا پر ڈائری کے اندراج ہرگز ناقابل اعتبار نہیں ٹھہرتے۔

مولوی (ثناءاللہ) صاحب کے دوسرے سوال کا جواب یعنی ۱۴۔اپریل ۱۹۰۷ء کی ڈائری کی سابقہ

تحریر حضرت مرزا صاحب سے متعلق تھی میری رائے میں فریق ثانی کے ذمہ اس کا جواب دینا واجب نہ تھا مگر جب دیا گیا تو اس پر غور کرنا ضروری ہے۔ پس جو جواب اس سوال کا میر قاسم علی صاحب نے دیا اس کی صحت پر مجھے اطمینان نہیں ہوا۔ ہاں امکان تو ضرور ہے کہ جناب مرزا قادیانی کا اشارہ اس ۱۴۔اپریل کی ڈائری میں انہی مضامین کی طرف ہو جن کا حوالہ میر قاسم علی صاحب نے دیا ہے مگر اس کا کوئی ثبوت نہیں بہم پہنچایا گیا اور میر صاحب کا بیان صرف قیاس پر مبنی تھا جو حجت نہیں ہوسکتا۔ بہر حال میری رائے میں یہ امر ظاہر ہے کہ ۱۴۔اپریل ۱۹۰۷ء کی ڈائری کا اشارہ خواہ کسی سابق تحریر کی طرف ہو، ۱۵۔اپریل کے اشتہار کی طرف ہرگز نہیں (کیا ہی انصاف ہے مجیب کے جواب سے منصف صاحب کی تسلی نہیں ہوئی تو خود جواب دینے کو مستعد ہوئے۔ یہ نہیں سمجھتے کہ میرا منصب جواب دینا نہیں بلکہ جواب کی جانچ کرنا ہے۔ مینیجر اخبار اہل حدیث امرتسر) اور جب خود حضرت مرزا قادیانی اسی ۱۵۔اپریل کے اشتہار میں فرماتے ہیں کہ:

یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے۔

تو اس صریح بیان کے خلاف کوئی دعوی کس طرح قائم اور ثابت ہوسکتا ہے (از خود نہیں رہ سکتا مگر مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ جلد ۴ کے صفحہ ۴۹۹ میں صاف لکھا تھا کہ مسیح زندہ ہیں مگر بعد میں بقول خود خدائی الہام سے بتلایا کہ حضرت مسیح فوت شدہ ہیں جس کو آپ لوگوں نے تسلیم کیا اسی طرح پہلے اشتہار میں گو مرزا قادیانی نے انکار کیا مگر دوسری تحریروں میں صاف کہا کہ خدائی منشاء اور تحریک سے ہم نے یہ کیا ہے اور خدا کی طرف سے اس کی بنیاد ہے تو پھر کیونکر یہ صاف اور صریح نہ ہوا کہ پہلی تحریر عدم علم پر تھی اور دوسری علم پر ہے جو معتبر ہے۔ مینیجر اخبار اہل حدیث امرتسر)

نیز یہی اعلان کہ اس اشتہار کی بنا پر کسی وحی یا الہام پر نہیں اس وہم کا بھی ازالہ کرتا ہے کہ شاید یہ اشتہار مجریہ ۱۵۔اپریل لکھا اس تاریخ سے چند روز ماقبل گیا ہو کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو بعد میں اس کی تصدیق میں الہام ربانی نازل ہو جاتا تو مرزا قادیانی کی اصلاح پتھر تک بھی کر دیتے جیسا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے خود اپنی تقریر (۲) میں بیان کیا ہے کہ مرزا قادیانی اپنی تصانیف میں ان کے

چھپتے وقت تک ضروری تصحیح کرتے رہتے تھے۔ یا اگر بعد چھپ جانے کے بھی اشتہار کی تصحیح کی ضرورت ہوتی تو یہ درستی ہاتھ سے کردی جاتی۔ جیسا کہ حقیقت الوحی کی تاریخ اشاعت کے مطابق کیا گیا تھا۔ دیکھو اس کتاب میں سرورق جس کے نیچے تاریخ اشاعت ۲۰۔اپریل ۱۹۰۷ء سے بدل کر ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء ہاتھ سے تمام کاپیوں میں لکھی گئی۔

اپنے آخری پرچہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے بیان کیا کہ دراصل تو اشتہار مذکور لکھا حکم الٰہی سے ہی کیا گیا تھا مگر چونکہ مرزا قادیانی نے عدالت صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور میں ایک دفعہ عہد کیا تھا کہ میں کسی کی موت وغیرہ کے متعلق آئندہ الہامی پیشین گوئی شائع نہ کیا کرونگا اس لئے قانون کی زد سے بچنے کی غرض سے اشتہار میں یہ لکھ دیا کہ میں الہام یا وحی کینا پر یہ پیش گوئی نہیں کرتا۔اس دلیل کا غلط ہونا بدیہی طور پر ظاہر ہے کیونکہ اگر مرزا قادیانی کے لئے کسی شخص کی موت کی پیش گوئی کو الہام کی بنا پر شائع کرنا ممنوع تھا تو بغیر الہام کے محض اپنی مرضی سے اس قسم کی پیش گوئی کا شائع کرنا زیادہ قابل مواخذہ ہونا چاہیے۔

رہا فقرہ نمبر ۳ جس میں مشیت ایزدی کی تحریک کو حکم خداوندی کے ہم پلہ بیان کیا گیا۔اس کی تردید میر قاسم علی صاحب نے خاطر خواہ طور پر کردی اس لئے اس امر کی نسبت بحث کرنے کی ضرورت نظر نہیں آتی۔ پس میری رائے میں مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے دعوی کی شق (ا) کا کوئی ثبوت بہم نہیں پہنچا سکے۔

اب میں شق (ب) کو لیتا ہوں کہ آیا حضرت مرزا صاحب کو اشتہار مورخہ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کی دعا کی قبولیت کا الہام بارگاہ الٰہی سے ہوا۔اس کا ثبوت مولوی ثناء اللہ صاحب کے ہاتھ میں ایک تو وہ الہام تھا جو ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کے بدر میں شائع ہوا۔اور جو شق (ا) کے ثبوتی فقرہ (۲) میں درج ہے اعنی: اجیب دعوۃ الداع (ترجمہ) میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔ یہ تو وہی ۱۴۔ اپریل کی ڈائری ہے جس کا ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کے اشتہار سے غیر متعلق ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ دوسرا ثبوت یہ تھا کہ ایک پرانا الہام مرزا صاحب کو یہ ہو چکا

اجیب کل دعائك الّا فی شرکائك (ترجمہ: میں تیری سب دعائیں قبول کرونگا، سوائے ان کے جو تیرے شریکوں کے متعلق ہوں)۔

اگر فریق ثانی اس الہام کی عمومیت کو تسلیم بھی کر لیتا تو اس سے صرف یہی ثابت ہوتا کہ مرزا صاحب کی یہ دعا منظور ہونی چاہیے تھی، نہ یہ کہ فی الواقعہ منظور ہوئی بھی۔ان دونوں دعووں میں بڑا بھاری فرق ہے مگر میر قاسم علی صاحب نے دکھایا کہ الہام مندرجہ بالا ایک خاص مقدمہ سے متعلق تھا کیونکہ اس الہام کے بعد ایک اور مقدمے میں مرزا صاحب نے اپنے شرکاء کے خلاف دعا کی اور اس دعا کو خدا تعالی نے منظور فرمایا (میرے پاس اس کے متعلق حوالہ نہیں۔وہ دیکھ لئے جائیں) اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ خود مرزا صاحب کا عقیدہ اپنی دعاؤں کی قبولیت کے متعلق کیا تھا۔تو معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب اپنی ہر ایک دعا کا قبول ہونا ہرگز ضروری نہ سمجھتے تھے چنانچہ اسی :

اجیب کل دعائك الا فی شرکائك

والے الہام سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی بعض دعائیں نامنظور ہو جاتی تھیں اور حقیقت الوحی سے بھی (دیکھو اقتباسات منسلکہ) مرزا صاحب کا صرف یہی دعوی پایا جاتا ہے کہ ہماری دعائیں بہ نسبت دوسرے لوگوں کے کثرت کے ساتھ شرف قبولیت حاصل کرتی ہیں مولوی ثناء اللہ صاحب نے حقیقت الوحی کے صفحات ۵ سے ۱۱ کے حوالہ سے یہ بیان کیا تھا کہ مرزا صاحب کی کل دعاؤں کا قبول ہونا لازمی تھا میں نے حقیقت الوحی کے صفحات مذکورہ کو پڑھا ہے اس سے مولوی صاحب کے بیان کی ہرگز تصدیق نہیں ہوتی۔ان صفحوں میں دعا کا کہیں مطلق ذکر تک بھی نہیں۔ ان میں خوابوں اور الہاموں پر بحث ہے مگر خواب اور الہام اور چیز ہے اور دعا اور چیز۔پس شق (ب) کی نسبت بھی میری یہ رائے ہے کہ مولوی ثناءاللہ صاحب اپنے دعوی کو ثابت نہیں کر سکے۔

فرزند علی عفا اللہ عنہ ہیڈ کلرک قلعہ میگزین فیروز پور ۲۰۔اپریل ۱۹۱۲ء

نوٹ: میرے پاس فریقین کی تقریروں کی نقلیں نہیں ہیں اس لئے میں نے یہ فیصلہ اپنے مختصر نوٹوں کی بنا پر لکھا ہے۔فرزند علی

اقتباسات از حقیقت الوحی

۱۔ یہ بالکل سچ ہے کہ مقبولین کی اکثر دعائیں منظور ہوتی ہیں بلکہ بڑا معجزہ ان کا استجابت دعا ہی ہے جب ان کے دلوں میں کسی مصیبت کے وقت شدت سے بے قراری ہوتی ہے اور اس شدید بے قراری کی حالت میں وہ اپنے خدا کی طرف توجہ کرتے ہیں تو خدا ان کی سنتا ہے اور اس وقت ان کا ہاتھ گویا خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ (حقیقت الوحی۔ص ۱۸،۲۰)

۲۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ خیال کہ مقبولین کی ہر ایک دعا قبول ہو جاتی ہے یہ سراسر غلط بلکہ حق بات یہ ہے کہ مقبولین کے ساتھ خدا تعالیٰ کا دوستانہ معاملہ ہے کبھی وہ ان کی دعائیں قبول کر لیتا ہے اور کبھی وہ اپنی مشیت ان سے منوا لیتا ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ دوستی میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ بعض وقت ایک دوست اپنے دوست کی بات کو مانتا ہے اور اس کی مرضی کے موافق کام کرتا ہے اور پھر دوسرا وقت ایسا بھی آتا ہے کہ اپنی بات اس سے منوانا چاہتا ہے۔ (حقیقت الوحی۔ص ۱۹)

۳۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ بسا اوقات خدا تعالیٰ میری نسبت یا میری اولاد کی نسبت یا میرے کسی دوست کی نسبت ایک آنے والی بلا کی خبر دیتا ہے اور جب اس کے دفع کے لئے دعا کی جاتی ہے تو پھر دوسرا الہام ہوتا ہے کہ ہم نے اس بلا کو دفع کر دیا (حقیقت الوحی۔ص ۱۸۸)

۴۔ یاد رہے کہ خدا کے بندوں کی مقبولیت پہچاننے کے لئے دعا کا قبول ہونا بھی ایک بڑا نشان ہوتا ہے بلکہ استجابت دعا کی مانند اور بھی نشان ہیں کیونکہ استجابت دعا سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک بندہ کو جناب الٰہی میں قدر اور عزت ہے اگرچہ دعا کا قبول ہو جانا ہر جگہ لازمی امر نہیں کہ مقبولین حضرات کی عزت کے لئے یہ بھی ایک نشان ہے کہ بہ نسبت دوسروں کے کثرت سے ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور کوئی استجابت دعا کے مرتبہ میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہزارہا میری دعائیں قبول ہوئی ہیں۔

(حقیقت الوحی۔ص ۳۲۱)

۵۔حقیقت الوحی صفحہ ۳۲۷، سطر ۱۰۔میر اصد ہا مرتبہ کا تجربہ ہے کہ خدا ایسا رحیم وکریم ہے کہ جب اپنی مصلحت سے ایک دعا کو منظور نہیں کرتا تو اس کے عوض میں کوئی اور دعا منظور کر لیتا ہے جو اس کے مثل ہوتی ہے ۔(فرزند علی ۔۲۰۔اپریل ۱۹۱۲ء)

سرپنچ کا فیصلہ

سرپنچ، سردار بچن سنگھ بی اے نے فیصلہ دینے سے پیشتر جو امور جانبین سے دریافت فرمائے اور جو جواب بطور بیانات کے لئے، وہ اپنے فیصلہ سے منسلک فرما دیئے اس لئے وہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

بیان مولوی ثناء اللہ صاحب:

میں نے وہ پرچہ جو فریق ثانی نے بعد اختتام مباحثہ ثالث کے پاس بطور یادداشت بھیجا تھا ملاحظہ کر لیا ہے اور اس کے متعلق امور ضروری پیش کردہ فریق ثانی پر ثالث کے روبرو حسب گنجائش وقت سرسری طور پر زبانی تشریح بھی کر دی ہے لیکن اس کے بھیجنے میں بے ضابطگی ہوئی ہے۔اس پرچہ کے متعلق تحریری بحث کی ضرورت خیال نہیں کی جاتی۔مسلمان میر مجلس کیلئے جو شرائط میں یہ ہے کہ وہ حلفی فیصلہ دیں گے اس سے یہ مراد ہے کہ فیصلہ کرنے سے پیشتر وہ الفاظ ذیل تحریر کر کے کہ میں خدا کی قسم کھا کر یہ فیصلہ تحریر کرتا ہوں، اپنا فیصلہ لکھے۔میر صاحب کے دعوی کے مطابق وہ صاحب وحی و الہام و معجزات و کرامات تھے میرے نزدیک اگر الفاظ قسم میں کوئی فرق ہوا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں بلکہ اگر بلا حلف بھی فیصلہ ہووے تو شرائط کے بموجب حلفی فیصلہ کی ضرورت ہے اور میر مجلس صاحبان نے شرائط مباحثہ خوب ملاحظہ فرما لی ہیں تو ایسا فیصلہ بھی اگر شرائط کے مطابق حلفی تصور فرمایا جاوے تو مجھے کوئی عذر نہیں۔اگر بموجب فقرہ اخیر شرط نمبر ۲ ایسا فیصلہ نا قابل وقعت سمجھنا چاہیے۔

مرزا صاحب کا انتقال ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوا دستخط مولوی ثناء اللہ، وسردار بچن سنگھ

بیان میر قاسم علی:

مرزا صاحب کا دعوی تھا کہ میں چودھویں صدی یعنی حال صدی کا مجدد ہوں اور خدا کی طرف سے مجھے الہام ہوتا ہے اور نشانات صداقت میرے بطور معجزات خدا کی طرف سے صادر ہوتی ہیں۔ نہ ہر وقت الہام ہوتا ہے نہ ہمیشہ معجزات ہی ہوتے ہیں جب خدا چاہے الہام کرتا ہے اور جب خدا چاہے معجزہ کا نشان دیتا ہے یہ دونوں باتیں میرے اختیار میں نہیں ہیں۔ خدا کے اختیار میں ہیں۔

سوال: آیا مرزا صاحب کا دعوی دیگر انبیاء کے ہم رتبہ و ہم پلہ ہونے کا تھا یا کم وبیش۔

جواب: اسلام میں انبیاء دو قسم کے ہیں۔ ایک صاحب شریعت و صاحب امت۔ دوم جو اسی نبی اور اس شریعت کے ماتحت ہوں۔ پہلی قسم کی مثال حضرت محمد صاحب نبی اسلام کی ہے۔ دوسری مثال یحی۔ مرزا صاحب قسم دوم کے نبی تھے۔

سوال: ان دونوں اقسام کے انبیاء میں روحانیت کے لحاظ سے کچھ فرق ہے اور کیا؟

جواب: ہاں۔ اول قسم کے انبیاء پورے کمال کو پہنچے ہوئے اور دوم قسم کے ان سے کم درجے پر ہوتے ہیں جیسا کہ مالک اور نوکر کی حیثیت۔

سوال: حضرت محمد صاحب کے بعد آپ کے مقرر کردہ قسم میں کون کون نبی ہوئے ہیں؟

جواب: ہمارے عقیدہ میں جتنے نائب (خلفاء یا مجددین) حضرت محمد صاحب کے بعد ہوئے ہیں وہ سب کے سب قسم دوم کے نبی تھے (پھر ان کے انکار سے تو آدمی افر نہ ہوا اور مرزا صاحب کے انکار سے کافر۔ یہ کیوں؟۔ مینیجر اخبار اہل حدیث امرتسر) جیسا کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا علماء امتی کا نبیاء بنی اسرا ئیل (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی مانند ہوں گے)

(اس کا تو یہ بھی مطلب ہوا کہ خود مرزا قادیانی کے دور میں عالم اسلام میں ایک دو نہیں، ہزاروں نبی از قسم دوم یعنی مرزا صاحب قادیانی کی قسم کے موجود تھے۔ بہاء)

سوال: قسم دوم کے انبیاء بھی صاحب وحی والہام ہوتے ہیں۔

جواب: ہاں۔

سوال: اشتہار زیر بحث میں جو الفاظ، آخری فیصلہ، درج ہیں اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہ ایک درخواست بارگاہ الٰہی میں بطور دعا کے جیسا کہ اشتہار میں لکھا ہے کی گئی ہے خود مرزا صاحب کی طرف سے ہے خدا کی طرف سے نہیں۔ خدا کے حضور میں پیش کی گئی ہے۔

سوال: درخواست مندرجہ اشتہار زیر بحث کسی دینی مسئلہ کے متعلق ہے اور جماعت مرزا صاحب کے متعلق یا دنیاوی معاملہ پر؟ اور خاص مرزا صاحب کی ذات پر حاوی ہے؟

جواب: درخواست متنازعہ میں خدا سے یہ استدعا کی گئی ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب جو مجھ کو جھوٹا کہتے ہیں میری سچائی اور مولوی صاحب کے مجھے جھوٹا کہنے کی صداقت کا فیصلہ کیا جاوے اور اشتہار مذکور کسی دنیاوی تنازعہ پر نہیں تھا بلکہ اس حیثیت سے تھا جس حیثیت سے قرآن شریف میں ایک شعیب نبی نے یہ دعا کی کہ اے خدا مجھ میں اور میری قوم یعنی مخالفوں میں فیصلہ فرما اور یہی آیت مرزا صاحب نے بھی خدا سے بطور درخواست اس اشتہار میں لکھی ہے۔

سوال: نبی شعیب کی دعا قبول ہوئی؟

جواب: ہاں قبول ہوئی۔

سوال: اشتہار متنازعہ میں سچائی کا معیار کس بات پر مبنی رکھا گیا تھا۔

جواب: سچائی کا معیار اس بات پر مبنی رکھا گیا تھا کہ خداوند تعالیٰ جس طریق پر چاہے میری سچائی کا اظہار کرے جیسا کہ آیت مندرجہ اشتہار کا منشاء ہے اور اشتہار کے یہ الفاظ کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما۔ اب اس فیصلہ کی تمنا یہ کی گئی کہ اس طریق پر فیصلہ ہو سچا زندہ رہے اور جھوٹا مر جائے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس فیصلہ سے انکار کیا۔ اس وقت بحث صرف ان امور پر ہے جو فریقین کے درمیان متنازعہ قرار پا چکے ہیں۔ جو بورڈ پر درج ہیں۔ ان میں کوئی ایسا امر نہیں جس کے فیصلہ کے لئے ان سوالات کی ضرورت ہو۔ یہ بات کہ دعا مندرجہ اشتہار قبول ہوئی یا نہیں ہوئی، یا مرزا صاحب نے کسی حیثیت سے یہ اشتہار دیا امور زیر بحث سے غیر متعلق ہیں کیونکہ میرا چیلنج خاص ان

دو امور متنازعہ فیہ پر ہے۔ قاسم علی بقلم خود۔ دستخط سردار بچن سنگھ ۲۱۔اپریل ۱۹۱۲ء

مباحثہ مابین مولوی ثناءاللہ و میر قاسم علی

(سردار بچن سنگھ لکھتے ہیں) مباحثہ ہذا کی بنیاد اس اشتہار سے شروع ہوئی جو حضرت مرزا صاحب قادیانی نے بذریعہ اخبارات بدر والحکم مشتہر فرمایا جو اشتہار بجنسہ چھاپہ شدہ ذیل میں چسپاں ہے۔

اس اشتہار کے متعلق دونوں فریقین نے برضامندی باہمی امورات ذیل متنازعہ فیہ قرار دیئے

ا۔ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء والا اشتہار بحکم خداوندی مرزا صاحب نے دیا تھا۔

۲۔خدا نے الہامی طور پر جواب دے دیا تھا کہ میں نے تمہاری دعا قبول فرمالی۔

ثبوت بذمہ مولوی ثناءاللہ صاحب۔

تردید بذمہ میر قاسم علی صاحب۔

بتاریخ ۱۷۔اپریل ۱۹۱۲ء فریقین نے اپنی اپنی بحث بذریعہ پرچہ جات تحریری ۳ بجے شام سے لے کر قریب ۲۰ بجے رات تک روبرو ہر دو میر مجلسان و مجھ کمترین ثالث مقبولہ فریقین کی۔ چونکہ بحث میں بڑی رات گذر چکی تھی اور کمترین کا خیال تھا کہ میں اپنا اظہار رائے بصورت اختلاف رائے ہر دو میر مجلسان کروں، اس واسطے یہ قرار پایا کہ ہر دو میر مجلسان اپنی اپنی رائے اگلی صبح یعنی بتاریخ ۱۸۔ اپریل میرے پاس بھیج دیں اور میں اپنی رائے ۲۰۔اپریل کی شام تک تحریر کردوں گا۔ بدیں وجہ کہ مجھے ۱۸، ۱۹، اپریل کو بوجہ کثرت کار فرصت کم تھی۔

میر مجلس منجانب مدعی نے اپنی رائے ۱۹۔اپریل کی شام کو اور میر مجلس منجانب مدعا علیہ نے کل ۲۰۔ اپریل کی شام کو بھیجی اور ان کی وجہ تاخیر چٹھی انگریزی منسلکہ ہذا سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ چونکہ میں علم عربی سے بالکل ناواقف ہوں اور کتب مقدسہ اہل اسلام سے بالکل بے بہرہ، اس واسطے میں نے مناسب سمجھا کہ چونکہ ایک میر مجلس فیروز پور میں ہیں اس واسطے چند ایک شکوک فریقین سے

ایک دوسرے کے مواجہہ میں رفع کرلوں۔ چنانچہ فریقین کی خدمت میں میں نے اطلاع کردی کی بوقت ۱۱ بجے امروزہ وہ مباحثہ والے مکان میں تشریف لے آویں۔ چنانچہ مکان مذکور میں ساڑھے گیارہ بجے سے کاروائی شروع کی گئی اور زبانی شکوک رفع کرنے کے علاوہ ضروری امور پر ہر دو فریقین کا بیان بھی لیا گیا جو رائے ہذا کا جز و تصور ہوگا۔،

شرائط مباحثہ کی شرط یہ ہے کہ رائے دہندہ اگر مسلمان ہے تو خدا کی قسم کھا کر اپنا تحریری فیصلہ لکھے گا اور جو رائے مباحثہ کے متعلق بغیر خدا کی قسم کھانے کے کوئی ثالث یا میر مجلس دے گا وہ قابل وقعت نہ ہوگی۔ چوہدری فرزند علی صاحب میر مجلس من جانب میر قاسم صاحب کے فیصلہ پر قسم وغیرہ کے متعلق کوئی اندراج نہیں ہے۔ لیکن چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے بیان میں جو میں نے آج لیا ہے عدم تعمیل شرط بالا پر عذر نہیں اور یہ ایک معمولی سہو ہے اور خاص کر جب کہ چوہدری فرزند علی صاحب بخوبی جانتے تھے کہ یہ فیصلہ حسب شرائط حلفی لکھنا ہوگا۔ اندریں صورت کہ برخلاف فیصلہ قابل وقعت ہے۔ خاصتاً جب کہ وہ فریق جس کے برخلاف فیصلہ مذکور ہے زیادہ اصرار نہیں کرتا ہے

مجھے سخت افسوس ہے کہ وہ معزز صاحبان جو ہر دو فریق کی مذہبی کتابوں سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں اختلاف رائے ظاہر کریں جب دو عالموں میں جو فریق کے ہم مذہب ہوں (یہ سردار بچن سنگھ کا اپنا خیال ہے) اختلاف رائے ہو تو میرے جیسے ناواقف اور غیر مذہبی شخص کی رائے کیا وقعت رکھتی ہے۔ میں امید کرتا ہوں اور تمام صاحبان سے التماس کرتا ہوں کہ وہ میری رائے کو کسی طرح اپنے مذہبی عقاید کے مخل تصور نہ فرمائیں۔ بے شک شرائط مباحثہ کی رو سے ایک فریق کی جیت اور دوسرے فریق کی ہار میری رائے ہوسکتی ہے لیکن میری رائے کسی صورت میں بھی کسی مسئلہ مذہبی کی فیصلہ کن نہیں ہوسکتی (سردار کی کمال تواضع اور کسر نفسی ہے ورنہ یہ فیصلہ کسی مذہبی مسئلہ میں نہیں بلکہ واقعات کے بموجب ہے) اور یہ جیت اور ہار بھی ویسی ہی ہوگی جیسا کہ دو متخاصمین کسی چند سالہ معصوم اور دنیا سے بالکل ناواقف بچے سے التماس کریں کہ جس شخص کے سر کو تو ہاتھ لگادے گا وہ فتح یاب تصور ہوگا اور وہ بچہ ان کے کہنے سے بلا جانے کسی امر کے ایک شخص کے سر کو ہاتھ لگا دیوے۔ فی الواقعہ میری

واقفیت دربارہ اسلام میں جو کہ ایک وسیع سمندر ہے اس نادان اور ناواقف بچہ سے بدرجہا کم ہے اور میری رائے کا کوئی اثر کسی اور شخص پر نہیں ہوسکتا اور نہ کوئی اور شخص اس کا پابند ہوسکتا ہے۔اور میرا پکا یقین ہے کہ فریقین بھی اپنے اپنے مذہبی عقاید کے بموجب ہرگز ہرگز پابند نہیں ہونگے۔سوائے اس بات کے کہ بموجب شرائط مباحثہ تین سو روپیہ کی رقم کی ہار جیت ہوجاوے۔میں نے کئی ایک مذہبی مباحثے دیکھے ہیں جن کا کبھی کوئی نتیجہ نہیں نکلا جب کوئی شخص ایک خاص عقیدہ مذہبی کا پیروکار ہوتو وہ ہرگز اس سے منحرف نہیں ہوسکتا۔خواہ اس کے مخالفین کچھ ہی کیوں نہ کہیں بلکہ اس قسم کی مخالفت اور مباحثہ ایسے معتقدوں کو اور بھی پختہ بنادیتے ہیں۔

البتہ اس قسم کے مباحثوں کا آئندہ ہونے والے معتقدوں پر تھوڑا بہت اثر ضرور ہوتا ہے لیکن میرا یقین ہے کہ میرے جیسے شخص کی رائے کا اثر ایسے لوگوں پر بھی کچھ نہیں ہوگا۔لیکن چونکہ فریقین نے مجھے اپنا ثالث مقرر کیا ہے اور بدقسمتی سے ہر دو میر مجلساں میں اختلاف رائے ہوگیا ہے اس لئے حسب شرائط مباحثہ مجھ پر لازم آیا کہ میں اپنی رائے کا اظہار خواہ اس کی وقعت کچھ بھی ہو اس مباحثہ کی اغراض کے لئے ظاہر کروں۔

فریقین نے بحث بڑی قابلیت اور لیاقت کے ساتھ کی ہے اور طریق بحث میں بالکل قانون شہادت کی تقلید فرمائی ہے لیکن جب میں دعوی کو دیکھتا ہوں تو مجھے بالکل تعجب ہوتا ہے جو صاحب اس مباحثہ میں مدعی بنے ہیں اور جو ہر دو امور متنازعہ کو مثبت میں ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کا عقیدہ ہر دو امور میں متنازعہ فیہ کے مثبت میں ہونے کا نہیں ہے۔گویا وہ اپنے دعوی کی اپنے ضمیر کے مطابق تصدیق کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔اگر معمولی قانون مندرجہ ضابطہ دیوانی کے مطابق کوئی شخص عرضی دعوی عدالت میں پیش کرے اور ساتھ ہی کہے کہ میں عرضی دعوی کے صحیح اور سچ ہونے کی حلفیہ تصدیق کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں تو عدالت فوراً اس کے دعوی کو نامنظور کردے گی۔خواہ اس کا مدعا علیہ اس کے دعوی کے اقبال کرنے کے لئے تیار کیوں نہ ہو۔جو کہ مدعا علیہ حال کی صورت نہیں ہے بلکہ وہ انکار دعوی پر اصراری ہے۔لیکن چونکہ یہ مباحثہ ایک مذہبی مسئلہ پر ہے

اس واسطے اس پر قانون دیوانی عائد نہیں ہوسکتا۔ یہ خیالات میں نے اس واسطے ظاہر کئے ہیں کہ ہمارے ملک میں کن حالات میں مباحثے پیدا ہو جاتے ہیں اور کن حالتوں میں ایک شخص کو محض مباحثہ کی غرض سے کیا حالت بدلنی پڑتی ہے (جناب سرپنچ صاحب ٹھیک فرماتے ہیں مگر یہاں مدعی کا دعوی مدعا علیہ کے اعتقاد پر مبنی ہے نہ واقعات پر) اور اس طرح سے میر قاسم علی صاحب جو مرزا صاحب کے صاحب وحی والہام ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں، امور متنازعہ کی تردید میں کھڑے ہوتے ہیں۔ فی الواقعہ یہ بھی میری رائے ناقص میں عجائبات زمانہ میں ایک عجوبہ ہے۔

امور متنازعہ کے فیصلہ کے لئے اشتہار کی عبارت کو غور سے پڑھنا نہائت ہی ضروری ہے اور یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ آیا یہ اشتہار کسی مسئلہ دینی کے انفصال کے واسطے تھا یا کسی دنیوی امر کے فیصلہ کے لئے۔ اس امر کو میر قاسم علی صاحب نے صاف طور پر اپنے بیان میں مان لیا ہے کہ یہ اشتہار دینی مسئلہ کے انفصال کے لئے تھا۔ میری رائے ناقص میں مرزا صاحب کا یہ انفصال کسی خاص دینی مسئلہ کے فیصلہ کے لئے نہ تھا بلکہ اپنے مشن کے فیصلہ کے لئے تھا جو ایک معمولی مسئلہ دین کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت رکھتا ہے جیسا کہ عبارت مندرجہ اشتہار سے بخوبی ہے

الف: چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لئے مامور ہوں

ب۔ اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں۔

ج۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہلاک ہو جاؤں۔

د۔ اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف اور مسیح موعود ہوں۔

ھ۔ پس اگر وہ سزا جو انسان ...(الی)...تو میں خدا تعالی کی طرف سے نہیں۔

و۔ اگر یہ دعوی مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افتراء ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں۔

ز۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہیں تہمتوں کے ذریعے سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا

ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے اے میرے آقا اے میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔

ان جملہ فقروں سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اشتہار کے ذریعہ کسی معمولی مسئلہ دینی کے فیصلہ کے لئے استدعا نہیں کی بلکہ اپنے مشن کی تصدیق یا تکذیب کے لئے استدعا کی۔

اس اشتہار کے متعلق ایک سوال پیدا ہوا ہے کہ مرزا صاحب کو اس اشتہار کے دینے اور اپنے مشن کی تصدیق کرانے کی کیوں ضرورت محسوس ہوئی خود اشتہار کے مفصلہ ذیل فقرات سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب بایام اشتہار ستائے ہوئے تھے اور حد درجہ کے دکھی تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

الف۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔

ب۔ میں آپ کے ہاتھ سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گذر گئی اور وہ مجھے چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کے لئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے...اور مفتری اور نہایت درجہ کا بد آدمی ہے۔

اگر بقول اور حسب دعوی مرزا صاحب یہ کل بحث ہی صرف اس دعوی پر مبنی ہے کہ وہ مسیح موعود مامور خداوند تعالی تھے اور فی الواقعہ ایسی مصیبت میں تھے جیسا کہ اشتہار میں درج ہے تو میری ناقص رائے میں حقیقت الوحی صفحہ ۱۸ کے الفاظ ذیل ان پر عائد ہوتے ہیں:

جب ان (مقبولوں) کے دلوں میں کسی مصیبت کے وقت شدت سے بے قراری ہوتی ہے اور اس شدید بے قراری کی حالت میں وہ اپنے خدا کی طرف توجہ کرتے ہیں تو خدا ان کی سنتا ہے اور اس وقت ان کا ہاتھ گویا خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ خدا ایک مخفی خزانہ کی طرح سے کامل مقبولوں کے ذریعہ سے وہ اپنا چہرہ دکھلاتا ہے خدا کے نشان تب ہی ظاہر ہوتے ہیں جب اس کے مقبول ستائے جاتے ہیں جب حد سے زیادہ ان کو دکھ دیا جاتا ہے تو سمجھ کہ خدا کا نشان نزدیک ہے بلکہ دروازہ پر۔

پس جب اشتہار کی عبارت سے حد درجہ کی مصیبت اور بے قراری ٹپکتی ہے تو حسب الفاظ بالا کاتب اشتہار کے ہاتھ کو اگر خدا کا ہاتھ تصور کیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، سوائے اس امر کے کوئی

معتقد شخص اپنے مذہبی اصولوں کی طرف داری میں یہ نہ کہے کہ مقبولین کا ہاتھ خدا کا ہاتھ اور سب کاموں کے واسطے ہوتا ہے سوائے تحریر کے کاموں کے اور یہ بات بھی میری سمجھ میں نہیں آتی کہ جب چھوٹے چھوٹے اور بہت خفیف خفیف مسائل دینی اور امورات دنیاوی میں تو خدا کا حکم ہو وے اور ایک ایسا اہم معاملہ جو کہ مرزا صاحب کے کل مشن کے متعلق تھا وہ بلا حکم خدا ہووے۔

میر قاسم علی صاحب نے اپنی بحث میں فرمایا ہے کہ فریق ثانی نے کوئی ایسا حکم پیش نہیں کیا جس میں مرزا صاحب کو خدا نے یہ حکم دیا ہوتا کہ تم ایسی درخواست ہمارے حضور میں پیش کرو ۔

میری ناقص رائے میں بحکم خداوندی کے یہ معنی ہرگز نہیں کئے جا سکتے کہ خداوندتعالی اپنے ماموروں کو پہلے حکم دیتا ہے اور بعد ازاں وہ اپنی درخواست پیش کرتے ہیں ۔ میں بحکم خداوندی کے معنی منظور خاطر خدا یا تحریک خدا یعنی پرماتما کی، پریرنا، لیتا ہوں۔

ممکن ہے کہ خداوندتعالی چونکہ ہمہ دان ہے اپنے ماموروں اور مقبولین کو جس اس صفت سے موصوف نہیں ہیں، تحریک کر دے جس تحریک کا ان مامورین کو مطلقاً اس وقت پتہ نہ ہووے۔ یا بعد میں پتہ ہووے یا تحریک کا نتیجہ پیدا ہونے کے بعد بھی اس تحریک کا پتہ لگے اور نتیجہ پیدا ہونے سے پیشتر وہ کل عرصہ اس تحریک سے بے خبر رہیں۔

میری رائے ناقص میں بحکم خداوندی ہونے کا ایک یہ بھی معیار ہے کہ کسی فعل کا نتیجہ کیا ہوا ہے۔ اگر نتیجہ الفاظ استدعا کے مطابق ہوا ہے تو اس سے قیاس پیدا ہوتا ہے کہ یہ استدعا خداوندتعالی کے حکم سے ہی تھی لیکن اگر نتیجہ استدعا کے برخلاف ہوتا ہے تو قیاس یہ پیدا ہوتا ہے کہ فلاں استدعا خلاف حکم ایزدی تھی ۔ پس جب اس معیار سے بھی دعا مندرجہ اشتہار کو دیکھا جاوے تو چونکہ نتیجہ بالفاظ سائل پیدا ہوا اس واسطے قیاس یہ ہے کہ یہ اشتہار بحکم ایزدی دیا گیا۔

اگر ان قیاسات کو چھوڑ کر واقعات متعلقہ اشتہار متنازعہ کو دیکھا جائے تو بھی میری طرف رائے ناقص میں یہی نتیجہ نکلتا ہے جو میں نے اوپر درج کیا ہے۔

اول سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اشتہار مرزا صاحب کے دست مبارک سے کب کاغذ پر ظہور میں آیا۔

بے شک چھاپہ شدہ کاغذ پر تاریخ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء درج ہے مگر میری رائے ناقص میں وہ مرزا صاحب کے دست مبارک سے نہیں ہے بلکہ کاتب کے ہاتھ کی۔ میں نے مزید تسلی کے لئے میر قاسم علی صاحب سے دریافت کیا کہ اصل مسودہ کہاں ہے جس کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملا۔اگر صرف چھاپہ شدہ تاریخ پر کسی امر کا فیصلہ کیا جاوے تو میں نہیں جانتا کہ کاروبار دنیا میں کیسی گڑبڑ مچ جائے گی۔ وہ سول اینڈ ملٹری گزٹ جس پر کہ ۲۰۔اپریل ۱۹۱۲ء چھپی ہوئی تھی وہ یہاں لدھیانہ میں ۱۹۔اپریل ۱۹۱۲ء کی شام کوئی اصحاب کی ردی کی ٹوکری میں چلا گیا تھا۔ پھر نہیں معلوم کہ اس میں چھپے ہوئے مضمون ۱۹۔اپریل سے کتنا عرصہ عرصہ پیشتر مصنفین کے ہاتھوں سے نکل چکے ہوں گے۔ حضور ملک معظم شہنشاہ ہند کے دہلی دربار کے موقعہ پر جو اعلان پڑھا گیا اس پر ۱۲ دسمبر ۱۹۰۶ء درج تھی۔نہیں معلوم وہ چھاپہ خانہ سے کتنا عرصہ پیشتر نکل چکا تھا اور تیار کب کیا گیا تھا۔ پس اگر ۲۰۔ اپریل والے سول اینڈ ملٹری گزٹ کے کسی مضمون یا اعلان مذکورہ کی تاریخ تصنیف کی بابت کوئی تنازعہ پیدا ہو جاوے تو تاریخ متنازعہ کو ۲۰۔اپریل یا ۱۲ دسمبر بتلانا میں خود میر قاسم علی صاحب کے انصاف پر چھوڑتا ہوں قصہ کوتاہ میری رائے یہ ہے کہ یہ اشتہار ۱۵۔اپریل سے پیشتر مرزا صاحب کے قلم سے نکل چکا تھا۔

دوم سوال یہ ہے کہ بدر مورخہ ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء میں جو نوشت بکالم ڈائری درج ہے اس کے متعلق صحیح تاریخ کون سی قائم کی جاوے میر قاسم علی صاحب اس کی تاریخ ۱۴۔اپریل ۱۹۰۷ء قائم کرنے پر بہت اصرار کرتے ہیں لیکن میں افسوس کرتا ہوں کہ میں ان کے ساتھ اتفاق نہیں کرتا ہوں جس کے واسطے وجوہات ذیل ہیں:

الف: محض ۱۴۔اپریل چھپ جانے سے ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ یہ ۱۳۔اپریل کی ڈائری ہے خاص کر جب کہ ۱۵، ۱۶،اپریل کی ڈائری پیش نہیں کی جاتی ممکن ہے کہ یہ نوشت ۱۵، ۱۶ کی ڈائری کی ہووے۔

ب۔ڈائریوں کی ترتیب جو مختلف اخباروں میں چھپی ہے بالکل درست نہیں ہے کہ ان کے متعلق

تاریخوں کے صحیح ہونے کا کوئی قیاس بھی پیدا ہو سکے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے تو ڈائریوں کے متعلق ایک بے ضابطگی ظاہر کی تھی جس کے جواب میں میر قاسم علی صاحب نے کئی ایک اور بے ضابطگیاں بیان کیں جو بیان مدعی کی بجائے تردید کے تائید کرتے ہیں۔ اس واقعہ پر انگریزی کی ایک ضرب المثل کا مطلب درج کر دینا لا حاصل نہ ہوگا۔ دو سیاہ چیزیں مل کر سفید چیز پیدا نہیں کر سکتیں اور دو غلطیاں مل کر درستی پیدا نہیں کر سکتی۔

ج۔ اگر ڈائری اور تاریخ ۱۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء خود مرزا صاحب کے دست مبارک سے ہوتیں تو مجھے تاویل مذکورہ کے صحیح ماننے میں ذرہ بھی تامل نہ ہوتا لیکن جب کہ مرید لوگ ڈائریاں تحریر کرتے تھے اور وہ ایسی لا پرواہی اور بے احتیاطی سے چھپوائی جاتی تھیں تو محض چھاپہ شدہ تاریخ سے میں اس نوشت کے متعلق تاریخ قائم نہیں کر سکتا۔ خاص کر جب کہ خود ڈائریوں سے ظاہر ہے کہ یہ ڈائری ۱۵ یا ۱۶۔ اپریل کی بھی ہو سکتی ہے۔

د۔ جب کہ وہ اشتہار جو کہ ۱۵۔ اپریل کا بیان کیا جاتا ہے بدر مورخہ ۱۸۔ اپریل ۱۹۰۷ء اور الحکم مورخہ ۱۷، اپریل ۱۹۰۷ء میں شائع کیا جاتا ہے اور ڈائری جو کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق ایک الہام کا بھی ذکر کرتی ہے اور جو اشتہار سے ایک دن پہلے کی بیان ہوتی ہے ۲۵۔ اپریل کے بدر کے انتظار میں رکھی جاتی ہے۔ درحال یہ کہ ایسی ضروری ڈائری مورخہ ۱۸۔ اپریل میں بڑی آسانی سے چھپ سکتی تھی، تو ایسی صورت میں میں ڈائری کی تاریخ ۱۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء مقرر کرنے سے بالکل قاصر ہوں۔ خلاصہ یہ کہ بدر ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء والا الہام اشتہار متنازعہ کے متعلق ہے۔

میں نے قاسم علی صاحب سے مزید تسلی کے لئے دریافت کیا کہ سوائے حقیقت الوحی یا بدر مورخہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے کوئی اور تحریر بھی ایسی جس پر کہ بدر ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء والے الہام کا اطلاق کیا جائے۔ جس کا جواب انہوں نے صاف نفی میں دیا۔

حقیقت الوحی شائع ہی ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو ہوتی ہے یعنی بدر ۲۵۔ اپریل سے ۲۰ یوم بعد، ایسی صورت میں الہام بدر ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کا اطلاق حقیقت الوحی کی کسی تحریر پر نہیں ہو سکتا۔ خواہ تحریر کی چھاپہ

شدہ تاریخ ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء سے پہلے کی ہی کیوں نہ ہو، تاوقتیکہ ایسی تحریر مشتہر نہ کی جا چکی ہو جو کہ ثابت نہیں کیا گیا۔۴۔اپریل ۱۹۰۷ء کی تحریر کا جو حوالہ دیا جاتا ہے وہ میں نے بعد میں پڑھی اور اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ کوئی دعا برخلاف یا بحق مولوی ثناءاللہ نہیں کی گئی جس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکیں کہ الہام بدر مورخہ ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء اس کے متعلق ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ میں تحریر بدر ۴۔اپریل ۱۹۰۷ء کو حرف بحرف اس جگہ درج کرتا لیکن طوالت اور کمی وقت باعث ایسا نہیں کر سکتا، لیکن تحریر بدر ۴۔اپریل ۱۹۰۷ء کو میں اپنی اس رائے کا جزو قرار دیتا ہوں جو صاحب اس رائے کو کسی جگہ چھپائیں وہ براہ مہربانی تحریر مذکور بھی چھاپ دیں (سردار صاحب کے حسب منشاء ۴۔اپریل کے بدر کی عبارت کا خلاصہ درج ذیل ہے)

اس کتاب حقیقت الوحی کے ساتھ ایک اشتہار بھی ہماری طرف سے شائع ہوگا جس میں ہم یہ ظاہر کریں گے کہ ہم نے مولوی ثناءاللہ کے چیلنج مباہلہ کو منظور کر لیا ہے اور ہم اول قسم کھاتے ہیں کہ وہ تمام الہامات جو اس کتاب میں ہم نے درج کئے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہیں اور اگر ہمارا یہ افتراء ہے تو لعنة الله على الكاذبين ۔..مولوی ثناءاللہ بھی اس اشتہار اور کتاب کے پڑھنے کے بعد بذریعہ ایک چھپے ہوئے اشتہار کے قسم کے ساتھ یہ لکھ دیں کہ میں نے اس کتاب کو اول سے آخر تک بغور پڑھ لیا ہے اس میں جو الہامات ہیں وہ خدا کی طرف سے نہیں اور مرزا غلام احمد کا افتراء ہے اور اگر میں ایسا کہنے میں جھوٹا ہوں تو لعنة الله على الكاذبين ۔ اور اس کے ساتھ جو کچھ عذاب وہ خدا سے مانگنا چاہیں مانگ لیں۔ ان اشتہارات کو شائع ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ خود ہی فیصلہ کر دے گا اور صادق اور کاذب میں فیصلہ کر کے دکھا دے گا۔ بدر ۴۔اپریل ۱۹۰۷ء ج ۶ نمبر ۱۴ ص ۴)

(منشی قاسم نے اپنے اخبار میں فیصلہ تو شائع کیا مگر بدر کی یہ تحریر درج نہیں کی حالانکہ انہی کی پیش کردہ تھی)

یہ تحریر مباہلہ کے متعلق تھی جو مباہلہ مولوی ثناءاللہ صاحب نے پیش کیا تھا اس پر مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ مباہلہ کے متعلق ہم دعا کریں گے جو دعا نہیں کی گئی اور مباہلہ بروئے تحریر مورخہ ۱۳ جون بدر ۱۹۰۷ء فسخ ہو گیا بلکہ مباہلہ کے فیصلہ کے لئے ایک اور طریق اختیار کیا گیا۔ پس نتیجہ یہ ہے کہ مضمون کالم ڈائری بدر مورخہ ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء پورے اشتہار متنازعہ کے کسی اور تحریر کے متعلق نہیں ہے۔ الفاظ مشیت ایزدی مندرجہ تحریر بدر ۱۳ جون ۱۹۰۷ء پر بہت زور دیا گیا ہے۔ میں تسلیم

کرتا ہوں کہ اگر تحریر مذکور میں صرف یہی الفاظ ہوتے ہیں تو ان الفاظ سے بحکم خداوندی نتیجہ نہیں نکل سکتا تھا کیونکہ مشیت ایزدی کے واسطے رضامندی باری تعالی لازمی نہیں۔لیکن تحریر مذکور میں الفاظ ذیل ہیں:

اس وقت مشیت ایزدی نے آپ کو دوسری راہ سے پکڑا اور حضرت حجۃ اللہ کے قلب میں آپ کے واسطے دعا کی تحریک کر کے فیصلہ کا ایک اور طریق اختیار کیا۔،

پس میں اس نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور ہوں کہ تحریر بدر ۱۳ جون ۱۹۰۷ء من جانب حضرت مرزا صاحب تھی اور متعلق اشتہار متنازعہ تھی اور اس سے صاف ثابت ہے کہ اشتہار مذکور بحکم خداوندی تھا۔

ایک اور سوال جس پر زیادہ زور دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ خود اشتہار متنازعہ میں حکم خداوندی کی نفی کی ہے۔اس بارہ میں اتنا ہی عرض کر دینا کافی ہے کہ یہ نفی محض اس وجہ سے عمل میں آئی کہ مرزا صاحب نے بعدالت صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور اقرار کیا تھا کہ میں آئندہ خاص قسم کی پیش گوئیاں جس میں ہلاکت کا سوال آوے نہیں کرونگا۔اس واسطے پابندی احکام قانون دنیوی نفی مذکور کی گئی ہے۔میر قاسم علی صاحب نے آج زبانی عذر کیا کہ وہ اقرارنامہ صرف اس خاص مقدمہ کے متعلق تھا۔لیکن میری رائے ناقص میں وہ اقرارنامہ عام تھا جیسا کہ اقرارنامہ اس بالکل صاف اور صریح الفاظ سے پایا جاتا ہے۔اقرارنامہ مذکور نہایت ضروری ہے اور میں بوجہ طوالت اس جگہ درج نہیں کر سکتا۔وہ بھی اس رائے کا جزو تصور ہوگا

(اقرارنامہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔بہاء

میں مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو بحضور خداوند تعالی حاضر جان کر اقرار صالح کرتا ہوں کہ آئندہ

۱۔میں ایسی پیشگوئی جس سے کسی شخص کی تحقیر و ذلت کی جاوے یا مناسب طور سے حقارت ذلت سمجھی جاوے یا خدا تعالی کی ناراضگی کا مورد ہو شائع کرنے سے اجتناب کرونگا۔

۲۔میں اس سے بھی اجتناب کرونگا شائع کرنے سے کہ خدا کی درگاہ میں دعا کی جاوے کہ کسی شخص کو حقیر ذلیل کرنے کے واسطے جس سے ایسا نشان ظاہر ہو کہ وہ شخص مورد عتاب الہی بنے یا یہ ظاہر کرے کہ مباحثہ مذہبی میں کون صادق اور کون کاذب ہے۔

۳۔میں ایسے الہام کی اشاعت سے بھی پرہیز کرونگا جس سے کہ کسی شخص کا حقیر (ذلیل) ہونا یا مورد عتاب الٰہی ہونا ظاہر ہو یا ایسے اظہار کے وجوہ پائے جاتے ہوں۔

۴۔میں اجتناب کرونگا یعنی؟ مباحثہ میں مولوی ابوسعید محمد حسین یا اس کے کسی دوست یا پیرو کے برخلاف گالی گلوچ کا مضمون یا یا تصویر لکھوں یا شائع کروں جس سے اس کو درد پہنچے میں اقرار کرتا ہوں کے اس کے یا اس کے دوست یا پیرو کے برخلاف اس قسم کے الفاظ استعمال نہ کرونگا جیسا کہ دجال کافر کاذب بطالوی میں کبھی اسکی (نجی).زندگی یا خاندانی رشتہ داروں کے برخلاف کچھ شائع نہ کرونگا جس سے اس کو آزار پہنچے۔

۵۔میں اجتناب کرونگا مولوی محمد حسین یا اس کے کسی دوست یا پیرو کو مباہلہ کیلئے بلاؤں اس امر کے ظاہر کرنے کے لئے کہ مباحثہ میں کون صادق اور کون کاذب ہے، نہ میں اس محمد حسین یا اس کے دوست یا پیرو کو اس بات کے لئے بلاؤں گا کہ وہ کسی کے متعلق کوئی پیش گوئی کریں۔

۶۔میں حتی الوسع ہر ایک شخص کو جس پر میرا اثر ہوسکتا ہے اس طرح کار بند رہنے کے لئے ترغیب دوں گا جیسا کہ میں نے فقرہ نمبرا تا ۵ میں اقرار کیا ہے۔۲۴ فروری ۱۸۹۹ء دستخط مجسٹریٹ مسٹر ڈوئی۔ دستخط کمال الدین پلیڈر۔ دستخط مرزا غلام احمد قادیانی

عدالت میں یہ اقرار نامہ داخل کرانے کے بعد مرزا قادیانی حسب ذیل اشتہار جاری کیا:

اپنے مریدوں کی اطلاع کیلئے

جو پنجاب اور ہندوستان اور دوسرے ممالک میں رہتے ہیں اور نیز دوسروں کیلئے اعلان

جو کہ ایک مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری مجھ پر اور مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعۃ السنہ پر عدالت جے ایم ڈوئی ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور میں دائر تھا بتاریخ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء بروز جمعہ اس طرح پر فیصلہ ہوا کہ فریقین سے اس مضمون کے نوٹسوں پر دستخط کرائے گئے کہ آئندہ کوئی فریق اپنے کسی مخالف کی نسبت موت وغیرہ دلآزار مضمون کی پیش گوئی نہ کرے کوئی کسی کو کافر اور دجال اور مفتری اور کذاب نہ کہے کوئی کسی کو مباہلہ کیلئے نہ بلائے اور قادیان کو چھوٹے کاف سے نہ لکھا جائے اور نہ بٹالہ کو طا کے ساتھ اور ایک دوسرے کے مقابل نرم الفاظ استعمال کریں، بدگوئی اور گالیوں سے مجتنب رہیں، اور ہر ایک فریق حتی الامکان اپنے دوستوں اور مریدوں کو بھی اس ہدایت کا پابند کرے۔اور یہ طریق نہ صرف باہم مسلمانوں میں بلکہ عیسائیوں سے بھی یہی چاہیے۔

لہٰذا میں نہایت تاکید سے اپنے ہر ایک مرید کو مطلع کرتا ہوں کہ وہ ہدایت مذکورہ بالا کے پابند رہیں اور نہ مولوی محمد حسین اور نہ اس کے گروہ اہل حدیث اور نہ کسی اور سے اس ہدایت کے مخالف معاملہ کریں۔بہتر تو یہی ہے کہ ان لوگوں سے بکلی قطع کلام اور ترک ملاقات رکھیں۔ہاں جس میں رشد اور سعادت دیکھیں اس کو معقول اور نرم الفاظ

سے راہ راست سمجھائیں اور جس میں تیزی اور لڑنے کا مادہ دیکھیں تو اس سے کنارہ کریں۔ کسی کے دل کو ان الفاظ سے دکھ نہ دیں کہ یہ کافر ہے یا دجال ہے یا کذاب ہے یا مفتری ہے گو وہ مولوی محمد حسین ہو یا اس کے گروہ میں سے یا اس کے دوستوں میں سے کوئی اور ہو۔ ایسا ہی کسی عیسائی اور کسی دوسرے فرقہ کے ساتھ بھی ایسے الفاظ جو فتنہ برپا کر سکتے ہوں استعمال میں نہ لاویں اور نرم طریق سے ہر ایک سے برتاؤ کریں۔

اور ہم مولوی محمد حسین صاحب کی خدمت میں بھی عرض کرتے ہیں کہ چونکہ اس نوٹس پر ان کے بھی دستخط کرائے گئے ہیں بلکہ اسی تحریری شرط سے عدالت نے ان پر مقدمہ چلانے سے ان کو معافی دی ہے، لہذا وہ بھی اسی طور سے اپنے گروہ اہلحدیث امرتسری، لاہوری، لدھانوی، دہلوی اور راولپنڈی کے رہنے والے اور دوسرے اپنے دلی دوستوں کو بذریعہ چھپے ہوئے اعلان کے بلاتوقف اس نوٹس سے اطلاع دیں کہ وہ حسب ہدایت مجسٹریٹ ضلع گورداسپور اپنے فریق مخالف یعنی میری نسبت کافر دجال اور مفتری اور کذاب کہنے اور گندی گالیاں دینے سے روکے گئے ہیں اور اس معاہدہ کی پابندی کے لئے نوٹس پر دستخط کر دیئے گئے ہیں کہ آئندہ نہ مجھے کافر کہیں نہ دجال نہ کذاب نہ مفتری اور نہ گالیاں دیں گے اور نہ قادیان کو چھوٹے کاف سے لکھیں گے اور ایک حد تک اس بات کے ذمہ دار رہینگے کہ ان کے دوستوں اور ملاقاتیوں اور گروہ کے لوگوں میں سے کوئی شخص ایسے الفاظ استعمال نہ کرے۔ سو سمجھا ویں کہ اگر وہ لوگ بھی اس نوٹس کی خلاف ورزی کریں گے تو اس عہد شکنی کے جواب دہ ہوں گے۔ غرض جیسا کہ میں نے اس اعلان کے ذریعہ سے اپنی جماعت کے لوگوں کو متنبہ کر دیا ہے مولوی محمد حسین کی دل کی صفائی کا یہ تقاضا ہونا چاہیے کہ وہ بھی اپنے اہل حدیث اور دوسرے منہ زور لوگوں کو جو ان کے دوست ہیں بذریعہ اعلان متنبّی کریں کہ اب وہ کافر دجال کذاب کہنے سے باز آجائیں اور دلآزار گالیاں نہ دیں ورنہ سلطنت انگریزی جو امن پسند ہے باز نہ آنے کی حالت میں پورا پورا قانون سے کام لے گی۔

اور ہم تو ایک عرصہ گذر گیا کہ اپنے طور پر یہ عہد شائع کر چکے ہیں کہ آئندہ کسی مخالف کے حق میں موت وغیرہ کی پیش گوئی نہیں کریں گے اور اس مقدمہ میں جو ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کو فیصلہ ہوا ہے ہم نے اپنے ڈیفنس میں جو عدالت میں دیا گیا ثابت کر دیا ہے کہ یہ پیش گوئی کسی شخص کی موت وغیرہ کی نسبت نہیں تھی محض ایسے لوگوں کی غلط فہمی تھی جن کو عربی سے ناواقفیت تھی۔ سو ہمارا خدا تعالی سے وہی عہد ہے جو ہم اس مقدمہ سے مدت پہلے کر چکے۔ ہم نے ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۲۷ میں شیخ محمد حسین اور اس کے گروہ سے یہ بھی درخواست کی تھی کہ وہ سات سال تک اس طور سے ہم سے صلح کر لیں کہ تکفیر اور تکذیب اور بدزبانی سے منہ بند رکھیں اور انتظار کریں کہ ہمارا انجام کیا ہوتا ہے لیکن اس وقت کسی نے ہماری درخواست قبول نہ کی اور نہ چاہا کہ کافر اور دجال کہنے سے باز آجائیں یہاں تک کہ عدالت

کو امن قائم رکھنے کے لئے وہی طریق استعمال کرنا پڑا جس کو ہم صلح کاری کے طور پر چاہتے تھے۔

یاد رہے کہ ڈپٹی کمشنر نے مقدمہ کے فیصلہ کے وقت مجھے یہ بھی کہا تھا، وہ گندے الفاظ جو محمد حسین اور اس کے دوستوں نے آپ کی نسبت شائع کئے آپ کو حق تھا کہ عدالت کے ذریعہ سے اپنا انصاف چاہتے اور چارہ جوئی کراتے اور وہ حق اب تک قائم ہے۔ اس لئے میں شیخ محمد حسین اور ان کے دوستوں جعفر زٹلی وغیرہ کو مطلع کرتا ہوں کہ اب بہتر طریق یہی ہے کہ اپنے منہ کو تھام لیں اگر خدا کے خوف سے نہیں تو اس عدالت کے خوف سے جس نے یہ حکم فرمایا اور یہ فہمائش کی اپنی زبان کو درست کر لیں اور اس بات سے ڈریں کہ میں مظلوم ہونے کی حالت میں بذریعہ عدالت کچھ چارہ جوئی کروں۔ زیادہ کیا لکھا جاوے۔

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۲۶ فروری ۱۸۹۹ء (اخبار الحکم قادیان ضمیمہ ۳ مارچ ۱۸۹۹ء)

(سردار بچن سنگھ لکھتے ہیں) پس میری رائے ناقص میں نفی مندرجہ اشتہار بالکل نا قابل وقعت ہے جب کہ تحریرات بدر ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء و بدر ۱۳ جون ۱۹۰۷ء سے خود مرزا صاحب کے اپنے الفاظ میں مشیت کا بالکل کافی اور تسلی بخش ثبوت ملتا ہے۔ پس آخر نتیجہ یہ ہے کہ حسب دعوی حضرت مرزا صاحب ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء والا اشتہار بحکم خداوندی مرزا صاحب نے دیا تھا۔

امر دوم، امر اول کا بالکل حاصل ہے۔ جب کہ میں نے قرار دیا ہے کہ تحریر بدر ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء اشتہار متنازعہ کے متعلق تھی تو صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ الہام مندرجہ تحریر مذکور بھی اشتہار متنازعہ کی دعا کے متعلق تھا۔

جب کہ حقیقت الوحی کے صفحہ ۱۸۷ و حاشیہ میں صاف درج ہے کہ ایک شخص احمد بیگ کے میعاد مقررہ کے اندر مر جانے سے مرزا صاحب کی یہ پیش گوئی کہ:

اے عورت توبہ کر توبہ کیونکہ لڑکی اور لڑکی کی لڑکی پر ایک بلا آنے والی ہے۔

جزوی طور پر پوری ہوئی،

تو میں صاف اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب اس جہان فانی سے بحیات مولوی ثناء اللہ صاحب رحلت فرمانے سے مرزا صاحب کی دعا مندرجہ اشتہار خداوند تعالی نے قبول فرمائی اور اس قبولیت کا اظہار مرزا صاحب نے اپنی زبان مبارک سے کیا۔ ملاحظہ ہو تحریر بدر ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء

بکالم ڈائری جواس رائے کا جزو تصور ہو گا۔

فریقین نے اپنی اپنی بحث میں کئی ایک باتوں پر زور دیا ہے جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آیا مرزا صاحب کی کل دعائیں (سوائے شرکاء کے متعلق) قبول فرمانے کا خداوند تعالی نے وعدہ فرمایا تھا۔لیکن مجھے ان امور پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ میری رائے ناقص میں مرزا صاحب کی دعا مندرجہ اشتہار بارگاہ الہی میں منظور فرمائی گئی۔اگرچہ میں اتنا درج کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ الہام مذکور کے لفظ بلفظ ترجمہ سے ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ وہ الہام محض مقدمہ کی دعاؤں کے متعلق ہے جو استثناء کی گئی ہے وہ صرف شرکاء کے متعلق ہے ورنہ وہ الہام کل دعاؤں کے متعلق ہے

اگرچہ میرے واسطے صرف ایک میر مجلس کے ساتھ اتفاق رائے ظاہر کر دینا کافی تھا اور کسی وجہ کے پیش کرنے کی ضرورت نہ تھی لیکن دونوں میر مجلس صاحبان نے اپنی اپنی رائے ہم مشورہ ہو کر نہیں لکھی اس واسطے میں نے ان کی راؤں سے کوئی مدد نہیں لی۔اور نہ ان کی رائیں پڑھی ہیں۔ صرف ان کا نتیجہ دیکھا ہے۔نتیجہ سے جب ان کی مختلف رائیں معلوم ہوئیں تو میں نے ان کی وجوہات کو پڑھنا بالکل نامناسب سمجھا۔خاص کر جب چوہدری فرزند علی صاحب لدھیانہ میں موجود نہیں تھے۔اندریں صورت مجھے اپنے ناقص خیال کی تائید میں چند ایک دلیلیں دینے کی ضرورت پڑی۔چونکہ میں عالم شخص نہیں ہوں اور نہ مجھے جیسا کہ میں نے پہلے درج کر دیا ہے کتب اسلام سے واقفیت ہے۔اگر میری کسی دلیل سے یا کسی تحریر سے کسی مسلمان صاحب کی ذرا بھی دل آزاری ہو تو میں نہایت ہی ادب سے معافی کا خواستگار ہوں۔کیونکہ میں نے ارادۃً ایسا نہیں کیا بلکہ قواعد مباحثہ کو مدنظر رکھ کر صرف فیصلہ فریقین کے لئے مجبوراً اظہار رائے کیا ہے۔کیونکہ اگر میں گریز کرتا تو مجبوراً فریقین کو کسی اور ثالث کے تلاش کرنے کی ضرورت پڑتی اور خواہ مخواہ تشویش میں پڑتے اور خرچہ وغیرہ کے زیر بار ہوتے۔

دستخط سردار بچن سنگھ پلیڈر (بحروف انگریزی)

ضمیمہ رسالہ فاتح قادیان

شیخ الاسلام امرتسریؒ کے قلم سے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

۲۱۔ اپریل ۱۹۱۲ء کو مغرب کے وقت سردار صاحب موصوف نے فیصلہ دیا۔ فوراً ہی تمام شہر (لدھیانہ) میں یوں خبر مشہور ہوئی جیسے عید کے چاند کی۔ مسلمان ایک دوسرے کو مبارک، خیر مبارک کے نعرے سنتے اور سناتے، چھوٹے چھوٹے بچے گاڑیوں پر بیٹھ کر خوشی کے نعرے لگاتے یہاں تک کہ دس بجے شب کے حضرت میاں صاحب (مولانا محمد حسن خان صاحب) کے مکان کے وسیع احاطے میں جلسہ ہوا۔ جس میں فیصلہ کا اظہار اور سرپنچ صاحب کے حق میں شکریہ اور دعا کا ریزولیوشن بڑی خوشی سے حاضرین نے پاس کیا۔ اس کے بعد مبلغ تین سوروپے کا انعام امین صاحب سے وصول کر کے صبح کو ڈاک پر روانہ امرتسر ہوئے۔

اسٹیشن پر احباب کا مجمع لگا تھا، جنہوں نے نہایت مسرت و محبت کا اظہار کیا اور ایک جلوس کی معیت میں ہم اپنے مکان پر پہنچے۔ الحمدللہ

شب کو احباب کی دعوت اور جلسہ ہوا جس میں مختصر کیفیت جلسہ کے بعد فیصلہ سنایا گیا اور سرپنچ صاحب کے تدبر و انصاف اور محنت و دیانت کا ذکر کرتے ہوئے ان کے حق میں شکریہ اور دعا کا ریزولیوشن پاس کیا گیا۔ الحمدللہ

لطیفہ: ہم نے لکھا تھا کہ آپ (منشی قاسم علی صاحب) اپنے خلیفہ حکیم نورالدین صاحب سے اجازت لے کر مباحثہ میں آویں۔ اس کے جواب میں منشی صاحب نے لکھا ہم کو اپنی کامیابی و نصرت الٰہی کے مورد ہونے کی خاطر ایک دینی خدمت میں اجازت حاصل کرنے کی ضرورت ہے جس کو ہم انشاءاللہ حاصل کر کے

ہی لسانی وقلمی جہاد میں آپ کے سامنے آویں گے۔الحق ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء ص ۴ کالم ۶۔

ہمارے خیال میں حکیم صاحب چونکہ مرزا صاحب کے خلیفہ ہیں اس لئے ضروری ہے کہ انہوں نے بھی مرزا صاحب کی تائید میں یہی دعا کی ہوگی کہ خدا حق کو ظاہر کرے۔یہی ان کو چاہیے تھا، اسی لئے حق ظاہر ہوا۔پس جس طرح میں جناب مرزا صاحب کی قبولیت دعا کا قائل ہوں حکیم صاحب کی بابت بھی مقر ہوں کہ آپ کی دعا بھی قبول ہوئی اور ضرور قبول ہوئی۔الحمد للہ! خدا نے آپ کی دعائے حق کو ظاہر کر دیا۔اب یہ الگ بات ہے کہ آپ یا آپ کے دوست اس دعا کو نا مقبول سمجھیں جیسے مرزا صاحب کی دعا کو غیر مقبول کہتے ہیں۔ ایسا کہنے سے نہ ہمیں کچھ رنج ہے نہ جناب خلیفہ صاحب کو ہوگا اور نہ ہونا چاہیے، کیونکہ مرزائی لوگ جب جناب مرزا صاحب کی دعا مقبول نہیں جانتے حکیم صاحب کی دعا کو بھی مقبول نہ جانیں تو کیا شکایت ہے۔

شکریہ: خدا کے کاموں کے اسرار خدا ہی جانتا ہے۔میرا ایمان ہے کہ اور کوئی الہام تو مرزا صاحب قادیانی کو خدا کی طرف سے ہو یا نہ ہو۔۱۵۔اپریل والی دعا اور اس کی قبولیت کا الہام تو ضرور خدا کی طرف سے ہوگا جس کا اثر خدا کو یہ دکھانا منظور تھا جو دیکھا گیا۔

میرے دوست حیران ہیں کہ قادیانی جماعت کو عموماً اور منشی قاسم علی کو خصوصاً کیا خبط سمایا کہ انہوں نے اس مباحثہ پر ضد کی۔میں اس کا جواب بھی یہی دیتا ہوں کہ واقعی یہ تحریک بھی خدائے قدیر کی طرف سے ان کے دل پر تھی تاکہ فیصلہ اور بیّن ہو جائے، کیونکہ سابقہ صاف فیصلہ کو جو مرزا صاحب کی موت سے ہوا تھا، مرزا قادیانی کے مریدوں نے ناحق کی تاویلات سے مکدر کرنے کی کوشش کی تھی۔اس لئے خدا نے اس کام کے لئے قادیانی مشن کے جوشیلے ممبر منشی قاسم علی صاحب کو منتخب فرمایا اور ان کے ساتھ اور قادیانی دوستوں کو شریک کیا۔الحمد للہ

اس لئے اصل شکریہ تو خدا تعالیٰ کا ہے جس نے حق و باطل میں فرق کر دیا اس کے سوا لدھیانہ کی اسلامی پبلک عموماً شکریہ کی مستحق ہے جن کی مخلصانہ دعائیں ہمارے شریک بلکہ معین حال تھیں۔خصوصاً ہمارے مکرم مولانا محمد حسن صاحب وائس پریذیڈنٹ میونسپلٹی لدھیانہ اور ان کے اعزہ جناب بابو عبدالرحیم صاحب، بابو عبدالفتاح صاحب، بابو عبدالحی، شیخ اسین الدین مع برادران، منشی محمد حسن میونسپل کمشنر مسٹر یسین شاہ مولوی

ولی محمد، قاضی فضل احمد صاحبان کا شکریہ جنہوں نے اس کام میں ہمیں امور مشکلہ میں مشورہ سے مدد دی۔

یہاں نور بخش ٹیلر ماسٹر بھی شکریہ کے مستحق ہیں جو باوجود مرزا صاحب کے معتقد ہونے کے وقتاً فوقتاً مشوروں سے امداد دیتے رہے سب کے لئے دعا ہے جزا ھم ا للہ خیر الجزاء

یہودیانہ خصلت: حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام جو یہودیوں کے ایک بڑے عالم تھے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے۔ بعد قبول اسلام عبداللہ بن سلام نے کہا حضور، یہودیوں کی قوم بہتان لگانے والی ہے۔ آپ ان سے دریافت فرمالیں کہ میری نسبت ان کی کیا رائے ہے۔ عبداللہ مکان میں چھپ گئے آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کو بلا کر پوچھا، عبداللہ بن سلام تم میں کیسا ہے؟ سب نے کہا:

خیر نا و ابن خیر نا۔ ا علمنا و ابن اعلمنا

(ہم سب سے اچھا اور اچھے کا بیٹا۔ ہم سب سے بڑے علم والا اور بڑے علم والے کا بیٹا)

اتنے میں عبداللہ بن سلام اندر سے نکل آئے۔ نکل کر کہا لا الـہ ا لا اللہ محمد رسو ل اللہ۔ یہودیوں نے ذرہ شرم نہ کی فوراً کہا:

شر نا و ابن شر نا (ہم میں برا، اور برے کا بیٹا)

(سیر ا لا علا م لذ ھبی ج ۲ ص ۴۱۵)

یہی حال ہمارے مناظر منشی قاسم علی اور ان کی پارٹی کا ہے ہم نے کئی ایک معززین کے نام سرپنچی کے لئے پیش کئے جن میں ایک نام سردار بچن سنگھ صاحب کا بھی تھا۔ منشی صاحب نے لدھیانوی دوستوں کے مشورہ سے سردار صاحب کو دیانتدار جان کر منتخب کیا اپنا سردار بنایا۔ تمام باگ ڈور ان کے ہاتھ میں دی مگر جب انہوں نے واقعات کی بنا پر ان کے خلاف منشاء فیصلہ دیا تو جس منہ سے خیر نا کہا تھا اسی منہ سے شر نا کہتے ہوئے ذرہ نہ جھجکے۔ دو اشتہار اور ایک اخبار ان کی طرف سے فیصلہ مباحثہ کے بعد متصل ہی نکلے۔ جن کے مضامین تو کیا عنوان بھی ایسے ناشائستہ الفاظ دل خراش ہیں کہ کسی شریف آدمی کے قلم سے نہیں نکل سکتے۔ ایک اشتہار منشی قاسم علی کے اپنے قلم کا انہی کے نام پر نکلا ہے جس کا نام لدھیانہ میں سکھا شاہی فیصلہ، کس قدر

شرم کی بات ہے کہ ایک شخص کو اپنا سردار بنایا جائے۔ اپنا تمام فیصلہ ان کے سپرد کیا جائے سیاہ وسفید کا مختار بنایا جائے، مگر جب فیصلہ اپنی مرضی کے خلاف ہو تو اسی سردار کو اپنے حاکم کو بے نقط سنائیں۔ اس سے شرم کا اور زیادہ مقام کیا ہوگا؟ سردار صاحب نے اپنی معمولی کسرنفسی سے یہ لکھ دیا کہ میں علم عربی سے ناواقف ہوں اسلامی کتابوں سے بے خبر ہوں وغیرہ جو کہ راست باز کے لئے بالکل موزوں ہے۔ فریق ثانی نے بس اسی کو اپنی سند بنالیا کہ جو شخص ایسا ناواقف ہے اس کا فیصلہ ہی کیا؟۔ سچ ہے : خوئے بدرا بہانہ بسیار

مگر اہل دانش کے نزدیک ان کو ایسا کہتے ہوئے بھی خود ہی شرم کرنی چاہیے تھی کیوں کہ بوقت انتخاب سرپنچ کے ان کو چاہیے تھا کہ سردار صاحب کا علم عربی اور کتب تفسیر اور احادیث میں امتحان لے لیتے۔ کیا وہ اپنے ایمان اور دیانت سے کہہ سکتے ہیں کہ سردار صاحب کی سرپنچی بوجہ اس کے تھی کہ وہ عربی زبان کے ایک پروفیسر ہیں یا جامع ازھر (مصر) کے محدث بحث کے نشیب وفراز کو جاننے والے ہیں۔ چنانچہ میں نے فریق ثانی کو جب رقعہ لکھا کہ:

> ثالث کی بابت میری یہ رائے قرار پائی ہے کہ کوئی ایسا شخص ہونا چاہیے جو مذہبی خیال کا ہو الہامی نوشتوں کی اصطلاح سے واقف اور اس کے ساتھ دیانت دار بھی ہو۔ اس لئے میں پادری (ویری) صاحب کو پیش کرتا ہوں امید ہے کہ آپ کو بھی اوصاف کے لحاظ سے موصوف کا تقرر منظور ہوگا۔

تو اس کے جواب میں منشی قاسم صاحب نے جو تحریر بھیجی وہ درج ذیل ہے:

> بجواب آپ کے رقعہ نمبر ۳ مورخہ امروزہ کے گذارش ہے کہ جب شرط مرقومہ آنجناب (غیر مسلم ثالث ہونا چاہیے) ہم نے غیر مسلم ثالث جس کو ہمارے خیال میں مقدمات کے سمجھنے اور فریقین کے بیانات کا اندازہ کر کے فیصلہ کرنے کی پوری قابلیت ہے پیش کیا ہے شرط مذکورہ میں یہ درج نہیں کہ الہامی نوشتوں سے واقف یا ناواقف ہونا چاہیے، بلکہ غیر مسلم کی شرط ہے۔

ناظرین! خدارا انصاف کیجئے میں نے پہلے ہی یہ نہ کہا تھا کہ کسی ایسے سرپنچ کو منتخب کیجئے جو غیر مسلم ہونے کے ساتھ الہامی نوشتوں کی اصطلاحات سے واقف ہو۔ اس شرط کو ہمارے مخاطب نے کیسی حقارت سے ناپسند کیا۔

کیا یہ وصف (کہ مقدمات میں فریقین کا بیان سن کر فیصلہ دے سکیں) سردار بچن سنگھ صاحب بی اے گورنمنٹ اڈوکیٹ نہیں ہیں؟ نہیں ہیں تو آپ نے ان کا انتخاب کیوں کیا؟ کیا سردار صاحب کا نام ہم نے مقرر کیا تھا؟ سنئے آپ ہی کے ایک رقعہ کے چند فقرات ذیل میں درج ہیں جن میں سردار صاحب کے تقرر کا فیصلہ بھی ملتا ہے۔آپ لکھتے ہیں:

> چونکہ ماسٹر نور بخش (احمدی) کی زبانی معلوم ہوا کہ آپ سردار بچن سنگھ صاحب پلیڈر کا تقرر بطور ثالث پسند کرتے ہیں اور ان کا نام آپ کے رقعہ نمبر ۵ میں پیش گیا ہے سو ہم بھی سردار صاحب موصوف کے تقرر پر رضامند ہیں۔

اس رقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ ہم نے کئی (منشی قاسم صاحب نے بھی اپنے اشتہار میں لکھا ہے کہ مولوی صاحب نے ایک پادری و ہندو اور ایک سکھ کو پیش کیا) ایک اہل علم اور اہل دیانت کے نام پیش کئے تھے جن میں سب حسب مشورہ میاں نور بخش صاحب ٹیلر ماسٹر (جو مرزا صاحب کے راسخ معتقد ہیں) آپ نے سردار بچن سنگھ صاحب کو منظور کیا۔ یہ جو لکھا ہے کہ ماسٹر نور بخش صاحب نے کہا کہ آپ سردار صاحب کو پسند کرتے ہیں، اس کی صورت بھی یہی تھی کہ ماسٹر صاحب نے ہمارے سامنے دو تین آدمیوں کے نام لئے جن میں سردار صاحب بھی تھے۔ ہم نے سب کی منظوری بیک زبان دے دی کہ ہمیں سب منظور ہیں مگر ماسٹر صاحب کا رجحان کسی وجہ سے سردار صاحب کی طرف تھا اسی لئے انہوں نے آپ کو یہی مشورہ دیا۔ بہر حال آپ سے غلطی ہوئی کہ آپ نے سردار صاحب کا پہلے امتحان نہ لے لیا۔ لیتے بھی کیسے جب کہ ہم کو آپ خود ہی لکھ چکے تھے کہ ثالث میں اتنی لیاقت ہونی چاہیے کہ فریقین کی تقریریں سن کر بطریق مقدمات فیصلہ کر سکے۔ بات بھی واقعی یہ ہے کہ قادیانی مباحث خصوصاً اس مباحثہ کا فیصلہ عربی دانی یا قرآن فہمی پر موقوف نہیں بلکہ واقعات کی تنقیح کرنے پر ہے۔ اچھا ہم پوچھتے ہیں کہ سردار صاحب تو عربی نہیں جانتے مگر آپ کے مسلمہ مقبولہ منصف منشی فرزند علی صاحب عربی میں کتنی کچھ قابلیت رکھتے ہیں؟ ذرہ ان کی ڈگری تو بتلا دیں۔ بہر حال بعد منظور سرپنچ کے نہیں بلکہ اس کا فیصلہ سننے کے بعد یہ عذر کرنا جو قادیانی فریق نے کیا ہے اور سرپنچ مقرر کردہ کو پہلے اپنا سردار مان کر فیصلہ اپنے حق میں نہ ہونے کے باعث بعد میں اسے برا بھلا کہنا اور اس کو غیر مہذب الفاظ سے یاد کرنا حدیث مرقوم (جس میں عبداللہ

بن سلام کے اسلام لانے پر یہودیوں کا ان کا ہجو کرنا مذکور ہے) کی پوری تصدیق کرتا ہے۔فریق ثانی نے اسی قسم کے اور بھی عذر لنگ کیئے ہیں جو ان کی بے بسی پر دلالت کرتے ہیں۔مثلاً ان کا یہ کہنا کہ جلسہ میں مباحثہ کے وقت فلان رئیس یا فلاں وکیل یا فلاں پولیس افسر جو آیا تو وہ بھی اسی لئے آیا کہ سرپنچ پر اثر ڈالے۔افسوس ہے ان لوگوں کی حالت پر۔زیادہ افسوس یہ ہے کہ ان کو الہام بھی ہوتا ہے تو بعد از وقت۔پہلے ہوا تو شرائط میں داخل کرتے کہ جلسہ مباحثہ میں کوئی ذی وجاہت شخص نہ آنے پائے بلکہ جلسہ کیا ہوا اچھا خاصا شہدوں کا ایک مجمع ہو۔

تعجب پر تعجب: واقعہ یہ کہ قادیانی مناظر نے سرپنچ کی ذات اور ان کے فیصلہ کی نسبت بہت سخت توہینی فقرات جھاڑے ہیں اس قدر تعجب انگیز نہیں جس قدر یہ تعجب خیز ہے کہ ملک کے عام پریس نے اس خبر کو مختصر اور مطول نوٹوں کے ساتھ شائع کیا مگر قادیانی پریس ایسا خاموش رہا کہ معمولی خبر تک بھی درج نہیں کی بلکہ چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند کیا اس خاموشی سے ان کا مقصد یہ ہے کہ اس شکست کی شہرت نہ ہو یا کم از کم قادیانی اخباروں کے ناظرین تک یہ خبر وحشت اثر نہ پہنچ جائے اس لئے وہ یاد رکھیں کہ وہ اس منصوبے میں کا م یاب نہیں ہوئے اور نہ ہوں گے۔

اہالی قادیان اور قادیان کے خلیفہ صاحب کی گفتگو اور خفگی جو اس بارے میں ہوئی اس کا ہمیں خوب علم ہے ہمیں اس کے اظہار کی ضرورت نہیں وہ جانیں اور ان کے مرید: محتسب را درون خانہ چہ کار

معمولی تحریری مقابلوں سے قطع نظر خدا نے چار دفعہ مجھے قادیان پر فتح عظیم بخشی الحمدللہ اسی لئے میرا لقب فاتح قادیان پبلک نے مشہور کر دیا تفصیل درج ہے۔

اول: اس لئے کہ جناب مرزا صاحب نے اپنی کتاب اعجاز احمدی کے صفحہ ۲۳ پر بغرض مباحثہ مجھے قادیان آنے کی دعوت دی اور اسی کتاب کے صفحہ ۳۷ پر لکھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب میرے ساتھ مباحثہ کرنے کے لئے قادیان نہیں آئے گا۔مگر میں بلائے بے درماں کی طرح ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو قادیان پر حملہ آور ہوا تو مرزا صاحب مقابلہ میں نہ آئے اور عذر کیا کہ میں نے خدا کے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے کہ مباحثہ نہیں کرونگا (

کہاں کیا۔ یہ پتہ نہیں) ایک فتح۔ تفصیل کے لئے رسالہ الہامات مرزا ملاحظہ ہو (شیخ الاسلام مولانا امرتسری کے ورود قادیان کی روداد مرزا صاحب قادیانی اور شیخ الاسلام امرتسری کی زبانی عنقریب نقل کی جارہی ہے۔ بہاء)

دوم: اس کے بعد جناب ممدوح نے میری موت کا اشتہار دیا، اور مرے خود بدولت۔ دوسری فتح

سوم: ریاست رام پور میں ہز ہائی نس حضور نواب صاحب کے سامنے مباحثہ ہوا اور اس مباحثہ میں قادیانی جماعت کے تمام برگزیدہ اصحاب شریک تھے مگر تین روز کے مقابلہ کے بعد ایسے بھاگے کہ شہر رام پور کو پھر کر بھی نہیں دیکھا بلکہ بزبان حال یہ کہتے ہیں

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

اس فتح کا ثبوت نواب صاحب کا سرٹیفکیٹ موجود ہے جو درج ذیل ہے:

رام پور میں قادیانی صاحبان کے مناظرہ کے وقت مولوی ابوالوفا محمد ثناء اللہ صاحب کی گفتگو سنی۔ مولوی صاحب نہایت فصیح البیان ہیں اور بڑی خوبی یہ ہے کہ برجستہ کلام کرتے ہیں انہوں نے اپنی تقریر میں جس امر کی تمہید کی اسے بدلائل ثابت کیا ہم ان کے بیان سے محظوظ ومسرور ہوئے۔

دستخط نواب محمد حامد علی خان

چہارم: چوتھی فتح یہ ہوئی جو باب لدھیانہ میں قتل دجال سے خدا نے دی۔

یہ ہیں چار فتوحات بینہ جن کی وجہ سے خیر خواہاں اسلام مجھ کو فاتح قادیان کہتے ہیں۔ الحمد للہ

خاکسار ابوالوفا ثناء اللہ (مولوی فاضل) امرتسر

☆☆☆

ثنائی ورود قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ رسالہ اعجاز احمدی کے صفحہ ۱۱،۲۳ پر مرزا قادیانی، خاکسار (ثناء اللہ) کو ان لفظوں میں دعوت دیتے ہیں:

اگر یہ (مولوی ثناء اللہ) سچے ہیں تو قادیان میں آکر کسی پیش گوئی کو جھوٹی تو ثابت کریں اور ہر ایک پیش گوئی کے لئے ایک ایک سو روپیہ انعام دیا جاوے گا اور آمد و رفت کا کرایہ علیحدہ۔ لیکن اس تفتیش کے لئے منہاج نبوت کو معیار صدق و کذب ٹھہراویں۔ میں یقیناً کہتا ہوں کہ اگر میرے معجزات اور پیش گوئیاں ان کے نزدیک صحیح نہیں تو ان کو تمام انبیاء سے انکار کرنا پڑے گا اور آخر ان کی موت کفر پر ہوگی۔ (اعجاز احمدی۔ ص ۱۱؛ قادیانی خزائن ج ۱۹ ص ۱۱۷۔۱۱۸)

مولوی ثناء اللہ نے موضع مد میں بحث کے وقت یہی کہا تھا کہ سب پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں۔ اس لئے ہم ان کو مدعو کرتے ہیں اور خدا کی قسم دیتے ہیں کہ وہ تحقیق کیلئے قادیان میں آئیں۔ اور تمام پیش گوئیوں کی پڑتال کریں۔ اور ہم قسم کھاتے ہیں کہ ہر ایک پیش گوئی کی نسبت جو منہاج نبوت کی رو سے جھوٹی ثابت ہو ایک ایک سو روپیہ ان کی نذر کریں گے۔ ورنہ ایک خاص تمغہ لعنت کا ان کے گلے میں رہیگا۔ اور ہم آمد و رفت کا خرچ بھی دینگے۔ اور کل پیش گوئیوں کی پڑتال کرنی ہوگی، تا آئندہ کوئی جھگڑا باقی نہ رہ جائے۔ اور اسی شرط سے روپیہ ملے گا اور ثبوت ہمارے ذمہ ہوگا۔

یاد رہے کہ رسالہ نزول المسیح میں ڈیڑھ سو پیش گوئی میں نے لکھی ہے تو گویا جھوٹ ہونے کی حالت میں پندرہ ہزار روپیہ مولوی ثناء اللہ صاحب لے جائیں گے اور در بدر کی گدائی سے نجات

ہوگی۔ بلکہ ہم اور پیش گوئیاں بھی معہ ثبوت ان کے سامنے پیش کردیں گے اور اسی وعدہ کے موافق فی پیش گوئی سوروپیہ دیتے جائیں گے۔ اس وقت ایک لاکھ سے زیادہ میری جماعت ہے پس اگر میں مولوی صاحب موصوف کے لئے ایک ایک روپیہ بھی اپنے مریدوں سے لونگا تب بھی ایک لاکھ روپیہ ہو جائے گا۔ وہ سب ان کی نذر ہوگا۔ جس حالت میں کہ وہ دو دو آنہ کے لئے وہ در بدر خراب ہوتے پھرتے ہیں اور خدا کا قہر نازل ہے اور مردوں کے کفن یا وعظ کے پیسوں پر گذارہ ہے، ایک لاکھ روپیہ حاصل ہو جانا ان کے لئے ایک بہشت ہے۔ لیکن اگر میرے اس بیان کی طرف توجہ نہ کریں اور اس تحقیق کے لئے بپابندی شرائط مذکورہ جس میں بشرط ثبوت تصدیق ورنہ تکذیب دونوں شرط ہیں، قادیان میں نہ آئیں تو پھر لعنت ہے اس لاف وگذاف پر جو انہوں نے موضع مدّ میں مباحثہ کے وقت کی اور سخت بے حیائی سے جھوٹ بولا۔

(اعجاز احمدی۔ ص ۲۳؛ قادیانی خزائن۔ ج ۱۹ ص ۱۳۱۔۱۳۲)

شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ اسی بیان کے متعلق ایک دو پیش گوئیاں بھی جڑ دی ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

اور واضح رہے کہ مولوی ثناء اللہ کے ذریعہ سے عنقریب تین نشان میرے ظاہر ہونگے۔

۱۔ وہ قادیان میں تمام پیش گوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے اور سچی پیش گوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا ان کے لئے موت ہوگی۔

۲۔ اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق کے پہلے مرجائے تو ضرور وہ پہلے مریں گے۔

۳۔ اور سب سے پہلے اس اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے مقابلہ سے عاجز رہ کر جلد تر ان کی روسیاہی ثابت ہوگی۔ (اعجاز احمدی۔ ص ۳۷؛ قادیانی خزائن ج ۱۹ ص ۱۴۸)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ جنوری ۱۹۰۳ء میں قادیان پہنچ گئے تو مرزا صاحب قادیانی کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور انہوں نے بحث مباحثہ سے انکار کر دیا۔ یہ واقعہ عربی اور فارسی میں اپنی کتاب مواہب الرحمٰن میں مرزا صاحب قادیانی یوں بیان کرتے ہیں:

روداد بزبان قادیانی (عربی)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

ترجمه ما کتبنا الی ثناء الله الا مرتسری اذ جاء قادیان و طلب رفع الشبهات بعطش فرے وکان هذا عاشر شوال ١٣٢٠ھ اذ جاء هذا الدجال

بلغنی مکتوبك و ظهر مطلوبك انك استدعیت ان ازیل شبهاتك التی صلت بها علی بعض انبائی الغیبیة ۔ فاعلم انك ان کنت جئتنی بصحّة النیة و لیس فی قلبك شیء من المفسدة فلك ان تقبل بعض شروطی قبل هذا الاستفسار و لا تخرج منها بل تثبت علیها کالاخیار ۔ و ان کنت لا تقبل تلك الشرائط فدعنی و امض علی وجهك ۔ وخذ سبیل رجعك ۔

فمن الشروط ان لا تباحثنی کالمباحثین ۔ بل اکتب ما حاك فی صدرك ثم ادفع الیّ ما کتبت کالمسترشدین ۔ و لیکن کتابك سطراً او سطرین و لا تزد علیه کالمتخاصمین

ثم علینا ان نجیبك ببیان مفصل و ان کان الی ثلث ساعاتٍ. فان بقی فی قلبك شیء بعد السماع و رأیت فیه من شناعة ۔ فلك ان تکتب الشبهة الباقیة کمثل ما کتبت فی المرتبة الاولی ۔ و هلمّ جرّا حتی یجلو الحق و

تـجـد السـكيـنة و يتبيّـن مـا كا ن عليك يخفى ۔ و ما فعلت ذ لك لتسكيتك و تبـكيتك و لا لـحيـلة اخرى۔ بل انّى عا هد ت الله تعا لى بحلفةٍ لا تنسى ان لا ابـا حـث احـدا مـن كـرامٍ كان او لئام ۔ بعد كتا بى انجام ۔ فلا ار يد ان انكث عهـدى ا لا جـلـى و اعـصـى ابـى ا لا على ۔ و قد قرئت كتا بى فتقبل عذرى و اسـلك وفق شر طى ان كنت من اهل التقوى و اولى انهى ۔ و كتبت فى رقعتك انّ طـلـب الحق استخر جك من كناسك و ر هلك عن انا سك فان كان هذا هو الحق فلم تعاف طر يقاً يعصمنى من نكث العهد و نقض الو عد۔ و فيه تؤدة و بـعـد من خطرات الوبدِ على انه هو اقرب با لا من فى هذا الز من فا ن النزاع يـز يـد و يشتـعـل عـنـه الـمـقابلة بالمطا لبة و ينجر ا لا مر من المبا حثة الى الـمـجـاد لة و مـن الـمجا دلة الى الحكا م و من الحكام الى ا لا ثا م فمن فطنة الـمـرء ان يـجتـنـب طرق ا لا خطار ۔ و لا يسعى متعمداً الى النار ۔ و اىّ حر ج عليك فى هذا الطر يق الذى ا خترته و اىّ ظلم يصيبك من النهج الذى آ ثر ته ۔ و انـى مـا عـقتك مـن عر ض الشبها ت ۔ و لا من ر مى سهام ا لا عترا ضا ت بيـدا نـى اختـر ت طـر يـقـاً هو خير لى و خير لك لو كنت من العا قلين ۔ و لا مـانـع لك ان تـكـتـب مأة مرة ان كنت من المر تا بين ۔ و انما اشتر طت لك ا لا يـجاز فى الترقيم لئلا نقع فى بحث نتحا ما ه خو فا من الحسيب العليم ۔ ثم من الواجبا ت ان لا تعترض علينا ا لا اعتراضاً وا حداً من ا لا عترا ضا ت و شبهة مـن الشبهـا ت ثـم اذا ادّيـنـا فر يجة الجوا ب با لا ستيعا ب فعليك ان تـعـرض شبهة ا خـرى و هـذا هـو اقـرب الـى الـصو ب فا ن كنت خر جت من بـلـدتك على قدم السداد ۔ و ليس فى قلبك نوع من الفساد ۔ فلا يشق عليك ما كتبـنـا اليك و تـقبـلـه كعدلٍ فارغٍ من الحقد و العناد ۔ و ان كنت تظن ان هذا

الـطـر يـق لا يـظـفـر ك بمرادك فا يقن انك تر يد هنا ك بعض فسادك و كذ لك ظهـر ت ا لآثـار ۔ و عـلـم ا لا خيـار فـا نّـى لـمأا او صلت عز مى الى ا ذ نيك ۔ تـراكـمـت الظلمة على عينيك ۔ و غشيك من الغم ۔ ما غشى فرعون من اليم ۔ و آلـت حـا لك الى سلب الحواس ۔ و جعلك الله فى ا لا خسرين فى هذا البأس ۔ ثـم امتـدّ مـنك الـلجا ج لتر ك الحياء ۔ لننكث عهد حضرة الكبر ياء ۔ فا لعجب كل العجب ء انت انسان او من العجما وا ت فا نك تر غبنى فى نقض العهد يا ذا الـجهـلا ت ۔ و قـد علمت انك خير ت فى كل سا عة لتجد يد الشبهة ۔ فليس الآ ن انـحـرا فك الا مـن فسـاد الـقـلـب و سو ء النية ۔ و الذى انز ل المطر من الـغـمام ۔ و ا خر ج الثمر من ا لاكما م لقد نو يت الفساد ۔ و ما نو يت الصدق و السـداد ۔ و كـا ن الـلـه يـعـلـم انك لاىّ مكرٍ وا فيت القر ية و حللت و على اىّ قصدٍ اجفلت فسقا ك كا سك ۔ و ارا ك يا سك ۔ و لم يز ل بصرى يسعد فيك و يـصوّب ۔ و ينقّر عنك و ينقّب ۔ حتى ظهر لى انك من المرا ئين لا من عطاش الـحق و الطالبين و لا تبتغى ا لا شهرةً عند زمع الناس ۔ و عند سفها ء القوم الـذيـن قد سجنوا فى سجن الخناس ۔ ثم انى كما ا حلفت نفسى ا حلفك بالله سـر يـع الـحسـاب ان لا تبـر ح هذه القر ية ا لا بعد ان تعرض شبها تك بنمطٍ كتبـت فـى الـكتا ب ۔ و تسمع مـا اقـول لك فـى الـجـواب ۔ و ادعوا الله السميع الـمستـجيـب الـقـديـر الـقـريب ان يلعن من نكث بعد هذه ا لا لية ۔ و ما با لى الحلف و ز هب من غير فصل القضية ۔ و ر حل قبل در ء هذه المخا صمة ۔ مع انـه انبـىء بهـذا البهل بارسـال الصحيفة ۔ و كنت انتظر ان هذا العدوّ يخا ف هذه اللعنة ۔ او يـختار الر حلة ۔ حتى و صلنى خبر فراره فهذا نمو ذج د ينه و شعاره قا تله الله كيف نكث الحلف بالجرئة ۔ فيا رب ا ذقه طعم نقض الحلفة

۔ و قد حق القول منی انه لا یوا فینی لازالة الشبهات و لا یمیل الا الی بهتان
و کید و فر یة کما هی عادة اهل المعا دا ت و الجهلا ت و کا ن هذا الر جل
عزم علی مماراةٍ مشتدة الهبوب ۔ و مبارا ت مشتطة اللهو ب ۔ لیشتبه ا لا مر
علی العوام ۔ و لیکفی صدق الکلا م تحت نهیق ا للئا م ۔ فلما لم نر فیه سیما ء
التقی و ا ثر الحجی ارد نا ان نخر ج ا لا مر من الد جی و قد سبق منی
عهدی فی تر ك المبا حث کما مضی و کا ن هذا امراً من ر بی الذی یعلم
الغیوب و ینقّد القلوب فتحا مینا کیده ۔ و جعلنا نفسه صیده و حینئذ حفّت
بی فر حتان ۔ و حصل لی فتحا ن ۔ و لم ادر با یهما انا او فی مرحا و ا صفی
فر ها فشکر ت کا لحیران ۔ و لا حا جة الی اعادة ذکر هذه الفر حة و الفتح و
النصرة ۔ فا نك سمعت کیف انکفأ العدوّ بالخیبة و الزلة و وصمة اللعنة و
ارصدته با حلا فی ایاه للعنة و البر کة ۔ فحمل اللعنة و ذهب بها من هذه
الناحیة و اما الفتح الذی ا کفی الی هذا الوقت من اعین الناس فهی آ یا ت
وضِعت علی راس العدا کا لفاس و کنا نا ضلنا با لا عجاز کما یتناضل یو م
البراز ۔ فنصر نا الله فی کل موا طن و ا خر جنا الذهب من کل معدن و کنت
قلت للناس ان الله سیظهر لی آ یة الی ثلث سنین ۔ لا تمسها ید ا حد من
العالمین ۔ فا ن لم تظهر فلست من الصادقین فالحمد لله علی ما اظهر ا لآ یات
و اخزی العدا ۔ و نری ان نکتبها مفصلة لکل من یبتغی الهدی

روداد بزبان قادیانی (فارسی)

ترجمہ خطے کہ سوئے ثناء اللہ امرت سری نوشتم

وقتے کہ بہ قادیان آمد وبہ تشنگی دروغ ازالہ شبہات خود بخواست وبود

ایں تاریخ دہم شوال ۱۳۲۰ھ چوں ایں دجال بہ قادیان آمد

مرا نامہ تو رسید ومطلوب تو ظاہر گشت تو درخواست کردی کہ بعض شبہات تو کہ متعلق بعض پیش گوئی ہا ہستند دور کنم پس بداں کہ اگر بصحت نیت نزد من آمدی ونیست در دل تو چیزے از فساد پس بر تو واجب ست کہ قبل این استفسار بعض شرط ہائے من قبول کنی۔ واز اں شرط ہا خارج نشوی بلکہ ہم چو نیک مرداں برآں ثابت بمانی واگر تو آن شرائط را قبول نمی کنی۔ پس مرا بگذار وہم چناں کہ آمدی برو۔ وراہ مراجعت بگیر۔ پس منجملہ آں شرائط ایں است کہ ہم چو بحث کنند گان با من بحث مکن۔ بلکہ ہر شبہتے کہ دل ترا میگیر د آنرا بنویس باز نوشتہ خود را مرا بدہ۔ ومی باید کہ نوشتہ تو سطرے باشد یا دو سطر و براں زیادہ مکن مانند ستیزندگان۔ باز بر ما واجب خواہد بود کہ بہ بیان مفصل اگرچہ تا سہ ساعت باشد جواب دہیم پس اگر بعد شنیدن جواب در دل تو چیزے بماندہ در جواب ما نوع زشتی بہ بینی ۔ پس اختیار تو خواہد بود کہ باز مانند سابق شبہ خود بر کاغذ نویسی۔ وہم چنیں سلسلہ ایں پرچہ ہا جاری خواہد ماند تا آنکہ حق ظاہر شود وتسلی تو شود وچیزے پوشیدہ بر تو ظاہر شود وایں انتظام برائے ساکت کردن وعاجز کردن تو نہ کردہ ام بلکہ من عہد کردہ ام خدا تعالی را بقسم کہ بعد کتاب من انجام آتھم بہ ہیچ کس مباحثہ نخواہم کرد۔ پس نمی خواہم کہ عہد خود را بشکنم ونافرمان خداوند گردم۔ وکتاب من انجام آتھم را

خوانده ٔ پس عذر من قبول کن و موافق شرط من برو اگر از اہل تقوی ہستی و دانشمند ہستی وتو در رقعہ خود نوشتہ کہ طلب حق ترا از خانہ تو بیرون آوردہ است وہمیں طلب ترا از عزیزان کوچ کنایندہ پس اگر ہمیں امر حق ست پس چرا ازاں طریق کراہت میکنی کہ مرا از نقض عہد محفوظ می دارد۔ و درو آہستگی و دوری ست از خطرہ ہائے غضب کردن باوجود ایں آں طریق اقرب بامن ست دریں زمانہ چرا کہ نزاع زیادہ میگردد و مشتعل می گردد در وقت مقابلہ سخن ہا و امر از مباحثہ بسوئے مجادلہ می کشد و از مجادلہ تا بحکام نوبت میرسد و از حکام سزا ہا تجویز می شوند پس از طریق دانش مندی انسان اینست کہ از راہ ہائے خطر پرہیز دو دانستہ سوئے آتش نرود۔ و دریں طریق کہ اختیار کردم کدام حرج تست وکدام ظلم ازیں نہج کہ اختیار کردم بتو می رسد۔ و من ترا از عرض کردن شبہات باز نداشتہ ام و نہ از راندن تیر ہائے اعتراضات منع کردم مگر ایں ست کہ من طریقے را اختیار کردم کہ برائے من و برائے رو بہتر است اگر دانشمند ہستی و ترا ہیچ کس مانع نیست کہ صد مرتبہ شکوک خود بنویسی اگر شک داری و اینکہ شرط مختصر نوشتن بتو کردم ایں برائے آنست کہ تا ما در مباحثہ نیفتیم کہ ازاں پرہیز مے کنیم بوجہ خوف خدائے حسیب و علیم۔ باز از شرائط واجبہ ایں است کہ صرف یک اعتراض نویسی و یک شبہ پیش کنی ازاں اعتراض ہا و شبہات کہ می داری باز چوں فریضہ جواب را بالاستیعاب ادا کردیم پس بر تو واجب خواہد بود کہ شبہ دیگر را پیش کنی و ہمیں اقرب بصواب ست پس اگر تو بر قدم صلاحیت از شہر خود بیرون آمدی و در دل تو ہیچ فسادے نیست پس بر تو گراں نخواہد آمد آنچہ ما عرض کردیم بر تو و ہم چو عادلے اورا قبول خواہی کرد۔ و اگر تو ایں گمان مے کنی کہ ایں طریق ترا بمراد تو نہ رساند۔ پس یقین مے کنیم کہ تو ایں جا بعض فساد ہا را ارادہ میداری و ہم چنیں آچار ظاہر شدند۔ و نیکاں دانستند چرا کہ من چوں آن قصد خود تا ہر دو گوش تو رسانیدم پس تاریکی بر دو چشم تو نشست و پوشیدہ ترا آں اندوہ از غم کہ پوشیدہ بود فرعون را از دریا و حالت تو بسوئے سلب حواس منجر شد۔ و خدا ترا دریں جنگ از زیان کاراں کرد۔ باز در از شد ستیزہ کردن تو از ترک حیا۔ تا کہ ما عہد خداوند خود را بشکنیم پس تعجب ست تمام تعجب آیا تو انسانی یا از حیوانات ہستی کہ تو برائے نقض عہد مرا رغبت می دہی و تو خوب دانستی کہ در ہر ساعتے ترا

اختیار دادہ شد کہ روشبہ خود را تازہ کنی پس نیست اکنوں انحراف تو مگر از خرابیء دل و بد نیتی وقسم بخدا ئے کہ باراں را از ابر فرود آورد و بار را از شگوفہ ہا بیرون کشید کہ تو نیت فساد کر دی و نیت صدق وسداد نمی داری و خدا می دانست کہ تو برائے کدام مگر دریں دِہ آمدی و بر کدام قصد شتا ختی پس پیالہ ہائے تو ترا نوشانید و نومیدی تو بر تو ظاہر کرد و ہمیشہ بود بینائی من کہ بالا می نگریست در تو و پائین می نگریست و می کاوید از تو و تفتیش می کرد تا آنکہ بر من ظاہر شد کہ تو از زیان کاراں ہستی نہ از تشنگان حق و طالبان و نمی خواہی مگر شہرت نزد سفلہ مردم و نزد آن سفہاء قوم کہ در زندان شیطان اند باز من ہم چناں کہ نفس خود را قسم دادہ ام ترا نیز قسم می دہم کہ ازیں دِہ بجز ایں صورت بیرون نہ روی کہ شبہات خود را بطور یکہ در خط نوشتہ ام پیش کنی و جواب من بشنوی و دعا می کنم نزد خدائے مستجیب الدعوات وقادر وقریب کہ لعنت کند براں شخص کہ ایں قسم را بشکند و بغیر تصفیہ برود و ہیچ پروائے قسم ندارد و کوچ کرد۔ قبل دور کردن ایں مخاصمت باوجودیکہ او را بارسال خط ازیں لعنت اطلاع دادہ شدہ۔ و بودم کہ انتظار می کردم کہ ایں دشمن ازیں لعنت خواہد ترسید یا کوچ را اختیار کند تا آنکہ خبر گریختن او بمن رسید پس ایں نمونہ دین و شعار اوست وائے بروے چگونہ قسم را بشکست رب پروردگار من بچشاں او را مزہء شکستن قسم و آنچہ گفتہ بودم درست شد کہ او ہرگز برائے ازالہ شبہات نزد من نخواہد آمد۔ و میل نخواہد کرد مگر بسوئے بہتان و مکر و دروغ چنانکہ عادت دشمنان است۔ ایں شخص ارادہ کردہ بود کہ چناں ستیزہ کند کہ و زیدن او سخت باشد و معارضہ کہ از حد گذرند باشد تا امر بر عوام مشتبہ گردد و تا کہ زیر آواز لئیماں صدق کلا موشیدہ ماند۔ پس ہرگاہ ما در وے پرہیزگاری ندیدم و نہ نشان عقل مندی۔ ارادہ کردیم کہ امر را از تاریکی بیرون آریم و عہد من پیش زیں شدہ بود کہ مباحثات نخواہم کرد و ایں امر ازاں خدا بود کہ غیب ہامے داند و تنقید دلہا میکند پس دور شدیم از مکر او و نفس او را شکار کردیم و آنگاہ گرفت مراد و خوشی و حاصل شدند برائے من دو فتح و ندیا فتم کہ کدام خوشی مرا زیادہ و کامل است پس شکر کردم ہم چو حیران و ہیچ حاجت نیست کہ اعادہ ذکر ایں فرحت و فتح کنیم۔ چرا کہ تو شنیدی کہ چگونہ دشمن بنومیدی و ذلت و داغ لعنت بازگشت کرد۔ و آمادہ کردیم او را بقسم دادن خود برائے لعنت و برکت۔ پس لعنت را

برداشت وازیں ناحیہ بلعنت رفت ۔مگر آن فتح کہ تا اکنوں از مردم پوشیدہ داشتہ شد۔پس آں نشان ہاہستند کہ برسر دشمنان ہم چو تیراوفتادہ بودیم کہ جنگ کردیم از روئے معجزہ ہم چناں کہ درمیدان جنگ می کفند؟؟؟پس در ہر میدان خدا مارا فتح داد واز ہر معدن زر بیرون آوردیم ۔وبودم کہ وعدہ کردم مردم را کہ خدا تعالی تا سہ سال نشانے برائے من ظاہر خواہد کرد چناں نشانے خواہد بود کہ دست مخلوق براں مس نخواہد کرد پس اگر آن نشان ظاہر نشد دریں صورت از خداوند نیستم پس شکر خدا تعالی است کہ نشان ہا نمود ودشمنان را رسوا کرد۔ ومیخواہیم کہ نشان ہا برائے طالبان ہدایت ایں جا بہ تفصیل می نوشتیم ۔ (مواہب الرحمٰن ۔ص۱۱۳۔۱۲۰)

اور مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب اعجاز احمدی میں لکھا ہے:

جب احمد بیگ کے داماد کا ذکر کرتے ہیں تو ہرگز لوگوں کو نہیں بتلاتے کہ ایک حصہ اس پیش گوئی کا میعاد کے اندر پورا ہو چکا ہے یعنی احمد بیگ میعاد کے اندر مر گیا اور دوسرا حصہ قابل انتظار ہے۔ اور یہ بھی نہیں بتلاتے کہ پیش گوئی وعید کے متعلق اور نیز شرطی تھی جیسا کہ الہام توبی توبی فان البلاء علی عقبك سے ظاہر ہوتا ہے جو کئی دفعہ شائع ہو چکا تھا اور ظاہر ہے کہ ایسی موت کے بعد جو احمد بیگ کی موت تھی خواف دامن گیر ہونا ایک طبعی امر تھا۔پس اسی خوف سے دوسرے حصہ کے پورے ہونے میں تاخیر ہوگئی جیسا کہ وعید کی پیش گوئیوں میں عادت اللہ ہے مگر یہ بداندیش مخالف ان امور کا کبھی ذکر نہیں کرتے اور یہودیوں کی طرح اصل صورت حال کو مسخ کر کے ایسے طور سے تقریر کرتے ہیں جس سے جاہلوں کے دلوں میں شبہات ڈال دیں بلکہ ان لوگوں نے تو یہودیوں کے بھی کان کاٹے کیونکہ یہ لوگ تو بات بات میں افترا سے کام لیتے ہیں جیسا کہ مولوی ثناء اللہ نے موضع مدّ کی بحث میں یہی کاروائی کی اور دھوکا دے کر کہا کہ دیکھو اس شخص نے اپنی ایک پیش گوئی میں لکھا تھا کہ لڑکا پیدا ہوگا مگر لڑکی پیدا ہوئی اور بعد میں لڑکا پیدا ہو کر مر گیا اور پیش گوئی جھوٹی نکلی۔

اب ان بھلے مانسوں سے کوئی پوچھے کہ اگر تمہارے بیان میں کوئی بے ایمانی اور جھوٹ نہیں تو

تم وہ الہام پیش کرو جس میں خدا خبر دیتا ہو کہ ضرور اب کے دفعہ لڑکا پیدا ہوگا یا یہ خبر دیتا ہو کہ لڑکی کے بعد پیدا ہونے والا وہی موعود لڑکا ہے نہ اور کوئی۔ اگر ہم نے یہ خیال بھی کیا ہو کہ شاید یہ لڑکا وہی ہے تو ہمارا خیال کیا چیز ہے جب تک کھلی کھلی وحی الٰہی نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ نے اپنے نفس کے خیال سے یہ گمان کیا تھا کہ یمامہ کی طرف میری ہجرت ہوگی مگر وہ خیال صحیح نہ نکلا اور آخر مدینہ کی طرف ہجرت ہوئی۔ اور اگر پیش گوئی میں یہ ضرور تھا کہ پہلے حمل سے ہی وہ لڑکا پیدا ہوگا تو وحی الٰہی میں یہ الفاظ ہونے چاہیے تھے مگر کیا کوئی دکھلا سکتا ہے کہ وحی میں کوئی ایسا لفظ تھا۔ دیکھو آنحضرت ﷺ کی نسبت بنی اسرائیل کے کئی نبیوں نے پیش گوئیاں کی تھیں کہ وہ پیدا ہوگا مگر بہت سے نبیوں کے آنے کے بعد سب کے آخر میں آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے۔ اب کیا کوئی اعتراض کر سکتا ہے کہ ان نبیوں کی پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں کیونکہ آنحضرت ﷺ، موسیٰ کے بعد پورے دو ہزار برس گزرنے کے بعد پیدا ہوئے حالانکہ توریت کی پیش گوئی کی رو سے یہودی خیال کرتے تھے کہ وہ نبی جلد پیدا ہو جائے گا۔ اور ایسا نہ ہوا بلکہ درمیان میں کئی نبی آئے۔ پس ایسے اعتراض یا تو دیوانہ کرتا ہے اور یا نہایت درجہ کا خبیث انسان جس کو خدا کا خوف نہیں۔

یہی باتیں مولوی ثناء اللہ نے مقام مدّ کے مباحثہ میں پیش کی تھیں ان باتوں سے ہر ایک خدا ترس سمجھ سکتا ہے کہ کہاں تک ان مولوی صاحبوں کی نوبت پہنچ گئی ہے وہ جوش تعصب سے منہاج نبوت کو اور اس معیار کو جو نبیوں کی شناخت کے لئے مقرر ہے پیش نظر نہیں رکھتے اور ہر ایک اعتراض ان کا سراسر جھوٹ اور شیطانی منصوبہ ہوتا ہے۔ اگر یہ سچے ہیں تو قادیان میں آکر کسی پیش گوئی کو جھوٹی تو ثابت کریں اور ہر ایک پیش گوئی کے لئے ایک ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا اور آمدورفت کا کرایہ علیحدہ۔ (اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح روحانی خزائن جلد۱۹۔ص ۱۱۶۔۱۱۷)

مرزا صاحب قادیانی کی اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ثابت کرنا ہے کہ پیش گوئی جھوٹی ہے۔ لہٰذا اسے تقریر کرنا اپنے دلائل پیش کرنا ہے، اور مرزا صاحب قادیانی کو سننا ہے۔ نہ

مرزا صاحب کو تقریر کرنا اور مولانا ثناء اللہ کو سننا۔ مرزا صاحب نے بارِ ثبوت مولانا ثناء اللہ امرتسری پر رکھا تھا، اس لئے بولنا بھی انہیں ہی چاہیے تھا اور مرزا صاحب کو سننا، یا پھر جب کہیں کوئی شبہ ان کے دل میں پیدا ہو یا اعتراض اٹھے، تو دوسطری رقعہ میں وہ اعتراض یا شبہ لکھ کر مولانا امرتسری کے روبرو پیش کرنا ہی مرزا صاحب کا کام ہو سکتا تھا۔ اور ہونا یہ چاہیے تھا کہ مولانا امرتسریؒ کے قادیان تشریف لے جانے پر مرزا صاحب قادیانی کوئی ایسی مجلس ترتیب دیتے جس میں فریقین کی تعداد مساوی ہوتی اور چند لوگ غیر جانبدار بھی ہوتے۔ مثلاً ہندو، یا سکھ، یا عیسائی، یا حکومت کے نمائندے۔ اور اس مجلس میں مرزا صاحب تشریف رکھتے اور مولانا ثناء اللہ امرتسری اپنا موقف بیان کرتے۔ کسی بات پر اختلاف ہوتا تو مرزا صاحب دوسطری اعتراض پیش کرتے اور مولانا ثناء اللہ اس کا جواب دیتے۔ مقررہ وقت کے بعد حاضرین سے رائے لی جاتی کہ مولانا ثناء اللہ نے اپنا موقف ثابت کر دیا ہے یا نہیں۔ اور اکثریت کی رائے پر فیصلہ ہو جاتا۔

ویسے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری نے قادیان جا کر مرزا صاحب کی اس پیش گوئی کو تو عملاً غلط ثابت کر دیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ قادیان نہیں آئیں گے۔ کیونکہ مرزا صاحب نے آپ کے وہاں پہنچنے پر حدود قادیان کی بحث نہیں چھیڑی کہ قادیان سے ان کی مراد صرف وہ گلی یا محلّہ ہے جس میں ان کا دولت خانہ ہے اور اس گلی یا محلے سے باہر کا علاقہ جہاں مولانا مقیم تھے اور جہاں سے خط ارسال کیا گیا تھا، قادیان نہیں کہلا سکتا۔

ثنائی روایت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری نے اپنے ورود قادیان کی داستان بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں

۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو راقم نے قادیان میں پہنچ کر مرزا جی کو رقعہ مندرجہ ذیل لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ بخدمت جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

خاکسار آپ کی حسب دعوت مندرجہ اعجاز احمدی صفحہ ۱۱، صفحہ ۲۳ قادیان میں اس وقت حاضر ہے ۔ جناب کی دعوت کے قبول کرنے میں آج تک رمضان شریف مانع رہا ۔ ورنہ اتنا توقف نہ ہوتا میں اللہ جل شانہ کی قسم کھاتا ہوں کہ مجھے جناب سے کوئی ذاتی خصومت اور عناد نہیں چونکہ آپ (بقول خود) ایک ایسے عہدہ جلیلہ پر ممتاز و مامور ہیں جو تمام بنی نوع کی ہدایت کے لئے عموماً اور مجھ جیسے مخلصوں کے لئے خصوصاً ہے اس لئے مجھے قوی امید ہے کہ آپ میری تفہیم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے اور حسب وعدہ خود مجھے اجازت بخشیں گے کہ میں مجمع عام میں آپ کی پیش گوئیوں کی نسبت اپنے خیالات ظاہر کروں ۔ میں مکرر آپ کو اپنے اخلاص اور صعوبت سفر کی طرف توجہ دلا کر اسی عہدہ جلیلہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ مجھے ضرور ہی موقع دیں ۔

راقم ۔ ابوالوفاء ثناءاللہ ۔ ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء ۔ وقت سوا تین بجے دن

اس کا جواب مرزا جی کی طرف سے نہایت ہی شیریں اور مزیدار پہنچا، جو مندرجہ ذیل ہے:

از طرف عائذ باللہ غلام احمد عافاہ اللہ و ایّد ۔

بخدمت مولوی ثناءاللہ صاحب!

آپ کا رقعہ پہنچا ۔ اگر آپ لوگوں کی صدق دل سے یہ نیت ہو کہ اپنے شکوک وشبہات پیش گوئیوں کی نسبت یا ان کے ساتھ اور امور کی نسبت بھی جو دعوی سے تعلق رکھتے ہوں رفع کراویں تو یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی اور اگر چہ میں کئی سال ہو گئے کہ اپنی کتاب انجام آتھم میں شائع کر چکا ہوں کہ میں اس گروہ مخالف سے ہرگز مباحثات نہیں کروں گا کیونکہ اس کا نتیجہ بجز گندی گالیوں اور اوباشانی کلمات سننے کے اور کچھ ظاہر نہیں ہوگا مگر میں ہمیشہ طالب حق کے شبہات دور کرنے کے لئے تیار ہوں ۔

اگر چہ آپ نے اس رقعہ میں دعویٰ کر دیا ہے کہ میں طالب حق ہوں مگر مجھے تامل ہے کہ اس دعویٰ پر آپ قائم رہ سکیں۔ کیونکہ آپ لوگوں کی عادت ہے کہ ہر بات کو کشاں کشاں بے ہودہ اور لغو مباحثات کی طرف لے آتے ہیں اور میں خدا تعالیٰ کے سامنے وعدہ کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے مباحثات ہرگز نہیں کرونگا۔ سو وہ طریق جو مباحثات سے بہت دور ہے، وہ یہ ہے کہ آپ اس مرحلہ کو صاف کرنیکے لئے اول یہ اقرار کر دیں کہ آپ منہاج نبوت سے باہر نہیں جائیں گے اور وہی اعتراض کریں گے جو آنحضرت ﷺ پر یا حضرت عیسیٰؑ پر یا حضرت موسیٰؑ پر یا حضرت یونسؑ پر عاید نہ ہوتا ہو اور حدیث اور قرآن کی پیشین گوئیوں پر زد نہ ہو۔ دوسری یہ شرط ہوگی کہ آپ زبانی بولنے کے ہرگز مجاز نہ ہوں گے، صرف آپ مختصر ایک سطر یا دو سطر تحریر دے دیں کہ میرا یہ اعتراض ہے، پھر آپ کو عین مجلس میں مفصل جواب سنایا جائے گا۔ اعتراض کے لئے لمبا لکھنے کی ضرورت نہیں ایک سطر یا دو سطر کافی ہیں۔ تیسری یہ شرط ہوگی کہ ایک دن میں صرف ایک ہی اعتراض آپ کریں گے کیونکہ آپ اطلاع دے کر نہیں آئے، چوروں کی طرح آ گئے اور ہم ان دنوں بہ باعث کم فرصتی اور کام طبع کتاب کے تین گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں خرچ کر سکتے۔ یاد رہے کہ یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ عوام کالانعام کے روبرو آپ وعظ کی طرح لمبی گفتگو شروع کر دیں بلکہ آپ نے بالکل منہ بند رکھنا ہوگا جیسے صم بکم۔ یہ اس لئے کہ تا گفتگو مباحثہ کے رنگ میں نہ ہو جائے۔

اول صرف ایک پیش گوئی کی نسبت سوال کریں تین گھنٹہ تک میں اس کا جواب دے سکتا ہوں اور ایک ایک گھنٹہ کے بعد آپ کو متنبہ کیا جائے گا کہ اگر ابھی تسلی نہیں ہوئی تو اور لکھ کر پیش کرو۔ آپ کا کام نہیں ہوگا کہ اس کو سناویں، ہم خود پڑھ لیں گے۔ مگر چاہیے کہ دو تین سطر سے زیادہ نہ ہو۔ اس طرز میں آپ کا کچھ حرج نہیں ہے، کیونکہ آپ تو شبہات دور کرانے آئے ہیں (ہم تو آپ کی دعوت کے مطابق تکذیب کو آئے ہیں۔ آپ کا یہ کہنا کہ شبہات دور کرانے آئے ہیں آپ کی معمولی بات ہے۔ ثناء اللہ)۔ یہ طریق شبہات دور کرانے کا بہت عمدہ ہے۔ میں بآواز بلند لوگوں کو سنا دوں گا کہ اس پیش گوئی کی نسبت مولوی ثناء اللہ صاحب کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا ہے اور اس کا یہ جواب ہے۔ اسی طرح

تمام وساوس دور کردیئے جائیں گے۔لیکن اگر یہ چاہو کہ بحث کے رنگ میں آپ کو بات کا موقع دیا جاوے تو یہ ہرگز نہیں ہوگا۔

چودھویں جنوری ۱۹۰۳ء تک میں اس جگہ ہوں۔ بعد میں ۱۵ جنوری ۱۹۰۳ء کو ایک مقدمہ پر جہلم جاؤنگا۔سو اگرچہ بہت کم فرصتی ہے لیکن چودھویں جنوری ۱۹۰۳ء تک تین گھنٹہ تک آپ کیلئے خرچ کرسکتا ہوں۔اگر آپ لوگ کچھ نیک نیتی سے کام لیں تو یہ ایک ایسا طریق ہے کہ اس سے آپ کو فائدہ ہوگا، ورنہ ہمارا اور آپ لوگوں کا آسمان پر مقدمہ ہے،خود خدا تعالی فیصلہ کردے گا۔

سوچ کر دیکھ لو کہ یہ بہتر ہوگا کہ آپ بذریعہ تحریر جو دو سطر سے زیادہ نہ ہو ایک ایک گھنٹہ کے بعد اپنا شبہ پیش کرتے جائیں گے اور میں وہ وسوسہ دور کرتا جاؤنگا۔ایسا صدہا آدمی آتے ہیں اور وسوسے دور کرالیتے ہیں۔ایک بھلا مانس شریف آدمی ضرور اس بات کو پسند کرے گا،اس کو اپنے وساوس دور کرانے ہیں اور کچھ غرض نہیں۔لیکن وہ لوگ جو خدا سے نہیں ڈرتے ان کی تو نیتیں ہی اور ہوتی ہیں۔

بالآخر اس غرض کے لئے کہ اب آپ اگر شرافت اور ایمان رکھتے ہیں قادیان سے بغیر تصفیہ کے خالی ہاتھ نہ جاویں،دو قسموں کا ذکر کرتا ہوں۔اول چونکہ میں انجام آتھم میں خدا تعالی سے قطعی عہد کر چکا ہوں (بالکل جھوٹ،آگے آتا ہے۔ثناءاللہ) کہ ان لوگوں سے کوئی بحث نہیں کرونگا اس وقت پھر اسی عہد کے مطابق قسم کھاتا ہوں کہ میں زبانی آپ کی کوئی بات نہیں سنونگا۔صرف آپ کو یہ موقع دیا جائے گا کہ اول آپ ایک اعتراض جو آپ کے نزدیک سب سے بڑا اعتراض کسی پیشگوئی پر ہو،ایک سطر یا دو سطر حد تین سطر تک لکھ کر پیش کریں جس کا یہ مطلب ہو کہ یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اور منہاج نبوت کی رو سے قابل اعتراض ہے اور پھر چپ رہیں۔اور میں مجمع عام میں اس کا جواب دونگا جیسا کہ مفصل لکھ چکا ہوں۔پھر دوسرے دن اسی طرح دوسری لکھ کر پیش کریں۔یہ تو میری طرف سے خدا تعالی کی قسم ہے کہ میں اس سے باہر نہیں جاؤنگا اور کوئی زبانی بات نہیں سنوں گا،اور آپ کی مجال نہیں ہوگی کہ ایک کلمہ بھی زبانی بول سکیں اور آپ کو بھی خدا تعالی قسم دیتا ہوں کہ آپ اگر سچے دل سے آئے ہیں تو اس کے پابند ہو جائیں اور ناحق فتنہ وفساد میں عمر بسر نہ کریں

۔اب ہم دونوں میں سے ان دونوں قسموں سے جو شخص انحراف کرے گا اسپر خدا کی لعنت ہے اور خدا کرے کہ وہ اس لعنت کا پھل بھی اپنی زندگی میں دیکھ لے ۔سواب میں دیکھوں گا کہ آپ سنت نبویہ کے موافق اس قسم کو پورا کرتے ہیں یا قادیان سے نکلتے ہوئے اس لعنت کو ساتھ لے جاتے ہیں اور چاہیے کہ اول آپ مطابق اس عہد مؤکد بقسم کے آج ہی ایک اعتراض دو تین سطر کا لکھ کر بھیج دیں اور پھر وقت مقرر کر کے مسجد میں مجمع کیا جائے گا اور آپ کو بلایا جاویگا اور عام مجمع میں آپ کے شیطانی وساوس دور کر دیئے جائینگے ۔مرزا غلام احمد بقلم خود۔

(مرزا جی کی دجالیت میں جس کو شبہ ہو وہ ان کی تصنیف مواہب الرحمٰن صفحہ ۱۰۹ دیکھے کہ کس چالا کی کے ساتھ میرا قادیان آنا لکھا ہے اور اصل واقعہ کو چھپا کر صرف اپنی طرف سے ایک عبارت لکھ ماری ہے جو نہ خط ہے نہ اسکا ترجمہ۔ نہ اصل واقع کی وجہ بتلائی ہے نہ سارے خطوط نقل کئے ہیں۔ واہ رے بھلے مانس تیرے کیا کہنے۔ ثناءاللہ)

ناظرین ملاحظہ فرمایئے کہ مرزا صاحب کیسی صفائی اور ہوشیاری کے ساتھ بحث سے انکار کرتے ہیں حالانکہ تحقیق حق کے لئے، جو بالکل بحث ہی کا مرادف (ہم معنی) لفظ ہے، اعجاز احمدی صفحہ ۲۳ پر مجھے بلایا ہے اور اب صاف منکر ہیں بلکہ مجھے ایسے خاموشی کا حکم دیتے ہیں کہ صم بکم (بہرہ گونگا) ہو کر آپ کا لیکچر سنتا جاؤں ۔مگر نہیں معلوم کہ بکم یعنی گونگا ہو کر میں سن سکتا ہوں صم (بہرہ) ہو کر کیا سنونگا۔شائد یہ بھی معجزہ ہو ۔خیر بہر حال اس کا جو جواب خاکسار کی طرف سے گیا وہ درج ذیل ہے۔

الحمد للّٰہ و سلام علی عبادہ الّذین اصطفی ۔ امّا بعد ۔

از خاکسار ثناءاللہ بخدمت مرزا غلام احمد صاحب!

آپ کا طولانی رقعہ مجھے پہنچا مگر افسوس کہ جو کچھ تمام ملک کو گمان تھا وہی ظاہر ہوا۔ جناب والا! جب کہ میں آپ کی حسب دعوت مندرجہ اعجاز احمدی صفحہ ۱۱ و ۲۳ حاضر ہوا ہوں اور صاف لفظوں میں رقعہ اولی میں انہیں صفحوں کا حوالہ دے چکا ہوں تو پھر اتنی طول کلامی جو آپ نے کی ہے بجز العادۃ طبیعۃ ثانیۃ کے اور کیا معنی رکھتی ہے؟

جناب من! کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ اعجاز احمدی کے صفحات مذکورہ پر تو اس نیاز مند کو تحقیق کے لئے بلاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ میں (ثناء اللہ) آپ کی پیش گوئیوں کو جھوٹی ثابت کروں تو فی پیش گوئی مبلغ سو روپیہ انعام لوں اور اس رقعہ میں آپ مجھ کو ایک دو سطریں لکھنے کے پابند کرتے ہیں اور اپنے لئے تین گھنٹہ تجویز کرتے ہیں تلك اذاً قسمة ضيزى ۔

بھلا یہ کیا تحقیق کا طریقہ ہے میں تو ایک دو سطریں لکھوں اور آپ تین گھنٹے تک فرماتے جائیں ۔اس سے صاف سمجھ آتا ہے کہ آپ مجھے دعوت دے کر پچھتا رہے ہیں اور اپنی دعوت سے انکاری ہیں اور تحقیق سے اعراض کرتے ہیں جس کی بابت آپ نے مجھے در دولت پر حاضر ہونے کی دعوت دی تھی، جس سے عمدہ میں امرتسر ہی میں بیٹھا کر سکتا تھا اور کر چکا ہوں ۔مگر چونکہ میں اپنے سفر کی صعوبت کو یاد کر کے بلا نیل و مرام واپس جانا کسی طرح مناسب نہیں جانتا، اس لئے میں آپ کی بے انصافی کو بھی قبول کرتا ہوں کہ میں دو تین ہی سطریں لکھوں گا اور آپ بلا شک تین گھنٹے تک تقریر کریں مگر اتنی اصلاح ہوگی کہ میں اپنی دو تین سطریں مجمع میں کھڑا ہو کر سناؤنگا اور ہر ایک گھنٹے کے بعد پانچ منٹ نہایت دس منٹ تک آپ کے جواب کی نسبت رائے ظاہر کرونگا اور چونکہ آپ مجمع پسند نہیں کرتے اس لئے فریقین کے آدمی محدود ہوں گے جو پچیس پچیس سے زائد نہ ہوں گے ۔

آپ میرا بلا اطلاع آنا چوروں کی طرح فرماتے ہیں، کیا مہمانوں کی خاطر اسی کو کہتے ہیں؟ اطلاع دینا آپ نے شرط نہیں کیا تھا ۔علاوہ اس کے آپ کو آسمانی اطلاع ہوگئی ہوگی ۔آپ جو مضمون سنائیں گے وہ اسی وقت مجھ کو دے دیجئے گا ۔کاروائی آج ہی شروع ہو جائے ۔آپ کے جواب آنے پر میں اپنا مختصر سا سوال بھیج دونگا ۔باقی لعنتوں کی بابت وہی عرض ہے جو حدیث میں موجود ہے ۔۱۱ جنوری ۱۹۰۳ء

(حدیث میں ہے کہ لعنت کا مخاطب لعنت کا حق دار نہیں تو کرنے والے پر پڑتی ہے)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ کیسے معقول طریق سے راقم نے اپنے وجوہات بتلائے اور کس طرح سے مرزا جی کی پیش کردہ تجویز خفیف اصلاح کے ساتھ (جسے کوئی منصف مزاج ناپسند نہ کرے گا)

بعینہ منظور کر لی مگر مرزا جی اور معقولیت؟

این خیال ست ومحال ست وجنون

چنانچہ آپ اس رقعہ پر ایسا خفا ہوئے اور اتنی گالیاں دیں کہ کہنے سننے سے باہر۔ ہم ان کو اپنے لفظوں میں نہیں بلکہ قاصدوں کے لفظوں میں لکھتے ہیں:

ہم خدا کو حاضر وناظر جان کر بحکم لا تکتموا الشّھادۃ سچ کہتے ہیں کہ جب ہم مولانا ابوالوفا ثناء اللہ کا خط لے کر مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو جناب ایک ایک فقرہ سنتے جاتے تھے اور بڑے غصے سے بدن پر رعشہ تھا اور دہان مبارک سے خوب گالیاں دیتے تھے۔ اور حضار مجلس مریدان بھی ساتھ ساتھ کہتے جاتے تھے کہ حضرت! واقعی ان مولوی لوگوں کو تہذیب اور تمیز نہیں۔ چند الفاظ جو مرزا صاحب نے علماء کی نسبت عموماً اور مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب کی نسبت خصوصاً فرمائے تھے یہ ہیں: خبیث، سؤر، بدذات، گونہہ خور، ہے۔ ہم اس کو کبھی نہ بولنے دیں گے، گدھے کی طرح لگام دے کر بٹھائیں گے اور گندگی اس کے منہ میں ڈالیں گے، لعنت ہی لے کر جائے گا۔ اس کو کہو کہ لعنت لے کر قادیان سے چلا جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔

سننے میں اور اس وقت کی حالت دیکھنے میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہم حلفیہ بطور شہادت کہتے ہیں کہ ایسی گالیاں ہم نے مرزا صاحب کی زبان سے سنی ہیں جو کسی چوہڑے چمار سے بھی کبھی نہیں سنیں۔

راقمان۔ حکیم محمد صدیق ساکن ضلع جالندھر بستی دانشمندان حال وارد امرتسر۔ محمد ابراہیم امرتسر۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ آخر اس خفگی میں آپ نے رقعہ کا جواب بھی نہ دیا اور اپنے ایڈی کانگوں کا حکم دیا کہ لکھ دو، چنانچہ وہ یہ ہے:

مولوی ثناء اللہ صاحب! آپ کا رقعہ حضرت اقدس امام الزمان مسیح موعود مہدی معہود کی خدمت مبارک میں سنا دیا گیا۔ چونکہ اس کے مضامین محض عناد اور تعصب آمیز تھے جو طلب حق سے بعد المشرقین کی دوری اس سے صاف ظاہر ہوتی تھی لہذا حضرت اقدس کی طرف سے آپ کو یہی

جواب کافی ہے کہ آپ کو تحقیق حق منظور نہیں ہے اور حضرت، انجام آتھم میں اور نیز اپنے خط مرقومہ جواب سامی میں قسم کھا چکے اور اللہ تعالی سے عہد کر چکے ہیں کہ مباحثہ کی شان سے مخالفین کوئی تقریر نہ کریں گے۔ خلاف معاہدہ الٰہی کے کوئی مامور من اللہ کیوں کر کسی فعل کا ارتکاب کر سکتا ہے؟ طالب حق کے لئے جو طریق حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے کیا وہ کافی نہیں۔ لہذا آپ کی اصلاح جو بطرز شان مناظرہ آپ نے لکھی ہے وہ ہر گز منظور نہیں اور یہ بھی منظور نہیں فرماتے کہ جلسہ محدود ہو بلکہ فرماتے ہیں کل قادیان وغیرہ کے اہل الرائے اپنے مجتمع ہوں تا کہ حق و باطل سب پر واضح ہو جائے، والسلام علی من اتبع الہدی۔

خاکسار محمد احسن بحکم حضرت امام الزمان۔ گواہ شد۔ محمد سردار ابوسعید

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ چونکہ میرا روئے سخن خود بدولت سے تھا اس لئے میرا حق تھا کہ میں کسی ماتحت کی تحریر نہ لیتا مگر اس خیال سے کہ پبلک کو مرزا جی کے فرار کا نشان بتلایا جاوے میں نے رقیمہ مرقومہ قبول کر لیا۔ ان حضرات مرسلین رقعہ وگواہان کی حالت پر افسوس نہیں بلکہ افسوس ان لوگوں پر ہے جو ایسے لوگوں کو دراز ریش دیکھ کر عالم یا مولوی سمجھ لیتے ہیں جن کو یہ بھی خبر نہیں کہ مناظرہ اور تحقیق ایک ہی چیز ہے۔ رشیدیہ جو علم مناظرہ کی ایک مستند کتاب ہے اس میں مرقوم ہے کہ کسی مسئلہ کی نسبت دو شخصوں کا نیک نیتی اور سچائی سے اظہار کرنے کی غرض سے متوجہ ہونے کا نام مناظرہ ہے۔ اور صفحہ ۲۳۔ اعجاز احمدی پر مجھ کو تحقیق حق کے لئے بلا رہے ہیں جیسا کہ عبارت مرقومہ بالا سے ظاہر ہے۔ پس تحقیق حق کے لئے بلا کر مناظرہ سے انکار کرنا صریح انکار بعد از اقرار کا مصداق ہے اور موقع پر الہام کی یاد۔ مرزا جی! اقرار کے بعد انکار معتبر نہیں ہو سکتا۔ (دیکھو اعجاز احمدی۔ ص ۴۰)۔ علاوہ اس کے مناظرہ صرف زبانی گفتگو ہی کا نام نہیں بلکہ تحریری بلکہ ذہنی توجہ بھی مناظرہ ہے چنانچہ رشیدیہ میں ہے:

و ان کا ن ذلك التّو جه فی النّفس کما کا ن الحکماء ا لاشرا قیین

لیکن اس الہامی جماعت نے جہاں مسائل شرعیہ میں تجدید کی ہے اصطلاحات عقلیہ میں بھی تو موجد ہیں۔

اسی لئے تو کتابوں میں (بزعم خود) علماء کے دلائل کے جواب دیتے ہیں بلکہ درافشانی کرتے ہوئے بہت کچھ اخلاق حسنہ کا اظہار بھی کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب کچھ مناظرے ہی میں داخل ہے۔ مگر جب خاکسار کو ایک لاکھ پندرہ ہزار دینے کی سوجھی تو خدائی وعدہ یاد آ گیا اور مناظرہ سے باوجود بلانے کے صاف لفظوں میں انکار کر دیا۔

یہ بات بھی حیرت انگیز ہے کہ مرزا جی نے لکھا تھا کہ ڈیڑھ سو پیش گوئی کاذب ہونے کی صورت میں ہر ایک مرید سے ایک ایک روپیہ لے دونگا۔ مرزا جی! درصورت ڈیڑھ سو پیشگوئی جھوٹی ثابت ہونے کے بھی آپ کے مرید آپ کی مریدی میں رہ کر آپ کو ایک ایک روپیہ نذرانہ دے دیں گے، تب تو بڑے ہی عقل کے پتلے اور ایمان کے پکے ہونگے۔ حق تو یہ ہے کہ آپ کے مرید عموماً ایسے ہی ہیں، ہم بھی اس کی داد دیتے ہیں۔ اگر وہ ایسے نہ ہوتے تو مجھے قادیان میں موجود دیکھتے ہی آپ سے الگ نہ ہو جاتے؟ کیونکہ میرے وہاں پہنچتے ہی آپ کی پیش گوئی مندرجہ اعجاز احمدی غلط ہو گئی تھی۔

بعد اللتیا واللتی ہم مرزا جی کی صداقت اور راست بیانی ظاہر کرنے کو ان کے حوالہ رسالہ انجام آتھم وغیرہ کی بھی پڑتال کرتے ہیں۔ آپ انجام آتھم کے صفحہ اخیر پر بے شک لکھتے ہیں کہ

الیوم قضینا ما کان علینا من التبلیغات ۔ و عصمنا نفسنا من مأثم ترک الواجبات ۔ و حان ان نصرف الوجه عن هذه المباحثات ۔ الا ما ینفی لبس السائلین و السائلات ۔ وا زمعنا ان لا نخاطب العلماء بعد هذه التّوضیحات و لو سبّونا کما أروا من قبل من العادات ۔ و ما غلظنا علیهم الّا لتنبیهات ۔ انّما الاعمال بالنّیّات ۔ فالآن نودّعهم بدموع جاریة من الحسرات ۔ و عیونغریقه فی سیل العبرات ۔ و هذه منّا خاتمة المخاطبات ۔

امروز ہر چہ بر ما از تبلیغ بود ادا کردیم۔ و نفس خود را از گناہ ترک واجب محفوظ داشتیم۔ و وقت آمد کہ ما ازیں مباحثات رو بگردانیم۔ مگر آنچہ شبہ سائلان رد کند۔ و قصد کردم کہ بعد ایں توضیحات علماء را مخاطب نکنیم۔ اگرچہ دشنام ہا دہند چنانچہ پیش ازیں ہمیں عادات خود نمودہ اند۔ و ما بر ایشاں درشتی

کہ کردیم محض برائے آگاہانیدن کردیم۔ واعمال نزد خدا تعالی وابستہ برنیت ہا ہستند۔ پس اکنوں ایشاں باشکہائے جاری از حسرت ہا وداع می کنیم و باچشمائے پر آب رخصت می نمائیم۔ پس امروز ایں رسالہ از ما خاتمہ مخاطبات است۔ فقط

یعنی ہم نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ اس سے بعد علماء سے خطاب نہ کریں گے گو وہ ہم کو گالیاں دیں اور یہ کتاب ہمارے خطابات کا خاتمہ ہے۔

شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ یہ کتاب انجام آتھم ۱۸۹۶ء کی مطبوعہ ہے جیسا کہ اس کے صفحہ اول سے معلوم ہوتا ہے حالانکہ اس سے بعد آپ نے علماء کرام کو صاف مباحثہ اور مقابلہ کے لئے بلایا ہے چنانچہ آپ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کے اشتہار معیار الاخیار صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں:

اگر آپ لوگ اے اسلام کے علماء اب بھی اس قاعدہ کے موافق جو سچے نبیوں کی شناخت کے لئے مقرر کیا گیا ہے قادیان سے قریب کسی مقام میں مثلاً بٹالہ یا آپ کو انشراح صدر میسر آوے تو قادیان میں ایک مجلس مقرر کریں جس مجلس کے سرگروہ آپ کی طرف سے چند ایسے مولوی صاحبان ہوں کہ جو حلم اور برداشت اور تقوی اور خوف باری تعالی میں آپ لوگوں کے نزدیک مسلّم ہوں۔ پھر ان پر واجب ہوگا کہ منصفانہ طور پر بحث کریں اور ان کا حق ہوگا کہ تین طور سے مجھ سے تسلی کرلیں۔

۱۔ قرآن وحدیث کی رو سے۔

۲۔ عقل کی رو سے۔

۳۔ سماوی تائیدات اور خوارق وکرامات کی رو سے۔

کیونکہ خدا نے اپنے کلام میں مامورین کے پرکھنے کے لئے یہی تین طریق بیان فرمائے ہیں۔ پس اگر میں ان تینوں طوروں سے ان کی تسلی نہ کرسکا، یا اگر ان تینوں میں صرف ایک یا دو طور سے تسلی کی،

تو تمام دنیا گواہ رہے کہ میں کاذب ٹھہروں گا۔ لیکن اگر میں نے ایسی تسلی کر دی جس سے وہ ایمان اور حلف کی رو سے انکار نہ کر سکیں اور وزن ثبوت میں ان دلائل کی نظیر پیش نہ کر سکیں، تو لازم ہوگا کہ تمام مخالف مولوی اور ان کے نادان پیرو خدا تعالی سے ڈریں اور کروڑوں انسانوں کے گناہ کا بوجھ اپنی گردن پر نہ لیں۔

مرزا جی! کیا آپ نے اس تحریر میں فریق مخالف کو خطاب نہیں کیا، یا ان سے بحث کا مطالبہ نہیں کیا، جو عین مناظرہ ہے۔ یا قادیان میں ۱۹۰۰ء، ۱۸۹۶ء سے پہلے ہونیکی وجہ سے یہ تحریر منسوخ ہے؟ نہیں، تو پھر میں نے کیا بھس ملایا تھا کہ مجھ کو مناظرہ تو کیا، زیارت سے بھی محروم رکھا۔

ہاں یاد آیا کہ یہ تحریر ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کی بھی تو اس قابل نہیں کہ اس کو پیش کیا جاوے کیونکہ مرزا جی نے اس کو عملی طور سے منسوخ کر کے ردی کے صندوق میں ڈال دیا ہوا ہے اسی لئے تو ندوۃ العلماء کے جلسہ (منعقدہ امرتسر) کے موقع پر ۸۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو مرزا جی کے نام ۴۲ علماء نے مشترکہ نوٹس دیا تو حضور نے بغیر رسید ڈاکخانہ کے اف تک نہیں کی۔ وہ نوٹس درج ذیل ہے:

بخدمت مرزا غلام احمد قادیانی۔ السّلام علینا و علی عباده اللّٰه الصالحین۔

آپ کی تحریر مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کے مطابق ہم لوگ آپ سے بحث کرنے کو حاضر ہیں۔ گو اس سے پہلے بارہا آپ کی اصلیت ملک کو معلوم ہو چکی ہے تاہم آپ کی حجت پوری کرنے کو اس دفعہ بھی ہم طیار ہیں۔ پس آپ بپابندی شروط مقررہ علم مناظرہ آ کر مباحثہ کریں۔ آپ کے بتلائے ہوئے طرق ثلاثہ ہمیں منظور ہیں، تقدیم و تاخیر ان کی ہمارے اختیار رہے۔ پس آپ شنبہ کے روز ۱۱۔ اکتوبر کی شام تک امرتسر پہنچ جائیں تو ہم لوگ بعد اختتام جلسہ ندوۃ العلماء بروز یک شنبہ آپ سے مباحثہ کریں گے۔ جس صاحب کو ہم اپنے مشورہ سے پیش کریں گے اس کا ساختہ پرداختہ منظور کریں گے۔ چونکہ آپ کو مولوی احمد حسن صاحب اڈیٹر شحنہ ہند کے نوٹس مورخہ ۲۳ ستمبر اور ضمیمہ ۲۴ ستمبر سے متنبہ ہو چکا ہے اس لئے آپ قلت وقت کا عذر نہیں کر سکتے غالباً آپ کو اپنے خیالات کی اشاعت اور تحقیق حق کا اس سے عمدہ موقع نہ مل سکے گا۔

مرسلہ۔ابوعبیداحمداللہ امرتسری۔عبدالجبارغزنوی۔عبدالرحیم غزنوی۔حافظ عبدالمنان وزیر آبادی۔ابوالوفا ثناءاللہ امرتسری۔عبدالعزیز دینانگری۔نوراحمدامرتسر،عبدالاول غزنوی،عبدالغفور غزنوی۔ابوزبیر غلام رسول حنفی امرتسری۔نوراحمد لکھوکے۔عبدالحق غزنوی۔حکیم عبدالحق امرتسری۔محمد حسین لکھوکے۔سید عبدالقیوم حنفی جالندھری۔عبدالقادر لکھوکی۔تاج الدین امرتسری۔عبد الرزاق لکھوکی۔حافظ غلام صمدانی پشاوری۔مولوی حکیم محمد عبداللہ پشاور۔گل محمد بہاری پور ضلع پشاور۔حیات پیر پشاوری۔عبدالعظیم پسروری۔عبداللہ پسروری۔قاسم علی نائی والہ۔محبّ اللہ خراسانی۔عبدالمجید ہزاروی۔عبدالودود باری والہ۔نیاز اللہ مدرس تقویۃ الاسلام امرتسری۔حسن محمد بہنری؟۔یحیٰ غزنوی۔محمد غزنوی۔خلیفہ عبدالرحمٰن امرتسری۔سید احمد دہلوی۔غلام محمد تبّتی۔مصطفیٰ ساکن کیلیانوالہ گوجرانوالہ۔حافظ محمد عبداللہ غزنوی۔حبیب اللہ غزنوی۔عبدالعلی نوشہرہ ضلع بنیر۔شاہ ابو صالح کان پوری۔

ناظرین! یہ ہیں مرزاجی کی ابلہ فریبیاں جن میں ہم بھی آپ کو یکتائے زمان مانتے ہیں۔

☆☆☆

و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

فقیر بارگاہ صمدی ۔ محمد بہاء الدین ۲۲ دسمبر۔۲۰۱۲ء